اِیمان

جلد دوئم

مؤلف

شہید محراب آیت اللہ سید عبدالحسین دستغیب قدس سرہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تالیف

شہید محراب آیت اللہ العظمیٰ سید عبدالحسین دستغیبؒ

مترجم

مولانا سید سجّاد حیدر رضوی

ناشر

مکتب اہل البیتؑ ۔ سی ۱۲ رضویہ سوسائٹی کراچی
شعبۂ نشر و اشاعت

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نام کتاب: ایمان جلد دوئم

تالیف: آیۃ اللہ العظمیٰ سید عبد الحسین دستغیبؒ

مترجم: مولانا سید سجاد حیدر رضوی صاحب

مولانا سید ابو طالب موسوی صاحب

تاریخ طباعت: ماہ محرم ۱۴۴۱ھ بمطابق ۲۰۱۹ء

مطبع: محمدی پرنٹرز کراچی

کمپوزنگ: مولانا جمال شہیدی صاحب

ہدیہ: 400 روپے

تعداد: 500

ناشر

مکتبِ اہل البیتؑ

C-33 رضویہ سوسائٹی، کراچی۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

عرضِ ناشر

قارئین کرام   السلام وعلیکم

اُمید ہے ادارہ کی جانب سے شائع شدہ کُتب کی طرح یہ کتاب ''ایمان'' جلد دوئم بھی مومنین کرام کے ایمان کی تقویت اور قلب کو منور کرنے کا باعث ہوگی۔

یہ کتاب ''ایمان'' فارسی زبان سے اُردو میں ترجمہ کی گئی ہے جو شہیدِ محراب آیت اللہ دستغیب ؒ کی تقاریر کا مجموعہ ہے۔

اس کتاب کا پہلا حصہ ''ایمان'' جلد اوّل کے عنوان سے شائع کیا جاچکا ہے۔ دوسرے حصہ کا ترجمہ بھی مولانا طالب موسوی صاحب نے شروع کیا تھا لیکن وہ اپنی گوناگوں مصروفیات کی بنا پر اس کو آگے نہ بڑھا سکے چنانچہ ہم نے اس ترجمہ کے سلسلے میں مولانا سجاد حیدر رضوی صاحب سے رجوع کیا، مولانا موصوف نے یہ ذمہ داری قبول فرمائی۔

مومنین کرام کی اس کتاب میں دلچسپی کا اندازہ یوں بھی کیا جاسکتا ہے کہ جلدِ اول کی طبع ثانی بھی بازار میں نایاب ہے۔ خدا تعالیٰ کے فضل و کرم اور حضرت ولی عصر (عجل) کی عنایات کے زیرِ سایہ کتاب ایمان کا دوسرا حصہ ترجمہ کرکے آپ کی خدمت میں پیش کیا جارہا ہے۔

ترجمہ کے سلسلے میں پوری جانفشانی و دقتِ نظر سے کام لیا گیا ہے۔ ترجمہ مکمل ہونے کے بعد اصل سے تطبیق کی گئی حتی الامکان کوشش کی گئی کہ زبان و بیان میں کوئی خامی نہ رہنے پائے پھر بھی ہم صاحبِ نظر مترجمین اور قارئین کے اصلاحی مشوروں سے بے نیاز نہیں ہوسکتے۔ ان کی رونمائی آئندہ طباعت کو مزید بہتر بنانے میں معاون ثابت ہوگی۔

آخر میں دُعا کرتے ہیں کہ خدا تعالیٰ ہماری یہ کوشش قبول فرمائے اور ائمہ طاہرین کی خوشنودی کا ذریعہ قرار پائے۔ (آمین)

ناشر: مکتب اہل البیتؑ C-33، رضویہ سوسائٹی کراچی۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

فہرست

عنوان	صفحہ
نہو سائی امراض کی دوا بن گیا	۲۲
ناکامیاں اسباب سے قطع تعلق کر دیتی ہیں	۲۳
لافتیٰ الا علی لا سیف الا ذوالفقار	۲۵
علی کا صبر ان کا معجزہ ہے	۲۶
تقریر ۳	۲۸
لاپرواہی قساوت قلب کا باعث ہوتی ہے	۲۸
مسجد کے مینار پر کھڑے ہو کر لوگوں کے گھروں میں جھانکنا	۳۰
شکم پری اور حرام خوری سنگدل بنا دیتی ہے	۳۳
گناہ اور قلب کی ناپاکی	۳۴
قساوت کا علاج کیا ہے	۳۶
سکندر اعظم اور چینی بادشاہ کی داستان	۳۷
تقریر ۴	۴۳
گناہ میں بے باقی اور دل کی قساوت	۴۳
دیرینہ نفسانی خواہشات اور دل کی سختی	۴۴
حجاج ملعون اور سوچی کی خام خیالی	۴۵
مادی دنیا کی خواہشات کا سلسلہ لامتناہی ہے	۴۶
سات سو سالہ عمر کے لئے گھر کی ضرورت نہیں	۴۸
دو ماہ کے لئے قرض اور طولانی آرزو	۴۹
موت پیغمبر گرامیؐ کی نظروں میں رہتی تھی	۵۰
زندگی کا بھروسہ نہیں لہٰذا وعدہ نہیں کرتا	۵۲

عنوان	صفحہ

عنوان	صفحہ

عنوان	صفحہ

عنوان	صفحہ

عنوان	صفحہ

عنوان	صفحہ
قرآن میں دو بھائیوں یہودا اور پطروس کا واقعہ	۲۳۳
خدا جو چاہتا ہے کرتا ہے	۲۳۹
بنی امیہ ناکام زمانہ	۲۴۰
تقریر ۱۸	۲۴۳
عدل کی بنیادیں فہم وفراست پر استوار ہیں	۲۴۵
خدا کی اجازت کے بغیر اس کی ملکیت میں تصرف کرنا	۲۴۶
حضرت امام سجادؑ اور اونٹ کو تازیانہ	۲۴۹
وہ لوگ آخرت میں جن کی حسرت دوسروں سے زیادہ ہوگی	۲۵۱
والدین پر اولاد کا حق	۲۵۳
اولاد کو جھوٹ اور چغلخوری سے باز رکھیں	۲۵۵
ایک شخص کا اپنی ماں کو مکہ ومدینہ لے جانا	۲۵۵
ماں کی مار کو برداشت کرنا اولاد کے حق میں بہتر ہے	۲۵۷
اولاد کو بددعا دینے کا نتیجہ برا ہوتا ہے	۲۵۸
چڑیا اور زمخشری کا پاؤں سے معذور ہونا	۲۵۹
ہمسائے کا حق	۲۶۰
بحر العلوم کا اپنے شاگرد کے پڑوسی کو کھانا بھجوانا	۲۶۱
ہر سال میں شریک ساتھی کے حق کا خیال کرنا	۲۶۳
کھجور کا درخت اور سمرہ کی روایت	۲۶۳
حضرت علیؑ پر تہمت لگانے کا انجام	۲۶۶
ہم مومنین کے لئے دولت نہیں جنت چاہتے ہیں	۲۶۷

عنوان	صفحہ

عنوان	صفحہ

عنوان	صفحہ
گناہوں کو جان کر ان سے اجتناب کریں	۳۱۷
بوڑھی عورتوں پر پردہ واجب نہیں ہے	۳۱۸
پیغمبر اکرمؐ اور حضرت علیؑ کا عورتوں سے بیعت لینا	۳۲۰
نرمی اور پیسوں کی لالچ کے ذریعے برائیوں سے روکے	۳۲۴
ایک برائی سے روکنا اور کئی برائیوں کا ارتکاب کرنا	۳۲۶

تقریر ۱

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الم یأن للذین امنوا ان تخشع قلوبھم لذکر اللہ و ما نزّل من الحق ولا یکونوا کالذین اوتوا الکتاب من قبل فطال علیھم الامد فقست قلوبھم و کثیر منھم فاسقون (سورۃ الحدید: آیت ۱۶)

ترجمہ: ''کیا ایمانداروں کے لئے ابھی تک وقت نہیں آیا کہ خدا کی یاد اور قرآن جو (خدا کی طرف سے) نازل ہوا ہے ان کے دل نرم ہوں اور وہ ان لوگوں کے جیسے نہ ہو جائیں جن کو ان سے پہلے کتاب (توریت و انجیل) دی گئی تھی تو (جب) ایک زمانہ دراز گزر گیا تو ان کے دل سخت ہوگئے اور ان میں سے بہت سے بدکار ہو گئے۔''

ہماری گفتگو کا سلسلہ یہاں تک پہنچا تھا کہ ایمان، خدا کے لئے تعلیم و رضا اور خشیت قلبی پیدا کرنے کا نام ہے۔ نور ایمان کا نفوذ اور یقین خدا کی جانب سے پیدا ہوتا ہے لیکن اگر انسان خود چاہے تو یہ ایمان کی روشنی اس کے قلب میں پھیل جاتی ہے خدا کی طرف سے کوئی جبر نہیں ہے اگر کوئی شخص اسلام لے آتا ہے عقائد حقہ کو قبول کر لیتا ہے واجبات پر عمل کرنے لگتا ہے اور خصوصاً گناہوں کو ترک کر دیتا ہے تو ایمان کی روشنی اس کے قلب میں جا گزین ہونے لگتی ہے نور ایمان اس کے دل میں داخل ہو جاتا ہے اور اس کا

قلب منور ہونا شروع کر دیتا ہے اور اس کے لئے ہر شی واضح اور روشن ہو جاتی ہے اگر چہ اس سے قبل جو اس کے دل میں روشنی تھی وہ بہت مدھم اور مصنوعی سی تھی اس کے امور میں روح نہیں تھی لیکن اس کے دل میں ایمان کی روشنی آتے ہی اس کا قلب، خدا کو محسوس کرنے لگتا ہے کہ اس کی معرفت پیدا ہونے لگتی ہے اور وہ جہاں جاتا ہے وہ یہ درک کرنے لگتا ہے کہ خدا اس کے ساتھ ہے اسے یقین پیدا ہو جاتا ہے کہ اگر وہ خدا کو نہیں دیکھ سکتا تو خدا تو اسے دیکھ رہا ہے اور یہ نور جس کے قلب میں اتر جاتا ہے اس کی حالت یکسر بدل جاتی ہے اس کی بے عقلی ختم ہو جاتی ہے اس سے پہلے آخرت پر اس کا ایمان پختہ نہیں تھا۔ اگر وہ خمس نکالنا بھی چاہتا تھا تو بہت مشکل سے دیتا تھا وہ اسے اپنا مالی نقصان سمجھتا تھا اس پر اس کا ایمان نہیں تھا کہ اگر وہ ایک درھم راہ خدا میں دے گا تو اس کا عوض خدا ضرور دیتا ہے ایمان کی روشنی آنے کے بعد اس کی حالت بالکل بدل جاتی ہے۔

راہ خدا میں انفاق کرنا دینے والے کے فائدے میں ہے

کمزور ایمان کی حالت میں وہ یہ سوچتا ہے کہ جو کچھ خدا کی راہ میں دیا ہے وہ اس کے ہاتھ سے ضائع ہو گیا لہٰذا جہاں تک ممکن ہو وہ راہ خدا میں انفاق سے گریز کرتا ہے مختلف بہانے کرنے لگتا ہے کہ میں اپنی محنت کی کمائی دوسروں کو کیوں دوں؟ کیونکہ اس کے ذھن میں یہی ہے کہ اگر خمس دے دیا تو

وہ پیسہ بے کار جائے گا، لیکن اگر اس کے دل میں ایمان پختہ ہو گیا تو وسعتِ قلبی پیدا ہو جائے گی تو خمس اس کے نزدیک کوئی چیز نہیں ہوگی سالانہ بچت کا پانچواں حصہ کوئی بڑی بات نہیں جو مال خدا نے آپ کو دیا ہے۔ وہ اپنی حیثیت کے مطابق خرچ کریں اور سال کے آخر میں جو اس میں سے بچ جائے اس کا پانچواں حصہ نکال دیں اگر نورِ ایمان دل میں آجائے تو انسان جو دیتا ہے وہ اسے کم لگتا ہے پھر خمس کو وہ آسان چیز سمجھتا ہے۔

حضرت سجادؑ جب کسی غریب کو کوئی چیز دیتے تھے تو اپنا ہاتھ چومتے تھے اور بعض روایات میں ہے کہ سائل کے ہاتھ کا بوسہ لیتے تھے جب کسی نے امامؑ سے اس فعل کا سبب پوچھا تو آپ نے فرمایا کیا خدا نے قرآن مجید میں یہ نہیں فرمایا:

وھو یأخذ الصدقات

''اور وہ صدقات وصول کرتا ہے''

یہ دراصل خدا ہے جو ہم سے صدقات لے رہا ہے ظاہر میں تو یہ سائل یا مانگنے والے کا ہاتھ ہے لیکن حقیقت میں خدا وصول کر رہا ہے اس اعتبار سے سائل کا ہاتھ متبرک ہو گیا لہٰذا اس وجہ سے میں اپنے ہاتھ کا بوسہ لیتا ہوں کہ اس ہاتھ سے ایک نیک کام صادر ہوا ہے۔

ایک سائل امام حسینؑ کے پاس آیا جس کو کسی کا خون بہا ادا کرنا تھا

اس نے امام حسینؑ سے سوال کیا آپؑ اسے اپنے گھر کے اندر لے آئے اور غلام کو بلا کے پوچھا گھر میں کتنی رقم موجود ہے اس نے بتایا حضور چار ہزار درھم موجود ہیں آپؑ نے ساری رقم لی اور اپنے دروازے کے پیچھے سے ہاتھ بڑھا کر اس سائل کو دے دی سائل نے پوچھا مولاؑ آپ چھپ کے کیوں دے رہے ہیں؟ امامؑ نے فرمایا سامنے آنے سے مجھے شرم آرہی ہے کہ میں خاطر خواہ تیری مدد نہیں کر سکا کیونکہ اس سے زیادہ رقم میرے پاس نہیں ہے جو میں تجھے عطاء کرتا میں معذرت خواہ ہوں۔

ایک مرتبہ اس سائل نے روتے ہوئے کہا افسوس صد افسوس ایسے ہاتھ بھی زیرِ خاک پوشیدہ ہو جائیں گے۔

جو بھی مال ہے وہ سب خدا کا ہے اس کا عطاء کردہ ہے اگر ہم وہ مال خدا کی خاطر کسی کو عطا کریں گے اس کا بدلہ ہمیں ضرور ملے گے۔

میں جہنم کے خوف سے کنیزوں کو آزاد کرنا چاہتی ہوں

علماء نے لکھا ہے مدینہ منورہ کے ایک معزز گھرانے کی خاتون مسجد نبویؐ میں پیغمبر کے پیچھے نماز عشاء پڑھنے کے لئے آئی حضور اکرمؐ نے نماز میں اس آیت کی تلاوت فرمائی: وان جهنم لموعدهم اجمعين ○ لها سبعة ابواب لكل باب منهم جز مقسوم

(سورۃ الحجر: آیت ۴۳-۴۵)

"اور بے شک ان سب کے واسطے (آخری) وعدہ بس جہنم ہے جس کے سات دروازے ہوں گے ہر دروازے (میں جانے) کے لئے ان گمراہوں کی الگ الگ ٹولیاں ہوں گی۔"

یعنی جو شخص بھی کفر پر مرے گا ایسے لوگوں کے لئے آخرت میں جہنم کے ساتھ طبقہ ہیں اور ہر گروہ کے لئے ساتھ دروازے ہیں۔ وہ عورت مومنہ تھی نماز کے بعد پیغمبر کے پاس آئی اور گریہ زاری کرنے لگی اور کہنے لگی یا رسول اللہؐ اس آیت نے تو مجھے بہت زیادہ پریشان اور خوفزدہ کردیا ایسا کون سا عمل انجام دوں کہ یہ جہنم کے دروازے میرے لئے بند ہو جائیں، آپؐ نے خود فرمایا ہے کہ صدقہ آتش جہنم کے لئے سپر ہے الصدقه جُنّة من النار (سفینہ البحار جلد ۲) یا رسولؐ اللہ دنیا کے سرمائے میں میرے پاس صرف سات کنیزیں ہیں یعنی اپنی ساری دولت ان کنیزوں پر صرف کردی میں چاہتی ہوں جہنم کے ہر دروازہ کو اپنے اوپر بند کرنے کے عوض ان ساتوں کو راہ خدا میں آزاد کردوں یا رسول اللہؐ آیا آپ مجھے اس بارے میں اطمینان دلا سکتے ہیں کہ آتش جہنم مجھے نہ جلائے۔

انسان کے دل میں تمام چیزوں کا خوف ہے سوائے خوف عذاب الٰہی حالانکہ اگر ایمان دل میں راسخ ہو جائے تو اس کو گناہ کے ارتکاب میں خوف محسوس ہوتا وہ جانتا ہے ایک جھوٹ اسے آگ میں ڈال سکتا ہے آتش جہنم

کے خوف سے اس کی نیند حرام ہو جاتی ہے۔

نماز جماعت میں نہ پہنچنے کا افسوس

لیالی الاخبار میں درج ہے ایک بزرگ آدمی کسی سے ملاقات کے لئے آئے روز آنہ کے برخلاف آج کچھ پریشان معلوم ہو رہے تھے صاحب خانہ نے پوچھا کیا بات ہے خیریت تو ہے آج آپ کسی مصیبت میں گرفتار نظر آرہے ہیں، خدانخواستہ کوئی حادثہ پیش آگیا ہے وہ بزرگ فرمانے لگے حادثہ ہی سمجھے، گذشتہ رات کسی رکاوٹ کی بناء پر نمازِ جماعت میں نہ پہنچ سکا جس کا مجھے بڑا افسوس رہا اور میں نے نمازِ عشاء فرادہ پڑھی جماعت کی فضیلت سے محروم رہ گیا۔

جب ایمان آجاتا ہے تو وہ یہ جان لیتا ہے کہ نمازِ جماعت کی کیا تاثیر ہوتی ہے خدا ایسے نمازیوں کو دوست رکھتا ہے جس طرح ہم دنیاوی معاملات میں ہونے والے نقصان سے پریشان ہو جاتے ہیں مومن اخروی معاملات جو خدا کے ساتھ مربوط ہیں ایسے ہی تاجر کی طرح پریشان اور اداس ہو جاتا ہیں۔ کوئی اچھا سودا ہو گیا پیسہ نقد ہاتھ آیا کاروبار میں نفع ہوا فوراً خوشی سے سرشار ہو جاتا ہے جہاں کاروبار میں کوئی مشکل پیش آئی خریدار نہیں ہے یا بازار میں جنس کی قیمت گر گئی ہے تو آپ کا کیا حال ہوتا ہے؟

یہ دنیاوی کاروبار میں آپ کتنے افسردہ و پژمردہ ہو جاتے ہیں بعینہ

یہی مراتب ایک مومن کے ساتھ اخروی امور میں پیش آتے ہیں آپ کے عمل کا خریدار خدا ہے جہاں آپ نے عمل میں سستی کی اپنا سر پیٹیں گے کہ افسوس کہ ایک نیک راہ ہاتھ آئی تھی اور میں نے غفلت اور لا پرواہی سے کام لیا۔

آپ اگر کسی بھوکے ننگے یتیم شخص کو کسی صاحب حیثیت مسلمان کے پاس لے جائیں اور اس سے کہیں کہ اس یتیم کو کھانا کھلا دیں یا لباس پہنا دیں تو وہ کہے گا آج کل میرا کاروبار نہیں چل رہا میں مقروض ہوں اس کو فلاں شخص کے پاس لے جاؤ شاید وہ اس کی کوئی مدد کردے وہ اس کو لوٹانے کے لئے یہی کہے گا کیونکہ وہ ثروت مند شخص یہ سمجھ رہا ہے کہ اب تک خیرات میں جو کچھ دیا وہ رائیگاں گیا۔ خدا پر اس کا یقین نہیں ہے دل میں ایمان نہیں ہے ورنہ وہ ایسی فاسد سوچ نہیں رکھتا جو خدا کی راہ میں انفاق کرتا ہے پھر اسے نہیں سوچتا بلکہ راہِ خدا میں نیکی کر کے بھول جاتا ہے اور اگر وہ ایمان کے مقامات کو سمجھ لے تو ایمان میں اگر مشقت اور زحمت ہے تب بھی وہ اسے حاصل کرنے کی کوشش کرے گا کیونکہ اس طرف اس کی رغبت ہی نہیں ہوتی اور اس کے نزدیک ایمان کی کوئی قیمت نہیں ہوتی حالانکہ پروردگار عالم ارشاد فرما رہا ہے:

لن تنالوا البرّ حتّٰی تنفقوا مما تحبون

وما تنفقوا من شی فان الله به علیم

(آل عمران: آیت ۹۲)

"جب تک تم اپنی پسندیدہ چیزوں میں سے راہ خدا میں خرچ نہ کرو گے ہرگز نیکی کے درجہ پر فائز نہیں ہو سکتے اور تم کوئی سی چیز خرچ کرو خدا تو اس کو ضرور جانتا ہے۔"

یعنی تم حقیقی نیکی تک نہیں پہنچ سکتے مگر یہ کہ اس چیز کو راہ خدا میں خرچ کردو جو تمہیں زیادہ عزیز ہے اگر تمہارے قلب میں ایمان کی روشنی ہے تو جو چیز تمہیں پسند ہے خدا کی راہ میں دے دو۔

تازہ اور نئے انگور انفاق کے لئے بہترین ہیں

امام زین العابدینؑ انگور زیادہ پسند فرماتے تھے (انگور اور انار جنت کے پھلوں میں سے ہیں) انگور کا نیا نیا موسم تھا بازار میں ابھی کم آئے تھے اصحاب امامؑ میں سے کسی نے آپؑ کو انگور پیش کئے امام خوشۂ انگور سے دانہ توڑ کر کھانا ہی چاہتے تھے ایک سائل نے صدا دی آپؑ قبل اس کے کہ دانہ کھاتے خوشۂ انگور اس سائل کو دے دیا اصحاب میں سے کسی نے کہا آقا یہ انگور ہم آپؑ کے لئے لائے تھے کیونکہ ابھی انگور بازار میں نیا نیا آیا ہے اور ناپید ہے آپؑ اسے تناول فرمائیں سائل کو پیسے دے دیں امامؑ نے فرمایا یہ انگور مجھے پسند ہیں جبھی تو اپنی پسند کی چیز راہ خدا میں دے رہا ہوں۔

حضرت امام رضاؑ دستر خوان بچھاتے تھے قبل اس کے کہ کچھ کھائیں دستر خوان پر جو کچھ موجود ہوتا وہ ایک رکابی میں جمع کر کے حکم دیتے کہ کسی

محتاج کو دے دو نہ یہ کہ سوکھی روٹی جو بچ جاتی ہیں ہم وہ فقیر کو دیں۔

گناہ اور حبِ دنیا یہ دونوں ایمان کے ساتھ جمع نہیں ہو سکتے

میری مراد ایمان کی روشنی سے ہے یہ روشنی خدا جس کو عطاء کرتا ہے اس کی زندگی یکسر بدل جاتی ہے پہلے مسلمان بنیں بعد میں مومن یعنی پہلے گناہ ترک کریں گناہوں کی آلودگی میں ایمان نصیب نہیں ہوتا۔ ایمان گناہ کے ساتھ جمع نہیں ہو سکتا مگر یہ کہ گناہ ترک کئے جائیں یہ دونوں آپ میں متصادم ہیں اگر کسی کے دل میں گناہ جگہ لے لیں تو وہاں نورِ ایمان جاگزین نہیں ہو سکتا۔

جس کے دل میں حبِ دنیا ہے وہ دل نورِ ایمان سے منور نہیں ہو سکتا اگر ایمان چاہتے ہیں تو پہلے مسلمان بننے کی کوشش کریں خدایا تو نے مجھے زندگی بخشی کہ رمضان کے روزے رکھوں نماز پڑھوں خدایا مجھے ایمان بھی عطا کر کہ میں ذوق وشوق سے اپنی زندگی تیری بندگی میں صرف کر دوں۔

واشتاق الی قربک فی المشتاقین وادنو منک دنو المخلصین

(دعائے کمیل)

"اور تیرا قرب حاصل کرنے کا اشتیاق رکھنے والوں کا جیسا شوق مجھے بھی حاصل ہو اور تجھ سے اخلاص رکھنے والوں کی سی قربت مجھے بھی حاصل ہو جائے۔ قلب کو خدا سے مانوس ہونے کا خوگر بنائیے۔

مومن کا ماہِ رمضان سے لطف اندوز ہونا

آپ نے عید کے موقع پر بچوں کی خوشی کا عالم تو دیکھا ہی ہوگا بلکہ جب آپ خود بچے تھے تو کس قدر خوش ہوتے تھے۔ آپ کو رمضان المبارک کی آمد پر بھی اسی طرح خوش ہونا چاہئے، یہ برکتوں اور رحمتوں کا مہینہ ہے۔ اس مبارک مہینہ میں قرآنِ کریم کی ایک آیت کی تلاوت پورے قرآن کی تلاوت کے برابر ہے جو بھی خدا کا مہمان ہوا اس کا ہر سانس تسبیح خدا پڑھنے کا ثواب ہے۔ امام زین العابدینؑ صحیفۂ سجادیہ اور وداعِ ماہِ رمضان کی دعاؤں میں فرماتے ہیں:

السلام علیک یا عید الاولیاء

''سلام ہو تجھ پر اے ماہِ رمضان کہ تو اولیا اللہ کی عید ہے۔''

(صحیفۂ سجادیہ)

پچاس سال روزہ رکھتے ہوگئے لیکن کراہت کے ساتھ دن گنتے ہیں کہ کب رمضان ختم ہوگا۔ بچپن میں عمدہ غذاؤں اور خوبصورت لباس سے دل شاد ہوا کرتا تھا۔ لیکن اب پروردگار کے حضور مناجات اور راز و نیاز سے لذت ملنی چاہئے۔ بچپن میں قصہ کہانی اور پیاری پیاری تصویریں دیکھ کر خوشی ہوتی تھی اور اب قرآن مجید کی تلاوت سے مسرت ہونی چاہئے۔ ایک حکایت بیان کرتا چلوں۔

نماز عشق اور تیروں کی بارش

تفسیر مجمع البیان اور دیگر تفاسیر میں آیا ہے کہ کسی ایک غزوہ کے دوران جس میں آنحضرتؐ بھی شریک تھے، قرار پایا کہ چند سپاہی بیابان میں رک جائیں تاکہ دشمن کے شب خون سے لشکر محفوظ رہ سکے۔ آنحضرتؐ نے دو اشخاص، اصحاب میں سے چن کر نگرانی پر مامور کر دیئے عمار بن یاسرؓ اور ایک کوئی اور صحابی، لشکری سو گئے، ان دو افراد نے یہ طے کیا کہ ایک آدمی آدھی رات جاگے اور دوسرا اس دوران آرام کرلے۔ عمار سو گئے اور ان کا ساتھی جاگ رہا ہے نماز پڑھنے کھڑے ہوتے ہیں، نماز کی پہلی رکعت میں سورہ کہف کی تلاوت شروع کردی اسی اثناء میں ایک یہودی جاسوسی کرتا ہے کہ یہ دیکھ سکے کہ لشکر اسلام سو رہا ہے یا بیدار ہے آیا شب خون مارنے کا کوئی موقع نکلتا ہے یا نہیں، یہودی نے دور سے دیکھا کہ کوئی چیز ستون کی مانند کھڑی ہے تاریکی میں اسے اندازہ نہیں ہو رہا تھا کہ لکڑی، درخت یا کوئی انسان کھڑا ہے معلوم کرنے کی غرض سے اس نے اس سمت تیر پھینکا نمازی کے سینہ پر تیر لگا لیکن وہ اپنی جگہ سے ذرا سا بھی نہیں ہلے، قرآن کریم کی تلاوت میں محو ہیں اور محویت کا یہ عالم ہے کہ اطراف کی کوئی پرواہ نہیں ہے، یہودی نے دیکھا کہ کسی نے جنبش نہیں کی لیکن اپنے شک کو

یقین میں تبدیل کرنے کی غرض سے کہ تیر نشانہ پر لگا بھی ہے کہ نہیں، دوسرا تیر پھینکا، تیر سوراخ کرتا ہوا جسم میں پیوست ہو گیا، لیکن اس مرتبہ بھی وہ اپنی جگہ سے نہیں سرکے، تیسرا تیر پھینکنے پر یہ پاؤں کے اشارہ سے عمار کو بیدار کر دیتے ہیں، یہ صحابی نماز سے فارغ ہوتے ہی گر پڑتے ہیں، عمار مسلمین کو بیدار کردیتے ہیں، شور مچتے ہی یہودی ملعون بھاگ کھڑا ہوتا ہے، عمار کہتے ہیں اے میرے دوست تم نے پہلے تیر کی آمد پر ہی بیدار کیوں نہ کیا؟ کہا: خدا کی قسم سورۂ کہف کی تلاوت میں ایسا منہمک ہوا کہ کسی چیز کا دل نہ چاہا لیکن اس ڈر سے کہ اگر میں نے دیر کی اور بیہوش ہو گیا تو مسئلہ سنگین صورت اختیار کر سکتا ہے، اس خوف سے کہ دشمن لشکر اسلام کو کوئی گزند نہ پہنچادے، تمہیں بیدار کرنا ضروری جانا ورنہ عام حالت میں بیدار نہ کرتا۔ (تفسیر مجمع البیان)

دیکھئے نماز مستحبی ہے لیکن اس طرح اس کا اہتمام کیا جارہا ہے۔ اے مسلمان تمہاری نماز صبح قضا ہو جاتی ہے۔ گرمیوں کی چھوٹی راتوں میں دیر تک ٹیلی ویژن کے سامنے بیٹھے رہتے ہو اور صبح کی نماز کے لئے بیدار نہیں ہوتے اور بے باکی کا مظاہرہ کرتے ہو اور اس پر مسلمان اور مومن ہونے کے دعویدار ہو؟

نور ایمان کے حصول کی کوشش

اگر ایمان پیدا ہو جائے تو انسان کی حالت بدل جاتی ہے پتہ نہیں

میری یہ باتیں دلوں کو جنبش دے رہی ہیں یا نہیں۔ ایک عمر گزر گئی ہے اسلام کا دم بھرتے ہوئے، پتہ نہیں میرے قلب میں ایمان جیسی کوئی چیز پیدا ہوئی بھی ہے کہ نہیں جب تک آپ کا اسلام محکم نہ ہوگا۔ اس وقت تک خدا کے عطا کردہ نور ایمان کی معرفت حاصل نہیں کر سکتے جب تک سعی نہیں کریں۔

نابردہ رنج گنج میسر نمیشود

''جب تک زحمت میں مبتلا نہ ہوں خزانہ ہاتھ نہیں آتا''

اور وہ بھی ایمان کا خزینہ کیا مفت میں تقسیم ہو رہا ہے؟ زبردستی تو کوئی چیز بھی کسی کو نہیں دی جاتی۔

بڑے بزرگوں نے کتنی محنت مشقت، گریہ وزاری اور شب بیداریوں کے ذریعہ خدائے بزرگ و برتر سے ایمان کے نور کے حصول کی تمنا کی ہے۔ دعائے ابوحمزہ ثمالی میں دیکھ لیں۔ امام زین العابدینؑ کیا کیا جتن کر رہے ہیں۔ جس طرح دنیوی امور کے سلسلہ میں گریہ وزاری کرتے ہیں کم از کم اسی طرح خدا سے سرمایہ ایمان میں اضافے کی دعا مانگیئے۔

من این لی الخیر یارب ولا یوجد الا من عندک

ومن این لی النجاه ولا تستطاع الابک
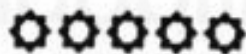
✿✿✿✿✿

تقریر ۲

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الم یانِ للّذین امنوا ان تخشع قلوبھم لذکر اللہ و ما نزّل من الحق ولا یکونوا کالّذین اوتوا الکتاب من قبل فطال علیھم الامد فقست قلوبھم و کثیر منھم فاسقون (سورۃ الحدید: آیت ۱۶)

ترجمہ: ''کیا ایمانداروں کے لئے ابھی تک وقت نہیں آیا کہ خدا کی یاد اور قرآن جو (خدا کی طرف سے) نازل ہوا ہے ان کے دل نرم ہوں اور وہ ان لوگوں کے جیسے نہ ہو جائیں جن کو ان سے پہلے کتاب (توریت و انجیل) دی گئی تھی تو (جب) ایک زمانہ دراز گزر گیا تو ان کے دل سخت ہو گئے اور ان میں سے بہت سے بدکار ہو گئے۔''

ایمان ہر خیر اور مقام و منزلت کی بنیاد ہے۔ اگر ایمان نہ ہو تو دنیاوی زندگی جانور کی مانند ہو جاتی ہے اور آخرت میں بھی انکا انجام معلوم ہے۔

صم بکم عمی فھم لا یرجعون

ترجمہ ''یہ لوگ بہرے گونگے اندھے کہ پھر اپنی گمراہی سے باز نہیں آسکتے۔''

(سورۃ بقرہ: آیت ۱۸)

ایمان ایک دائمی اور وجودی حقیقت ہے مشکوک یا وہمی شی نہیں ہے اور نہ ہی کوئی جدا امر ہے یا برائے نام کوئی چیز ہے بلکہ ایمان کو در حقیقت نور

سے تعبیر کیا جاتا ہے اور ایسا نور جو قلب انسانی میں ایک مستقل حیثیت رکھتا ہے جس کا ارتکاز قلب انسانی ہے ایمان کو قدرت کے قلم سے دل پر نقش کر دیا جاتا ہے۔

اولٰئک کتب فی قلوبھم الایمان

ترجمہ "یہی وہ لوگ ہیں جن کے دلوں میں خدا نے ایمان کو ثابت کر دیا ہے۔"

(سورہ مجادلہ: آیت ۲۲)

لہٰذا ایمان کا نور محو ہونے والا نہیں ہے۔ اصول کافی کے ایک باب میں یہ بحث آئی ہے کہ آیا یہ ممکن ہے کہ ایمان کم ہو جائے یا بالکل نابود ہو جائے۔ تحقیق یہ ہے کہ اگر قدرت کے ساتھ ایمان دل پر نقش ہو گیا ہو تو ایسے میں شیاطین کے بس کی بات نہیں کہ وہ اس طرح کے دل پر اپنا سایہ ڈال سکیں۔ البتہ اگر خود انسان اس کے نقص پر تل جائے تو اور بات ہے۔ جب تک الٰہی تائیدات شامل حال رہیں گی اس کے سامنے کوئی طاقت نہیں آ سکتی۔

وایدھم بروح منه

ترجمہ "ایسا نور ہے جو بجھنے والا نہیں ہے۔ (سورہ مجادلہ: آیت ۲۲)

آیت شریفہ میں واضح طور پر بیان کیا جا رہا ہے کہ اس کی جگہ دل میں ہے۔ ایمان ابھی تک تمہارے قلب میں نہیں آیا ہے۔ آپ مسلمان ہیں۔

قالت الاعراب آمنا قل لم تؤمنوا ولکن قولوا

اسلمنا ولما یدخل ایمان فی قلوبکم

ترجمہ: عرب کے دیہاتی کہتے ہیں کہ ہم ایمان لائے (اے رسولؐ) کہہ دو کہ تم ایمان نہیں لائے بلکہ (یوں) کہو کہ ہم اسلام لائے حالانکہ ایمان کا تو ابھی تک تمہارے دلوں میں گزر نہیں ہوا۔ (سورۂ حجرات: آیت ۱۴)

وہ حقیقت جو دل میں روشن ہونی چاہیے۔ ابھی نہیں آئی ہے۔ ایمان الٰہی عطیہ ہے، امنِ الٰہی ہے۔ اس نور کو خدا دل میں روشن فرماتا ہے۔ پہاڑ کی مانند محکم کوئی وہم وخیال، کوئی حادثہ اس کو خدائے بزرگ سے باز نہیں رکھ سکتا۔

هو الذی انزل السکینه فی قلوب المومنین
لیزدادوا ایمانا مع ایمانهم. (سورۂ فتح ۴۸: آیت ۴)

ترجمہ: "اور وہی (خدا) تو ہے جس نے مومنین کے دلوں میں تسلی نازل فرمائی تاکہ اپنے (پہلے) ایمان کے ساتھ اور ایمان کو بڑھائیں"

تمام خلق ایک طرف اور یہ ایک طرف اپنے ایمان پر ڈٹا رہتا ہے۔

مستقل ایمان کے اثار

میں بندہ ہوں اور وہ خدا ہے یعنی مضبوطی سے خانۂ خدا میں اپنے عقیدے پر قائم و دائم رہتا ہے، گرگٹ صبح سے شام تک کئی مرتبہ اپنا رنگ بدلتا ہے، کہیں ایسا نہ ہو کہ آپ بھی گرگٹ ہو جائیں، صبح خدا کے ساتھ دوپہر کو شاطین اور شام ہوئے نفس کے ہمراہ نہ تو خدا سے کوئی کام اور نہ آخرت کی

کوئی پرواہ یہ کفر کی حالت ہے جس کے دل میں ایمان کا نور پیدا ہو جائے اسے آخرت کا خوف تیر کی طرح چھیل دیتا ہے۔

قد براھم الخوف بری القداح

ترجمہ: "خوف خدا نے انہیں تیروں کی طرح لاغر اور کمزور کر دیا ہے۔"

(نہج البلاغہ: خطبہ ہمام)

خوف نے علیؑ کے نالے بلند کر دیے ہیں، میں اور آپ بے خبر ہیں جس وقت دل باخبر ہو گیا اس وقت آپ کو احساس ہوگا کہ یہ بے خبری آپ پر کیا اثر کرتی ہے۔ ایک اور روایت میں ہے کہ آخرت کا خوف انسان کو مشک کی مانند سکھا دیتا ہے یہ عاقبت کے انجام کا خوف بہت اہم ہے۔

قیامت کے روز اپنے اعمال کی فائل کے بارے میں پتہ ہے آپ کے سارے اعمال لکھے جائیں گے کوئی رعایت یا کمی بیشی نہیں ہوگی، فائل ہاتھ میں تھما دی جائے گی لو خود پڑھ لو......!

لا یغادر صغیرۃ ولا کبیرۃ الا احصیھا

ترجمہ: "نہ چھوٹے ہی گناہ کو بے قلمبند کیے چھوڑتی ہے نہ بڑے گناہ کو۔"

(سورۂ کہف: آیت ۴۹)

اقراء کتابک کفی بنفسک الیوم علیکم حسیباً

ترجمہ: "(اور ہم اس سے کہیں گے) کہ اپنا نامہ اعمال پڑھ لے اور آج اپنا

حساب لینے کے لئے تو آپ ہی کافی ہے۔"

(سورۂ اسراء: آیت ۱۴)

انصاف سے بتایئے آیا آپ کو حساب کتاب سے خوف آیا ہے یا نہیں؟ دنیا کی مشغولیات آپ کو بھلا ان چیزوں کا موقع کہاں دیتی ہیں۔

آزمائشیں اور بارگاہ خداوندی میں آہ وزاری

ایمان مسلمہ ملکوتی وامر معنوی ہے۔ کوئی تصوراتی یا فرضی چیز نہیں ٹھوس حقیقت ہے۔ رسول خداؐ اسے نور سے تعبیر فرمارہے ہیں پس اس دل کو ایسا دل ہونا چاہئے کہ قابلِ ہدایت ہو، کتب فی قلوبھم الایمان ہوجائے، اگر ایمان ایسا نور ہے جو خداوند کریم کی جانب سے دل میں جگہ کرتا ہے تو اس دل کو نرم ہونا چاہئے تاکہ ایمان کا نور تاثر دکھائے لیکن اگر لوہے کی طرح سخت ہو تو اس پر کوئی نقش نہیں ابھر پائے گا۔

پروردگار حکیم و کریم جس قوم میں جس فرد میں چاہتا ہے ایمان کی روشنی اس کے دل میں پھیلائے یا نقش کرے اس کے لئے وسائل فراہم کرتا ہے۔ پہلے اپنے قلم کو صیقل کرتا ہے۔ اس کے بعد اس میں ایمان کو نقش فرمادیتا ہے۔ دنیا کی نیرنگیوں کے شکار دل کو تیر بلا کے ذریعے نرم کرتا ہے۔ دنیا سے اچاٹ کردیتا ہے تاکہ واپس لوٹ آئے اور کہے یا اللہ۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: گزشتہ اقوام پر جب پیغمبروں کو بھیجتا تھا تو ان کی

آمد کے ساتھ بلائیں بھی بھیجا کرتا تھا۔ قحط، عام بیماریاں اور دشمن کے ذریعہ مشکلات تا کہ وہ ہماری طرف چلے آئیں۔ لیکن افسوس صد افسوس کے خدا نے بلائیں نازل کیں لیکن شیطان مردود نے ان کے دلوں کو انتہائی سخت کر کے ان چیزوں کا اثر نہ ہونے دیا۔

ولقد ارسلنا الیٰ امم من قبلک فاخذنا هم بالبأسا والضراء لعلهم یتضرعون فلولا اذا جائهم بأسنا تضرعوا ولکن قست قلوبهم وزین لهم الشیطان ما کانوا یعملون

ترجمہ: اور (اے رسولؐ) جو امتیں تم سے پہلے گزر چکی ہیں ہم ان کے پاس بھی بہت سے رسول بھیج چکے ہیں پھر جب نافرمانی کی تو ہم نے انکو سختی اور تکلیف میں گرفتار کیا تا کہ وہ لوگ (ہماری بارگاہ میں گڑگڑائیں تو جب ان کے سر) پر عذاب آ کھڑا ہو تو وہ لوگ کیوں نہ گڑگڑائیں (کہ ہم عذاب دفع کر دیتے) مگر ان کے دل تو سخت ہو گئے تھے اور ان کی کارستانیوں کو شیطان نے آراستہ کر دکھایا۔ (سورہ الانعام: آیت ۴۱ تا ۴۳)

اگر آپ سبب سے خوش ہو گئے اور مسبب کو بھول گئے تو خدائے کریم اس طرح کہ اس سے مانوس ہو جاؤ تم پر بلائیں بھیجتا ہے، زلزلہ و سیاہ آندھیاں لیکن تم اس قدر سخت دل ہو گئے کہ ان کا تم پر کوئی اثر نہیں ہوا۔ تمہارے دل نے جنبش بھی نہ کی۔ جب ہم نے بلائیں نازل کیں تو آخر

کیوں ہماری بارگاہ میں حاضر نہ ہوئے۔ دل اس قدر قساوت پیدا کر چکا کہ اسباب ووسائل سے ہٹنے کو جی چاہتا ہی نہیں۔ یہ بلائیں اس لئے تو بھیجی جاتی ہیں کہ جب سے دل اٹھالو نہ یہ کہ دنیا کے پیچھے بھاگتے رہو۔ ایک مثال دیتا چلوں۔

طبیب شفا دیتا ہے یا خدا؟

کوئی بیمار ہو گیا کہا گیا کہ ایک ایسا اسپیشلسٹ آیا ہے جو تمہارا ایک ہی نسخہ میں مکمل علاج کر دے گا۔ بڑی خوشی ہوتی ہے سن کر، خیال کرتا ہے کہ وہ ہی شفاء دینے والا ہے۔ اس کے پاس جا کر التماس کرتے ہیں ہزار خوشامدیں تمام ایمان اس کے گرد گھومنے لگتا ہے۔ اگر نسخہ لیا اور اچھا ہو گیا تو اس مریض کے خدائے مطلق تو طبیب صاحب ہو گئے، جہاں اٹھے بیٹھے گا یہ کہے گا اگر ڈاکٹر نہ ہوتا تو میں بھی نہ ہوتا، اس کی وجہ سے چل رہا ہوں، اللہ تعالیٰ کا ایک مرتبہ بھی شکر ادا نہیں کرتا۔ ذہن اس شفا دھندہ کی جانب مبذول ہی نہیں ہوتا۔

لیکن اگر خدا کا لطف شامل حال ہو تو جس شوق سے گیا تھا اور نسخہ بھی لیا اس کے باوجود مزید حالت بگڑ گئی تو ڈاکٹر کو کوسے گا۔ اللہ کرے ڈاکٹر مر جائے میری حالت اور بگاڑ دی۔ یہاں پتہ چلا کہ شافی کوئی اور ہے ڈاکٹر نہیں۔

ایک اسپیشلسٹ کا کہنا ہے کہ میں بعض وقت یہ یقین رکھتا ہوں کہ میں نے مرض کی بالکل صحیح تشخیص کر دی ہے اور اس کے مطابق نسخہ دیا ہے،

مریض چلا جاتا ہے۔ دوا استعمال کرتا ہے لیکن دیکھتا ہوں کہ اثر نہیں کرتی جبکہ بعض اوقات میں مرض کی بالکل صحیح تشخیص نہیں کر پاتا ہے اور ڈرتے ہوئے احتیاط کے طور پر دوا دے دیتا ہوں تو وہ دوا اثر کر جاتی ہے۔ خدا جسے شفا دیتا ہے اسے ہر دوا سے فائدہ ہو جاتا ہے بتایئے کس پر ایمان رکھتے ہیں۔

بھوسا کئی امراض کی دوا بن گیا

مرحوم صدر الحکماء نے چالیس سال قبل مجھ سے بیان کیا کہ ایسا مریض لایا گیا۔ جس کا مرض واقعی لاعلاج تھا کئی امراض میں مبتلا تھا۔ دل خراب، معدہ خراب وغیرہ وغیرہ مجھے یقین نہ تھا کہ صحیح ہو جائے گا لہٰذا منع کر دیا۔ کہا کہ اسے لے جاؤ۔ میرے بس میں اس کا علاج نہیں ساتھ، ساتھ آنے والے اڑ گئے: نہیں جناب دوا دیں۔ میں اس کا علاج نہیں کر سکتا۔ خواہ مخواہ اپنے پیسے ضائع مت کریں۔ اصرار کرنے لگے۔ ساتھ آنے والے ایک شخص نے جھنجلا کر کہا: جب آپ کو علاج کرنا نہیں آتا تو مطب کیوں کھولے بیٹھے ہیں میں نے بھی ناراضگی کے عالم میں کہا: جاؤ اسے بھوسا کھلا دو۔

کچھ عرصے کے بعد کیا دیکھتا ہوں کہ یہ لوگ میرے مطب میں گوسفند، اصلی گھی، پنیر، مکھن اور بہت سا دودھ لئے آ رہے ہیں، حکیم صاحب آپ نے جو دوا کھانے کو کہی تھی اس سے ہمارا مریض بالکل شفایاب ہو گیا۔ ہم نے اسے جی بھر کر بھوسا کھلایا اور وہ تندرست ہو گیا۔ ان مرحوم کا کہنا ہے

کہ میں واقعی پروردگار عالم کی یہ قدرت نمائی دیکھ کر بڑا حیران ہوا۔(ھوالشّفافی)

از قضا سرکنگبین مضر افرود
روغن بادام خشکی میفرود

ناکامیاں اسباب سے قطع تعلق کر دیتی ہیں

اگر پروردگار دانا و کریم کسی شخص پر اپنی نظر کرم کرتا ہے تو ناکامی و نامرادی کی طرف سے متوجہ فرما دیتا ہے۔ اپنے کاموں میں نقصان کا سامنا ہو جاتا ہے۔ اپنی طاقت اور روپے پیسے پر ناز مت کرو۔ کہو کہ خدا جو مصلحت سمجھے بہتر وہی ہے خداوند عالم بلائیں ٹالتا ہے تو یہ اس کا لطف و کرم ہے جب تک دل دنیا سے اچاٹ نہ ہو جائے، سبب سے وابستگی ختم نہ ہو جائے اس وقت تک مسبب کی معرفت حاصل نہیں ہوتی، اگر بلاؤں میں گرفتار نہ ہوں گے تو مسبب نہیں ملے گا۔ جب دیکھو کہ مصیبت میں مبتلا ہو تو اللہ تعالیٰ کو پکارو۔ خدا کے گھر کو مت چھوڑو۔

غافل بھیڑ بکریوں کو پتھر سے ھنکار کر یکجا رکھنا

جب بھیڑ بکری اپنے ریوڑ سے باہر نکل جاتی ہے تو مہربان چرواہا اسے پتھر مارتا ہے تاکہ واپس ریوڑ میں آجائے، کہیں ایسا نہ ہو کہ اس کا خونخوار دشمن اسے دوڑاتا ہوا کوہ و دشت میں لے جائے اور اپنا شکار بنالے۔ یہ پتھر

مارنا، چوٹ لگانا، نقصان پہنچانا اس لئے ہے کہ مستقبل محفوظ ہو جائے، لہذا دنیا میں جو مشکلات، مصائب، دشواریاں آپ کے روبرو ہیں یہ آخرت میں سودمند ثابت ہوں گی، جس قدر زیادہ مشکلات ہوں گی اتنی ہی آپ کے حق میں بہتری ہے۔ آپ کا بھروسہ اس کی ذات پر ہونا چاہیے، وہ شفا بخشنے والا ہے اگر آپ کا پاؤں شل ہو گیا تو اس میں چراغ پا ہونے کی ضرورت نہیں کہ یہ کہیں میرا پاؤں شل ہے بازار نہیں جا سکتا، خدا نے آپ کو شل کیا ہے آپ کو زمین گیر کر دیا ہے تاکہ یہ سمجھ میں آجائے کہ آپ کا پاؤں رازق نہیں تھا یہ کہتے کہ ایک پاؤں سے معذور ہو گیا تو کیا ہوگا؟ خدا آپ کا مددگار ہے۔

یا ذخر من لا ذخر لہ (دعائے جوشن کبیر)

تمہارے مستقبل کی ضروریات کو وہ پورا کرنے والا ہے۔ تمہارے قلب میں قوت علیؑ ہو نہ کہ روپیہ پیسہ وسائل اور خواہشات نفسانی، تمہارا بھروسہ غیر اللہ پر نہ ہو۔ خلاصہ یہ کہ تمہارا ایمان فقط اللہ تعالیٰ پر ہو۔

لا الہ الا اللہ   اللہ ثقتی   رضیت باللہ ربا

خوشنود ہوں کہ میرا رب اللہ ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ کسی سبب سے کچھ نہیں ہو سکتا، شافی خدا ہے، مشکل کشا، دینے اور لینے والا اور اٹھانے والا اللہ تعالیٰ ہے۔

یحیی ویمیت ...... وربک یخلق مایشآء ویقدر

سخاوت اس سے ہے۔ فقر اس سے ہے۔ عزت ذلت وہی دیتا ہے۔

تعز من تشآء وتذل من تشآء بیدک الخیر انک علیٰ کل شیء قدیر

ترجمہ: تو ہی جس کو چاہے عزت دے اور تو ہی جسے چاہے ذلت دے، ہر طرح کی بھلائی تیرے ہی ہاتھ میں ہے۔ تو (ہی) ہر چیز پر قادر ہے۔

(سورہ آل عمران: آیت ۲۵)

بیدک الخیر خیر صرف تیرے ہاتھ میں ہے اور کوئی اس کا حامل نہیں ہے یہ بات اس وقت تک انسان کی سمجھ میں نہیں آتی جب تک وہ کسی صدمے سے دوچار نہ ہو۔

حب علیؑ اور حب دنیا ایک جگہ جمع نہیں ہوسکتے

لہٰذا جو بھی علیؑ کا شیعہ ہے وہ بلاؤں میں گھرنے کے لئے تیار رہے۔ دنیا کی محبت سے سرشار دل میں حبّ علیؑ جگہ نہیں کرسکتی۔ دل کو علیؑ کے حوالے کرنے والے بلا و مصیبت میں نہ گھریں یہ ممکن نہیں ہے امامؑ فرمارہے ہیں: اگر مومن پہاڑ کی چوٹی پر تنہا زندگی بسر کرنے لگے تو وہاں بھی اسے اذیت دینے والا کوئی پیدا ہو جائے گا اگر واقعی میں علیؑ سے سروکار رکھنا چاہتے ہو تو مشکلات کے لئے تیار رہو۔ زرق برق کرتی دنیا کے ساتھ تیرا دل ساقی کوثر سے خوش نہیں ہوسکتا مثلاً جس کا دل اس بات پر خوش ہے کہ جو باغ اس نے لگایا ہے وہ اچھی طرح ہرا بھرا ہو گیا ہے عین اس کی تمنا کے مطابق تو ایسی

حالت میں اگر کوئی کوثر کا نام لے اس کو کیسے اشتیاق پیدا ہوگا کیونکہ فی الحال وہ اسی میں خوش ہے لیکن اس کے برعکس اگر وہ مسائل میں گھرا ہوا ہو نا مساعد حالات نے اسی بیمار کر دیا ہو اس بیماری کو دور کرنے کے لئے تلخ دواؤں کو پابندی سے کھاتا رہے۔ اگر کوئی کہے کہ انشاء اللہ تم حوضِ کوثر پر پہنچو گے جہاں ایک جام ایک لاکھ قسم کے مزے دے گا اور پلانے والے بھی مولا علیؑ ہوں گے۔ جب حب دنیا نہیں ہوگی تو علیؑ کا شوق پیدا ہوگا۔ حب دنیا وحبّ علیؑ دو متضاد چیزیں ہیں یہ ہرگز یکجا نہیں ہوسکتیں، علیؑ کا شیعہ دنیاوی لحاظ سے ناکام رہے، نامراد رہے۔

هر دل حبّ خدا دار ندارد حبّ دنیا
باز سلطان کی نظر بر لاشۂ مردار دارد

لافتیٰ الا علیؑ لاسیف الا ذوالفقار

کرۂ ارض پر اول سے آخر تک کوئی بشر علیؑ کی مانند بلا ومصیبت کا شکار نہیں ہوا۔ آپ کی ولادت سے شہادت تک مصیبتیں ہی مصیبتیں ہیں۔ اگر حساب کریں تو نہیں کر سکتے۔ تیر کھانا، زخم وارد ہونا تو کوئی بات ہی نہ تھی۔ غزوۂ احد سے جب واپس آئے تو نوے زخم تھے۔ رسولِ خداؐ جب تشریف لائے تو دیکھا کہ تمام جسم چھلنی ہے، مذاق نہیں ہے نوے زخم جسم پر کھانا، کئی مرتبہ گھوڑے سے نیچے آئے اور خدا نے آپ کی حفاظت فرمائی، اس روز

جبرائیل سے رہا نہ گیا۔ صدا بلند کی:

لا فتی الا علیؑ لا سیف الا ذوالفقار

یہ تو ظاہری زخم تھے دل پر وارد ہونے والے زخموں کو اگر شمار کریں تو نجانے کیا اثر ہوگا۔ منافقین کی زبان کے زخم اگر کوئی بتانے بیٹھ جائے تو عرصہ گزر جائے۔ جراحات السنان لهام الا التیام ولا یلتام ما جرح اللسان نیزوں کے زخم بھرے جاسکتے ہیں لیکن زبان کے زخم کا علاج نہیں عجیب منزل ہے، امیر المومنین کیا کریں، دیکھ رہے ہیں کہ ایک مخصوص ٹولہ خدا اور رسولؐ پر ایمان نہیں رکھتا اور لا الہ الا اللہ کی آڑ لے کر حکومت پر قبضہ جمانا چاہتا ہے، خوارج کی جسارتیں دیکھئے کہ زبان انہیں بیان کرنے سے قاصر ہے، جتنی اذیتیں انہوں نے پہنچائیں۔

معاویہ کا باپ ابوسفیان عمر کے آخر ایام میں اندھا ہو گیا تھا عثمان کا دور حکومت تھا بنی امیہ کی محفل جمی ہوئی تھی، ابوسفیان نے پوچھا۔ محفل میں کوئی غیر تو نہیں ہے۔ کہا: نہیں سب اپنے ہیں۔ کہنے لگا: اے بنی امیہ ریاست و سلطنت کو غنیمت جانو۔ اسے کسی کے ہاتھ میں نہ جانے دو۔ دیکھو نہ تو آخرت کا وجود ہے اور نہ وحی کوئی چیز تھی۔

علی کا صبر ان کا معجزہ ہے

خود آپؑ نے بہترین تعبیرات کیں۔

فصبرت وفی العین قذی وفی الحلق شجی

جانتے ہو علیؑ کی زندگی کے ۲۵ برس کس طرح گزرے۔ مبالغہ نہیں فرمارہے ایسے شخص کی طرح جس کے گلے میں ہڈی پھنس گئی ہو۔ کس مشکل سے کھانا، پانی نگلتا اور سانس لیتا ہوگا۔

ایسا شخص جس کی آنکھوں میں کانٹے چب گئے ہوں، اگر خدانخواستہ آنکھ میں ذراسی چیز چلی جائے تو آپ کی کیا حالت ہوگی لہٰذا کہا گیا ہے کہ مولا علیؑ کے معجزوں میں سے ایک ان کا صبر بھی ہے عام آدمی اس طرح کا صبر کرنے سے قاصر ہے، اسی لئے انیسویں رمضان کی صبح آپؑ نے فرمایا:

"فزت برب الکعبه"

"رب کعبہ کی قسم میں کامیاب ہوگیا۔"

سیاہ بادل آخرکار چھٹ جاتے ہیں۔

شب سمور گزشت
و لب تنور گزشت

معاویہ کے منصوبے خاک میں مل گئے اور علیؑ کی مصیبتوں کے ایام ختم ہوئے، جیت مومن ہی کی ہے۔

ایمان سے دور خالی ہاتھ جانے والے یزید اور اس کے ساتھی اپنے ساتھ کیا لے گئے۔ ابدی بدبختی اور نا ختم ہونے والا عذاب۔

✿✿✿✿✿
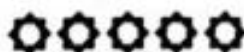
تقریر ۳

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

الم یانِ للّذین امنوا ان تخشع قلوبهم لذکر الله و ما نزّل من الحق ولا یکونوا کالّذین اوتوا الکتاب من قبل فطال علیهم الامد فقست قلوبهم و کثیر منهم فاسقون (سورۃ الحدید: آیت ۱۶)

ترجمہ: "کیا ایمانداروں کے لئے ابھی تک وقت نہیں آیا کہ خدا کی یاد اور قرآن جو (خدا کی طرف سے) نازل ہوا ہے ان کے دل نرم ہوں اور وہ ان لوگوں کے جیسے نہ ہو جائیں جن کو ان سے پہلے کتاب (توریت و انجیل) دی گئی تھی تو (جب) ایک زمانہ دراز گزر گیا تو ان کے دل سخت ہو گئے اور ان میں سے بہت سے بدکار ہو گئے۔"

لاپرواہی قساوت قلب کا باعث ہوتی ہے

ہم نے بیان کیا کہ مصائب و مشکلات دل کے علاج کے لئے ہیں آج ہم قساوت (سختی) قلب اور اس کے علاج کے بارے میں آپ کو بتائیں گے اب تک کی بحث سے معلوم ہوا کہ ایمان دل کی نرمی اور سختی کے گرد گھومتا ہے اگر نرمی ہوگی تو ایمان ہوگا اور دل میں اگر سختی پیدا ہو جائے تو ایمان ایسے دل میں نہیں ٹھہرے گا، ایسے قلب سے خیر کی توقع رکھنا بے کار ہے۔ پہلے ہم قساوت قلب کے اسباب بیان کر دیں۔ اس کا اہم ترین سبب مختصراً بیان کیا

جاتا ہے بلکہ دل کی سختی (قساوت) کوئی طبعی، فطری امر نہیں ہے اس کا خلقت سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ انسان پیدائشی طور پر شقی القلب نہیں ہوتا، یہ کسبی ہے، اگر انسان کا دل پتھر کا ہو گیا ہے تو یہ انسان کے افعال و کردار کا نتیجہ ہے کہ وہ لحہ بہ لحہ اپنے دل کو سخت کر رہا ہوتا ہے، خدا نے بشر کو شقی القب پیدا نہیں کیا۔

فطرة الله التی فطر الناس علیها لا تبدیل لخلق الله

ذالک الدین القیم

ترجمہ: یہی خدا کی بناوت ہے جس پر اس نے لوگوں کو پیدا کیا ہے۔ خدا کی (درست کی ہوئی) بناوٹ (تغیر) تبدیل نہیں ہوسکتا۔ یہی مضبوط (اور بالکل سیدھا) دین ہے۔ (سورہ روم: آیت ۳۰)

بلکہ وہ تو پیدائش کے وقت ہی اس طرح متولد کر رہا ہے کہ ایک قسم کے حق کو قبول کرنے کی آمادگی آجائے۔ چہ جائیکہ وہ شقاوت کے ساتھ پیدا کرے۔ پہلے ہی سے ہر مولود فطرت پر خلق کیا جاتا ہے۔ یعنی حق کو قبول کرنے کی صلاحیت کے ساتھ۔ اب دیکھتے ہیں کہ انسان میں کیونکہ قساوت پیدا ہو جاتی ہے۔ زمانہ گزرنے کے ساتھ ساتھ انسان کا لاابالی پن یا بے پرواہی قلب کی سختی کا باعث بنتی ہے۔ نفسانی خواہشات کی تکمیل کی خاطر، شہوت رانی کے حصول کے لئے جس کے ہمراہ بے بندوباری بھی ہوتی ہے یہ ہے سختی دل کا راز، شہوت میں مبتلا شخص ۲۴ گھنٹے کسی کی پرواہ کئے بغیر ہر ایک کی

عورت یا لڑکی کو گھورتا رہتا ہے، جوان نے اپنی آنکھوں کو آزاد چھوڑ دیا ہے۔ ہوس رانی کے میدان میں یہ بے پرواہی اتنی جرأت اور آنکھ انتہائی بے اعتنائی کے ساتھ ادھر ادھر گھومتی رہتی ہے۔ جتنی دفعہ بھی شہوت کی نگاہ سے کسی کو دیکھو گے۔ ایک ایک نگاہ کی تصویر دل پر نقش ہوتی رہے گی اور غلط نگاہوں کے انبار دل میں جمع ہو جائیں گے اور دل پر ہزاروں پردے پڑ جائیں گے۔ یہ وہی آدمی تھا جس کا حال پچھلے سال تک یہ تھا کہ یااللہ کی صدا سنتے ہی اس کی آنکھیں بھیگ جایا کرتی تھیں۔

اذا تلیت علیھم آیۃ زادتھم ایمانا (سورہ انفال: آیت ۲)

قرآن کی ایک آیت سن کر رونے لگتا تھا جب کسی یتیم بچے کو دیکھتا تو اس سے دیکھا نہ جاتا تھا۔ اس پر شفقت کا ہاتھ پھیرتا تھا۔ یتیم کو روتے نہ دیکھ سکتا تھا اور اب یتیم کا مال کھاتا ہے اور اسے کوئی پرواہ نہیں۔ یہ وہی ہوس رانی، شہوت رانی تھی جو اس کی قساوت قلبی کا سبب بنیں۔ آنکھ مٹکانے کا یہی انجام ہے۔ اسی طرح تمام گناہ ہیں۔

النظر سھم مسموم من سھام ابلیس

ترجمہ: ''نظر کا زہریلا تیر شیطان کے تیروں میں سے ہے۔''

مسجد کے مینار پر کھڑے ہو کر لوگوں کے گھروں میں جھانکنا

تفسیر روح البیان میں نقل کیا گیا ہے کہ تین بھائی تھے۔ سب سے

بڑا بھائی دس سال تک مسجد میں موذن کے فرائض انجام دیتا رہا۔ دس سال کے بعد دوسرا بھائی اس منصب پر فائز ہو گیا۔ لیکن اس کا چند سال بعد انتقال ہو گیا۔ تیسرے بھائی کو اس منصب کی پیشکش کی گئی تو وہ نہ مانا۔ کہا گیا کہ تمہیں پرکشش تنخواہ دی جائے گی جواب دیا: اگر سو گنا زیادہ دو گے تب بھی یہ کام نہیں کروں گا۔ پوچھا: ارے بھائی کیا اذان کہنا برا کام ہے۔ کہا: ہرگز نہیں لیکن میں مینار پر چڑھ کر اذان دینے کے لئے تیار نہیں ہوں۔ اس کی وجہ دریافت کی گئی تو اس نے جواب دیا: یہ وہ جگہ ہے جس نے میرے دو بدقسمت بھائیوں کو بے ایمان دنیا سے اٹھا لیا۔ میں اپنے بڑے بھائی کے موت کے وقت اس کے سرہانے موجود تھا۔ میں نے چاہا کہ سورۂ یٰسین کی تلاوت کروں تو اس نے جھڑک دیا۔ کہا: یہ قرآن کیا چیز ہے۔ بے کار ہے سب کچھ۔ اسی طرح دوسرا بھائی بھی۔ میں نے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں استغاثہ کی:

"بارالٰہا یہ دو بدنصیب برسوں تک نمازِ جماعت میں شریک رہے اور مسجد کے مینارے سے اذانیں دیتے ان کی عمر گزر گئی۔ اس کے باوجود ایمان کے ساتھ نہیں مرے آخر ایسا کیوں کر ہوا......؟"

اللہ نے میری ذات پر احسان کیا۔ ایک روز میں نے خواب کے عالم میں اپنے بڑے بھائی کو دیکھا جو کہ عذاب میں مبتلا تھا۔ میں نے اس سے کہا

کہ جب تک تم مجھے اپنی بے ایمانی کی وجہ نہیں بتاؤ گے میں تمہیں جانے نہیں دونگا، خدا نے اس کی زبان کو قوت گویائی عطا کی، کہنے لگا: ہم جب بھی مینار پر چڑھتے تو مینار کی بلندی سے آس پاس کے گھروں میں جھانکتے تھے عورتوں اور لڑکیوں اور ان کے گھر والوں کے داخلی حالات کا مشاہدہ کرتے؟ مگر میرا بدنصیب بھائی جب بھی مینار پر چڑھتا اپنے دل پر ظلمت کا ایک نیا پردہ ڈال لیتا۔ وہ اپنے دل کو گناہ کی آلودگی سے مسموم کر کے نیچے اترتا تھا۔

کئی برس تک اپنے دل پر تیر چلاتے رہے اور اب یہ چاہتے ہو کہ دل میں خوف خدا پیدا ہو جائے مگر انسان کی موت کے وقت دیکھئے کتنی عاجزی کا اظہار ہوتا ہے۔ یہ خوف اگر ابھی آپ کے قلب میں پیدا ہو جائے۔ موت کے وقت جب دم نکلتا ہے اپنے ماں باپ کی موت کو یاد کریں خشیت الٰہی سے انسان کی آنکھیں کھلی کی کھلی رہ جاتی ہیں اس وقت آنکھ جھپکنے کی مہلت بھی نہیں ملتی۔

یہ عاجزی اہم ہے جو ابھی آپ کے قلب میں پائی جا رہی ہے۔ یہ آپ کے اختیار کے ساتھ ہے۔

اللهم انی اسئلک خشوع الایمان قبل خشوع الذل فی النار

(ماہ رمضان کی دعائے سحر)

وہ جبری و تکوینی خضوع و خشوع اہمیت نہیں رکھتی۔ لا ابالی شخص کیسے

خشوع پیدا کرے گا؟ قرآن کریم اس آدمی کی کس طرح ہدایت کرسکتا ہے؟ قرآن کو ایسے انسان کی ہدایت کرتا ہے جو لاپرواہ نہ ہو۔

ذلک الکتاب لا ریب فیه هدًی للمتقین

ترجمہ: "یہ وہی (کتاب خدا) ہے (جس کا تمہیں علم ہے) اس میں (کسی قسم کے) شک وشبہ کی گنجائش نہیں۔ یہ پرہیزگاروں کی راہ نما ہے۔"

(سورہ بقرہ: آیت ۲)

لاپرواہ شخص کی قرآن ہدایت نہیں کرتا۔ اس پر قرآن کی نصیحتیں اثر ہی نہیں کریں گے۔

نرود میخ آهنین در سنگ

ترجمہ: "آہنی کیل پتھر میں پیوست نہیں ہوتی"

شکم پری اور حرام خوری سنگدل بنا دیتی ہے

ساری توجہ پیٹ پر مرکوز ہے اور پیٹ کی خاطر کوئی جرم کرنے میں عار محسوس نہیں کرتا۔ اس قدر بے بند و بار ہے کہ بس چاہتا ہے کہ کسی طرح بھی پیٹ میں لذیذ غذا ڈال دے۔ دن بدن دل کی سختی میں اضافہ ہوتا جارہا ہے۔ تمام تر جستجو یہی ہے کہ پیٹ کو لذیز غذاؤں سے بھرے رکھے۔ میں نہیں کہتا کہ اچھے کھانے کھانا حرام ہے، کھاؤ لیکن حرام نہ کھاؤ۔ حد سے زیادہ مت کھاؤ۔ فضول خرچی نہیں کرو، تم چاہتے ہو کہ شکم سیری کرو، ہوس رانی کرو اور ایمان بھی

تمہارے دل میں جگہ بنالے۔ تمہارا دل اس قدر سخت ہو جائے گا کہ اگر یتیم بچے کو تمہارے سامنے ماردیا جائے تو تمہارے دل پر کوئی اثر نہیں ہوگا۔

عاشور کے ہنگام میں امام حسینؑ اور شیر خوار بچے کا منظر آنکھوں میں گھومتا ہے تو کتنا رونا آتا ہے ہر صاحب دل تھوڑا سا سوچے اور رونے لگے۔ ہائے حسینؑ پر کیا گزری ہوگی۔ شیر خوار بچے کو لئے ہیں اور فرمارہے ہیں

" اسقوه مقتل کی عبارت پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے۔"

" میں پانی اپنے لئے نہیں مانگ رہا" فرماتے ہیں کہ بچے کو پانی دے دو۔ تم خود لے آؤ اور بچے کو لا کر پلادو۔

فرماتے ہیں: قد ملئت بطونكم من الحرام

تمہارے پیٹ حرام کھانوں سے بھرے ہوئے ہیں اور مال حرام نے تمہارے دل ہی باقی نہیں چھوڑے۔ خلاصہ یہ کہ حرام خوری قساوت (سختی) قلبی کا باعث ہوتی ہے۔

گناہ اور قلب کی ناپاکی

سر بازار اپنا حسن بیچنے والی عورت، آفس میں، تعلیمی ادارے میں، کوچہ وبازار اور اسکول میں، میک اپ کر کے آنے والی عورت تیرے قلب پر ہزار پردے پڑے ہیں۔ کیا ایسی حالت میں دل میں ایمان باقی رہے گا؟ اور کہتی ہے کہ دل پاک ہونا چاہئے۔ ظاہری پردہ کیا ہوتا ہے۔ اصل پردہ تو آنکھ

کا پردہ ہے۔ تم اپنے دل کو ناپاک کر رہی ہو۔ اس طرح غلیظ و پلید کر رہی ہو۔ ہوش کے ناخن لو۔ سینماؤں کا رخ کرنے والوں! یہ تمام فحاشی و عریانیت سینما کے علاوہ کیا کہیں اور سے پھیل رہی ہے۔ یہ وہ جگہ ہے جہاں تم اپنا وقت گزارتے ہو۔ اے جوان ان مراکز میں جا کر تم آراستہ عورتوں کو دیکھتے ہو۔ چاہتے ہوئے تمہارے دل خراب ہوتے ہیں۔ خیالی سپنوں میں کھو جاتے ہو۔ اگر ناجائز تفریح کا کوئی سامان ہاتھ بھی لگ جائے تو کس قدر دردسر کے بعد تم اپنی کوشش میں کامیاب ہوتے ہو ذرا سوچو تو سہی یہ ساری زحمتیں صرف مختصر سے وقت کی تفریح کے لئے ہیں۔

خلاصہ یہ کہ ہوس پرستی اور بے راہ روی دل کی سختی کا باعث بنتی ہے۔ ایسے دل میں ایمان اور حبّ خدا اپنا مقام نہیں بنا پاتے۔ اگر آپ لاابالی ہو گئے یا شکم پری میں پڑ گئے تو بھیڑیے میں اور آپ میں کوئی فرق نہیں رہے گا۔ شہوت رانی تو خنزیر کی صفت ہے اگر مال و دولت کے جال میں پھنس گئے۔ صرف اور صرف پیسہ آپ کا مطلوب و مقصود ہو گیا جہاں کہیں سے آئے آنے دو تو کچھ عرصے کے بعد کلب جیسے جانوریں اور اس آدمی میں فرق کیا رہ جائے گا۔ میرے اس بیان کی بے شمار مثالیں موجود ہیں۔

امام عالی مقام حضرت امام حسینؑ فرماتے ہیں شب عاشورہ کو عالم خواب میں میں نے دیکھا کہ مجھ پر کتے حملہ آور ہو گئے۔ ایک چتکبرا کتا

دوسرے کتوں سے زیادہ حملہ کر رہا تھا۔ یہ کتا شمر تھا۔ یزید کے انعام واکرام اور مال وہوس پرستی خواہشات نفسانی نے ان کے باطن کو مجسم صورت میں کتا بنا دیا تھا اور امام حسینؑ انہیں خواب میں باطنی صورت میں دیکھ رہے تھے۔

قساوت کا علاج کیا ہے

کفر و بے ایمان کی اساس قلب کی سختی ہے اور اس کا علاج اہلبیتؑ نے بتایا ہے جس کا ذکر ہم بتدریج کریں گے۔ آج اس میں سے اہم ترین کا ذکر کیا جائے گا۔ موت کا یاد رکھنا۔ اپنی موت کا زیادہ سے زیادہ یاد رکھو۔ موت کی یاد سے مت ڈرو۔ ایسا کرنے سے موت جلدی نہیں آجائے گی۔ اپنا کفن تیار رکھو اور پابندی سے اسے دیکھتے رہو۔ مروی ہے کہ وہ چیزیں جن سے عمر بڑھتی ہے ان میں کفن کا آمادہ رکھنا بھی شامل ہے۔ ۲۴ گھنٹوں میں کم سے کم ایک مرتبہ کفن پر نظر ڈال کر کہو اے اللہ اس کو میرے لئے مبارک قرار دے۔ خواتین نے جو مقنعہ کفن کے لئے تیار کیا ہے۔ اسے نماز پڑھتے وقت پہن لیا کریں اسی طرح مرد کا عمامہ جو وہ نماز کے دوران پہنا کرتے ہیں مرنے کے بعد ان کے سر پر باندھ دیں۔ یہ مستحب فعل ہے جو قلب کی نرمی کا باعث ہوتا ہے جس سے نفس قابو میں رہتا ہے خاشع ہو جاتا ہے۔ اگر اپنے لئے قبر بنا سکتا ہے تو اپنی قبر پر جائے اپنے آپ کو یاد دھانی کرائے کہ یہ میری آخری آرام گاہ مجھے یہیں رہنا ہے۔ پابندی سے اپنے والدین کی قبور پر جایا کریں۔ اور یہ

تصور کیا کریں کہ آپ کو بھی جلد ہی ان کے پاس چلے جانا ہے۔ توجہ مرکوز رکھنا اہم ہے، موت خبر دے کر نہیں آتی جن کی عمر آپ سے کمتر تھی۔ وہ بھی چلے گئے۔ کتاب حیاۃ الحیوان سے ایک قصہ بیان کرتا چلوں۔

سکندر اعظم اور چینی بادشاہ کی داستان

سکندر اعظم جب مختلف ممالک کو فتح کرتا ہوا چین پہنچا اور اس نے دارالحکومت کا محاصرہ کرلیا۔ اس دوران وہ اپنے وزارا کے ساتھ خیمے میں بیٹھا ہوا تھا کہ اس کے سپاہیوں نے اسے خبر دی کہ چینی بادشاہ کا ایک نمائندہ ملاقات کے لئے آنا چاہتا ہے اجازت دے دی گئی۔ اس نے بتایا کہ بادشاہ چین کی ہدایت ہے کہ صرف سکندر اعظم کو پیغام پہنچایا جائے۔ سب افراد کو ہٹا دیا گیا۔ قاصد نے سکندر سے کہا تم مجھے جانتے ہو۔ کہا: نہیں میں خود چین کا بادشاہ ہوں۔ سکندر اعظم نے بڑی حیرانی سے پوچھا: تم نے تنہا آنے کی جرأت کس طرح کی۔ کیا تمہیں خوف نہیں آیا؟ جواب دیا: نہیں کیونکہ میں نے سنا ہے کہ تم دانا شخص ہو اور عقلمند انسان بیہودہ کام نہیں کرتے اور ہماری تمہاری کبھی کوئی رنجش بھی نہیں رہی جو تم مجھے قتل کردو۔ میرے ملک کو حاصل کرنے کے لئے میرا قتل کیا جانا بے فائدہ ہے کیونکہ مزاحمت کے لئے عظیم الشان لشکر اور نائب سلطنت بھی موجود ہے۔ وزرا اور رؤسا سب آمادہ ہیں۔ سکندر نے دیکھا کہ عجیب عاقل بادشاہ ہے۔ کہا بہت اچھا۔ ہم حاضر ہیں کہ تمہارے

ساتھ صلح کر لیں بشرطیکہ تین سال تک خراج دیتے رہو۔ یہ کوئی مشکل کام نہیں؟ چینی بادشاہ نے کہا: یہ تو بڑا مشکل کام ہے۔ ہم اقتصادی طور پر بہت پیچھے رہ جائیں گے۔ سکندر نے جو کہ فہیم و چالاک شخص تھا کہا: اگر ایک سال کا خراج لے لیا جائے تو ناراض نہ ہو گے۔ جواب ملا: کیوں نہیں سکندر نے کہا: چھ ماہ کا خراج ہمیں دے دو اور تم بہترین شخص ہو چین کا انتظام سنبھالنے سے عاقل تر اور دانا تر اور کون شخص ہوگا۔ خلاصہ یہ کہ صلح و صفائی کے ساتھ معاملہ طے ہو گیا اور فیصلہ ہوا کہ سکندر اعظم چین کا چھ ماہ کا خراج لے کر چلا جائے۔ چینی بادشاہ نے کہا: سکندر صاحب یہ تو بڑی بدنصیبی کی بات ہوگی کہ آپ ہمارے ملک کی حدود میں آئیں اور بغیر کچھ کھائے پیئے چلے جائیں۔ میں آپ کی اور آپ کے تمام لشکر کی دعوت کرتا ہوں۔ آپ کل دوپہر کا کھانا ہمارے ساتھ تناول فرمائیں گے۔ سکندر نے دعوت قبول کر لی۔ اگلے روز سکندر اعظم اپنے لاؤ لشکر کے ساتھ اس جگہ آیا جہاں دعوت دی گئی تھی۔ شاہ چین اپنے عظیم الشان لشکر کے ساتھ سواری پر بیٹھ کر سکندر اعظم کے استقبال کو آیا۔ پہلے تو سکندر وحشت زدہ ہو گیا اور خیال کرنے لگا کہ ہمیں دھوکہ دیا گیا ہے، کہنے لگا: کیا تم ہمیں فریب دے رہے ہو۔ جواب ملا: نہیں میں نے چاہا تمہیں اپنے عظیم الشان اور تم سے کئی گنا زائد لشکر سے ملا دوں تاکہ تم یہ خیال نہ کرو کہ گزشتہ شب میں تمہارے پاس کسی عاجزی یا مجبوری کے تحت آیا تھا۔ ہم تم سے کہیں زیادہ قوت

رکھتے ہیں لیکن خونریزی بری چیز ہے۔ بلاوجہ لوگوں کی جانیں چلی جائیں اور ہم بے گناہ انسانوں کو جنگ میں جھونک دیں۔ میرا تمہارے پاس آنے کا مقصد یہی تھا کہ خون خرابہ نہ ہو۔ دونوں کے مابین گفتگو کا تبادلہ ہوا جو طولانی ہے۔ آخر کار بڑی عزت واحترام کے ساتھ سکندر اور اس کے وزرا کو پیادہ کیا گیا۔ دونوں طرف کے وزرا جمع ہوئے۔ سکندر اعظم کے تمام لشکر کو شاہی کھانا کھلایا گیا اور سکندر اعظم کو ایک خاص مقام پر خصوصی اہمیت کے ساتھ علیحدہ دستر خوان پر بٹھایا گیا۔ سکندر اور چینی بادشاہ نے تنہا کھانا تناول کیا۔ سکندر نے سر پوش سے ڈھکی تھال دیکھی جو چمکدار ہیروں سے بھری ہوئی تھی۔ دوسرا تھال تمام زمرد کا تھا جبکہ اور کئی تھال جواہرات سے بھرے ہوئے تھے جسے سکندر نے ابھی تک نہ دیکھا تھا۔ سکندر کے آگے لا کر بادشاہ چین نے کہا: لیجیے تناول فرمائیں۔ سکندر نے کہا یہ تو میری خوراک نہیں ہے۔ کہا: عجیب بات ہے۔ پس تم کیا کھاتے ہو؟ کہا: بھئی روٹی، سالن، چاول، گوشت اور کیا۔ چینی بادشاہ نے کہا: معاف کیجیے گا میرا خیال تھا کہ نایاب جواہرات آپ کی غذا ہوں گے، وہ شخص جس کی غذا روٹی سالن ہو وہ یونان اور روم کو اپنے ہاتھ میں لینے کے بعد اتنا طویل سفر طے کرنے کے بعد چین کی طرف آئے، تمہیں کس چیز کی ضرورت ہو سکتی ہے؟

سکندر اعظم ایک دانشمند انسان تھا۔ وہ ہمیشہ عالموں کی صحبت میں

اٹھتا بیٹھتا تھا۔ لیکن بعض اوقات ایسی حقیقتیں سامنے آجاتی ہیں جو بڑے سے بڑے دانشمند کو سوچنے پر مجبور کردیتی ہیں۔ عقلی شعور رکھنے کے باوجود یہ سب کچھ صرف پیٹ کی خاطر ہے آپ انصاف سے بتائیے پیٹ میں کتنا چلا جائے گا۔ حرص وطمع کا یہ عالم ہے۔ کسی چیز کی پرواہ نہیں۔ غیروں کے حقوق کی پامالی۔ یہ سب الٹ پھیر اس کی ذمہ داری کس کے کاندھوں پر آئے گی۔ مال ودولت کی خاطر اس قدر کوشش تمہارے دل کو سخت کردے گی۔

امام حسن مجتبیٰ کو وصیت کرتے ہوئے مولا علی فرمارہے ہیں:

بنی احی قلبک بالموعظة " اے میرے فرزند اپنے دل کو واعظ ونصیحت سے زندہ نرم رکھو۔"

خاك من و تواست كه بادشمال میبدوش رو بیمین و شمال

بس که در اینعاك مزق شده صورت خوبان عدیم المثال

لو کشف التربه عن وجهم لم ترا الا که قیق الهلال

زنده دلا مرده ندانی که کیت انکه ندارد بخدا اشتعال

ای که درونت زگعه تیره شد ترسمت آنینه نگیرد صقال

کہیں نوبت یہاں تک نہ پہنچ جائے کہ تمہارے آئینہ دل کو صاف نہ کیا جاسکے۔ تمہاری بیماری کا علاج ممکن نہ ہو، دل اس قدر سخت ہو جائے کہ اصلاح کی گنجائش ہی نہ رہے۔

گرگ اجل یکایک از این گله میبرد
این گله رانگر که چه آسوده میچرد

ترجمہ: بھیڑیا ایک ایک کر کے گلے سے بھیڑ اٹھا لے جاتا ہے اس کے باوجود ان بھیڑوں کو ذرا دیکھو کس طرح بغیر کسی سراسیمگی کے اپنا چارہ چرنے میں مگن ہیں۔

ایسے حیوان نہ بن جاؤ کہ علاج ہی نہ ہو سکے۔ تمہارے دوست کا انتقال ہو جائے اور تمہیں تشویش ہی نہ ہو۔ اپنے دوستوں اور رشتہ داروں کی موت کو یاد کرو۔ ایک روز تمہیں بھی اس کا سامنا کرنا ہے اس وقت آیا کوئی ہوگا جو میری تلقین پڑھے اور توحید و عقائد حقہ کو بیان کرے۔ خدا کی یاد مجھے دلائے۔

کنون ہر ساعتی غم بیش دارم که روز وابیسن در پیش دارم
در آن ساعت خدایا یارنی ده زغفلت بنده را بیدرانی ده
در ان ساعت ز شیطانم پنگدار بلطف نور ایمانم نگهدار
چو درجانم نمانذران لقابوش تو در جانم نکن نامت فراموش

دلوں کے روحانی معالج مولا علیؑ کی سیرت پر عمل کرنے کی ایک بار پھر درخواست کروں گا۔ اے میرے عزیز دوستوں تمہارے درد اور اس کا علاج بتاتا چلوں۔

داؤ کم الذنوب و دواؤ کم الاستغفار

تمہارا درد تمہارے گناہ ہیں اور تمہاری دوا خدا کے حضور بخشش کی طلب ہے۔

آپ کا درد آپ کے گناہ ہیں۔ خواہشات نفسانی اور بے راہ روی ہے ان کا علاج اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں بخشش کی طلب ہے۔ اپنے زنگ آلود دل کو صاف کرنے کی ضرورت ہے۔ خصوصاً اس مبارک مہینہ رمضان میں خدا کی بارگاہ میں العفو العفو کہنے کی ضرورت ہے۔
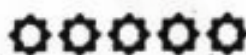
✪✪✪✪✪

تقریر ۴

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الم یان للذین امنوا ان تخشع قلوبھم لذکر اللہ و ما نزل من الحق ولا یکونوا کالذین اوتوا الکتاب من قبل فطال علیھم الامد فقست قلوبھم و کثیر منھم فاسقون (سورۃ الحدید: آیت ۱۶)

ترجمہ: "کیا ایمانداروں کے لئے ابھی تک وقت نہیں آیا کہ خدا کی یاد اور قرآن جو (خدا کی طرف سے) نازل ہوا ہے ان کے دل نرم ہوں اور وہ ان لوگوں کے جیسے نہ ہو جائیں جن کو ان سے پہلے کتاب (توریت و انجیل) دی گئی تھی تو (جب) ایک زمانہ دراز گزر گیا تو ان کے دل سخت ہو گئے اور ان میں سے بہت سے بدکار ہو گئے۔"

گناہ میں بے باکی اور دل کی قساوت

گزشتہ روز کی بحث کے دوران ہم اس نتیجہ پر پہنچے کہ دل کی خرابی اور قساوت (سختی) کا سبب بے باکی اور ہوس رانی اور بالفاظ دیگر گناہگاری ہے۔ اتفاقی گناہ نہیں بلکہ گناہ میں بے باکی۔ کسی کا حق پامال ہوتو ہو، کسی کی عزت چلی جائے یا کسی کا مال چلا جائے تو ہماری بلا سے۔ ہمیں کیا کرنا۔ ہماری صحت پر کیا اثر پڑے گا۔ کسی کا نقصان ہوتو ہو۔ یہ سب چیزیں دل کی قساوت (سختی) اور ایمان کے نہ ہونے سے پیدا ہوتی ہیں۔

امام پنجم حضرت امام محمد باقرؑ کی ایک روایت اصول کافی سے بیان کرتا چلوں۔ آپؑ فرماتے ہیں کہ نہیں ہے کوئی عبد مومن مگر یہ کہ اس کا دل صاف ہو۔ جب پیدا ہوتا ہے تو اس کا دل پاک ہوتا ہے۔ جب تک گناہ نہیں کرتا پاکیزہ رہتا ہے اور گناہ کرنے کے بعد ایک سیاہ نقطہ اس کے شفاف دل میں پڑ جاتا ہے۔ اگر توبہ کرلے تو زائل ہو جاتا ہے۔ لیکن اگر لگاتار گناہ کرتا رہے تو آہستہ آہستہ دل کی سیاہی بڑھتی جاتی ہے۔ یہاں تک کہ تمام دل زنگ آلود ہو کر سیاہ ہو جاتا ہے اور جب سیاہی تمام دل کو گھیر لیتی ہے تو اس پر کوئی نصیحت اثر نہیں کرتی بلکہ گناہ کفر کی طرف لے جاتی ہے اور وہ کفر کا اظہار کرنے لگتا ہے۔ نیز آپؑ کا فرمان ہے کہ کوئی چیز دل کے لئے گناہ سے زیادہ نقصان دہ نہیں ہے۔

مسلمانو! دل کی سختی سے ڈرو۔ گناہ مت کرو۔ اگر خدانخواستہ کوئی گناہ اتفاقاً پیش آجائے تو اسے فوراً ہی توبہ کے ذریعے دھو ڈالو۔ استغفار کے ساتھ اس کے اثر کو زائل کردو۔

دیرینہ نفسانی خواہشات اور دل کی سختی

اب گناہ کے علاوہ وہ چیزیں جو دل میں قساوت (سختی) پیدا کرتی ہیں۔ اہلبیت اطہارؑ کے اقوال کی روشنی میں فہرست وار ذکر کردوں۔ دل کی سختی کا باعث بننے والی چیزوں میں ایک دیرینہ خواہشات و تمنائیں ہیں۔

لا یطولن بالدنیا املک فیقسوا قلبک

اپنی دنیاوی خواہشات کو طویل نہ کرو کہ یہ دل میں سختی پیدا کرتی ہیں۔
لمبی امیدیں یا دیرینہ آرزو کیا ہے؟ آمال یعنی طویل نفسانی خواہشات جنہیں کرنے کو دل چاہے۔ ایسی خواہشیں جن کا حصول مدت طلب ہو۔ ایسی خواہشات، آرزوئیں جن کی تکمیل میں عرصہ دراز درکار ہو۔ دل کی قساوت (سختی) کا باعث بن جاتی ہیں۔ ایسے قلب میں کون حق تعالیٰ کے لئے عاجزی وانکساری اور ایمان پیدا کر سکتا ہے کیونکہ اس کا تو دماغ ہی کہیں اور ہوتا ہے۔ اگر ایسا شخص نماز پڑھتا ہے تو عادت کی وجہ سے دل کے بہلاوے کے لئے یا پھر عذاب الٰہی کے خوف سے یہ ظاہری عبادت ہے۔ نہ کہ اللہ تعالیٰ کے لئے ایمان اور خضوع وخشوع کے ساتھ۔ دیرینہ آرزوؤں نے اسے ہلاک کر دیا ہے۔

حجاج ملعون اور موچی کی خام خیالی

راغب اصفہانی نے اپنی کتاب المحاضرات میں لکھا ہے کہ ایک رات کو حجاج ملعون نے نصف شب میں اپنے دو تین سپاہیوں سے کہا کہ میں شہر میں گھوم پھر کر رعایا کے حالات کا ایک جائزہ لینا چاہتا ہوں۔ وہ بازار سے گزر رہا تھا۔ دکانیں بند تھیں۔ اس نے دیکھا ایک موچی اپنی دکان کے اندر چراغ جلائے رات گئے تک جوتی سی رہا ہے نزدیک جا کر جھانکا تو دیکھا کہ تنہا

کام میں مشغول ہے اور خود سے باتیں کر رہا ہے۔ اسے بڑی حیرت ہوئی۔ غور سے سنا تو کہہ رہا تھا۔ آخر کب تک اس طرح زندگی بسر کرتا رہوں۔ یہ تو کوئی بات نہ ہوئی۔ بھائی کچھ سوچ مستقبل کی۔ خود ہی اپنے سوال کا جواب دیتے ہوئے کہتا ہے: ہاں ترکیب ذہن میں آ گئی۔ ایسا کرتے ہیں کل سے اپنی آمدنی کا نصف جمع کرنا شروع کر دیتا ہوں۔ اس طرح ایک مہینہ میں اتنے سال میں اتنے اور خیال ہی خیال میں لاکھوں روپے جمع کر لئے اور چند منٹ میں کروڑ پتی ہو گیا۔ پھر کہنے لگا ہاں! تو بڑا آدمی بننے کے بعد میں حجاج کی بیٹی سے نکاح کر لوں گا۔ اپنی ساری دولت میں سے اسے دے دوں گا کسی منصب پر فائز کر دے گا۔ میرے خیال میں وہ اپنی لڑکی مجھے بیچ دے گا۔ اس وقت میں موچی تو نہ رہوں گا۔ اگر چوں چرا کرے گا تو اس کے سر پر زور سے ہتھوڑی ماروں گا۔ وہ خیالی پلاؤ پکانے میں یہاں پہنچا تھا کہ حجاج نے اپنے سپاہیوں کو حکم دیا کہ اسے باہر کھینچ لاؤ۔ بیچارے کو دکان سے باہر لا کر حجاج نے گالیاں دینی شروع کر دیں۔ نابکار اس آدمی رات کو میری بیٹی سے تیرا کیا واسطہ تیری یہ مجال۔ وہیں ۵۰ تازیانے لگانے کا حکم دیا پتہ نہیں اس کے بعد وہ اپنے عزائم اور لمبی امیدوں اور تمناؤں سے باز آیا یا نہیں؟

مادی دنیا کی خواہشات کا سلسلہ لامتناہی ہے

انسان جب تک ملک الموت سے نہ مل لے اور خدا کے قہر کا سامنا

اسے نہ ہو جائے۔ اپنے خام خیالات سے باز نہیں آتا۔ مختصر یہ کہ انسان ایسی خواہشات کا شکار ہو جاتا ہے جو مدت طلب ہوتی ہیں۔ دنیا کو مسخر کرنے کی فکر میں پڑ جاتا ہے۔ جان لیں کہ خواہشات کا سلسلہ ختم نہ ہونے والا ہے۔ ایک خواہش پوری ہو گئی تو دوسری کی طلب رہتی ہے۔ سمندر کے کھارے پانی اور پیاس کی طرح ہے جو ہرگز نہیں بجھتی۔ جتنا زیادہ پیا جائے۔ پیاس مزید بڑھتی ہے۔ اگر کوئی مادی خواہشات کے جال میں پھنس گیا تو اس سے اس کا نکلنا محال ہوگا اور عمر اس طرح تمام ہو جائے گی۔ موت کی دہلیز پر بیٹھے افراد سے پوچھئے کہ وہ تمام خواہشوں کی تکمیل کر سکے یا نہیں؟

کہیں گے کہ ایک فیصد خواہشیں بھی پوری نہ ہو سکیں جو بھی دنیا کا طالب ہوا ناکام رہے گا۔ آرزوؤں کی کوئی انتہا نہیں ہے۔ چاہے کوئی کھرب پتی ہو یا بالکل کنگال سب کا حال ایک ہی ہے۔ ڈائریکٹر جنرل سے جمعدار تک جو کوئی بھی اپنی خواہشوں اور ہوس رانیوں کی تکمیل چاہے گا اپنی مراد حاصل نہ کر پائے گا۔ ناکام و نامراد دنیا سے چلا جائے گا۔ ہزار میں سے ایک خواہش بھی نہ حاصل کرنے والے شخص تیری آرزوئیں اس قدر بڑھی ہوئی ہیں کہ شاید تجھے یہیں رہنا ہے۔ یہ کیوں نہیں سوچتا کہ ایک دفعہ اگر سانس چلی گئی تو دوبارہ واپس نہیں آئے گی۔ اگر نعوذ باللہ خواہشیں پوری ہو بھی رہی ہیں اور طاقت، دولت کی ریل پیل اور جوانی بھی ہے تو کیا ایسا شخص صاحب دل ہو سکتا

ہے؟

سات سو سالہ عمر کے لئے گھر کی ضرورت نہیں

لئالی الاخبار میں روایت درج ہے کہ ایک پیغمبر کی ملاقات ایک راہب سے ہوگئی جو پہاڑ کے دامن میں بیٹھا عبادت کر رہا تھا۔ اس کے پاس گرمی، سردی سے بچاؤ کا کوئی سامان نہ تھا۔ نہ گھر تھا نہ در، پیغمبرؑ نے سوال کیا: کب سے یہاں ہو؟ کہا برسوں گزر گئے پوچھا: تو پھر تم نے کوئی رہنے کا ٹھکانہ کیوں نہیں کیا۔ سردی اور گرمی سے بچاؤ کے لئے کچھ تو کرتے۔ جواب دیا: جب بارش ہوتی ہے تو اس غار میں چلا جاتا ہوں۔ آخر اتنی زحمت کیوں کروں۔ دنیا میں رہنا ہی کتنے روز ہے۔ مکان کس لئے تیار کروں؟ چند سال قبل میں نے ایک پیغمبرؑ کو دیکھا تو ان سے پوچھا: میں دنیا میں کب تک رہوں گا؟ فرمایا: ۷۰۰ سال سے زائد نہیں جیو گے۔ بھلا سات سو سال بھی کوئی عمر ہے جو میں اس کے لئے گھر بناؤں؟

پیغمبر نے کہا آخر میں ایک ایسا زمانہ آئے گا جب انسان کی عمر سو سال سے زائد نہیں ہوا کرے گی لیکن اس کے باوجود لوہے اور پتھروں کی مضبوط سے مضبوط عالی شان عمارتیں تعمیر کی جائیں گی۔ راہب نے کہا: اگر میری عمر سو سال ہوتی تو میں اسے ایک ہی سجدے میں تمام کر دیتا۔

البتہ ہم لوگ اس خیال میں نہیں رہتے کہ عمر آخر کتنی ہے۔ اس قدر

لمبی خواہشوں کا شکار ہیں کہ انہوں نے ہمیں اندھا بہرہ کردیا ہے اپنی عمر کا حساب بھی نہیں کرتے جبکہ پیغمبر گرامی کی پیش گوئی درست ثابت ہورہی ہے کہ میری امت کے افراد کی عمریں ساٹھ سے ستر برس تک ہوں گی۔

اکثر اعمار امتی بین ستّین وسبعین

لہٰذا جس کی عمر ساٹھ برس ہوگئی گویا وہ موت کی سرحد پر آن پہنچا۔

۶۰ سالہ بوڑھے اور خواہشوں کا یہ عالم، ہوا وہوس اور لالچ وحرص کی کوئی حد نہیں۔ اگر دس لاکھ ہیں تو چاہتے ہیں کہ ایک کروڑ کے مالک کیوں نہیں ہیں۔

یشیب بن آدم و یشب فیہ خصلتان الحرص فی العمر والحرص فی المال:

ترجمہ: ''بنی آدم دو خصلتوں کا حامل ہے طول العمر کی لالچ اور مال ودولت کی حرص جب جوان تھے تو اگر اپنے کسی عزیز کو مشکل میں دیکھتے تو متاثر ہوکر اس کی مدد کرتے تھے اور اب جبکہ کروڑ پتی اور بوڑھے ہوگئے ہو تو کسی کی مدد نہیں کرتے۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ مال کم ہوجائے، عمر کے بڑھنے کے ساتھ ساتھ اخلاقیات میں بھی تبدیلی آجاتی ہے۔ رویہ بالکل بدل جاتا ہے۔

دو ماہ کے لئے قرض اور طولانی آرزو

اصول کافی سے ایک اور واقعہ بیان کروں تاکہ اسلامی تربیت سے بیشتر واقفیت ہوجائے۔

اسامہ بن زید نے دو ماہ کی مدت کے وعدے پر لونڈی ادھار خریدی آپ جو یہ قرض کے معاملات طے کرتے ہیں جو طمع ولالچ کرتے ہیں یہ کس بنیاد پر کرتے ہیں کیا آپ کے پاس خدا کی طرف سے زندگی کی مہلت ہے کیا آپ کے پاس کوئی بینک بیلنس ہے جو آپ چیک دے رہے ہیں لالچ مت کریئے یہ اسلامی احکامات کے خلاف ہے۔ اسامہ کی یہ خبر رسول گرامیؐ کے کانوں تک پہنچی تو آپؐ نے فرمایا:

انّ اسامة لطویل الامل

اسامہ طویل آرزو رکھنے والا شخص ہے۔

معلوم ہوتا ہے تمہیں موت کی فکر نہیں ہے۔ کیا تمہیں یقین ہے کہ تم دو ماہ تک زندہ رہو گے۔ میں یہ نہیں کہتا کہ قرض کے معاملات نہ کرو۔ ممکن ہے کہ پہلے مر جاؤ۔ کوشش کرو کہ جب تمہیں موت آئے تو تم پر کوئی قرضہ نہ ہو۔ تم اپنے پیٹ کو کشکول نہیں رکھو۔ وسائل دنیا کو کم کرو۔ اس بات کا انتظار نہ کرو کہ تمہارا قرضہ تمہارا وارث اتارے گا۔ بے جا قرضہ آخر کس لئے لیتے ہو؟ جہاں تک ممکن ہو قرض کے بوجھ تلے مت دبو۔ موت کو مت بھولو۔

موت پیغمبر گرامیؐ کی نظروں میں رہتی تھی

تمہارے لئے نبی فرماتے ہیں: میں کوئی لقمہ اپنے منہ میں ایسا نہیں ڈالتا جس کی امید مجھے حلق سے اترنے کی ہو یعنی شاید اجل اجازت نہ دے کہ لقمہ

نیچے چلا جائے، رسول خداؐ موت کو اس قدر نزدیک مانتے ہیں اور تم جو کہ ان کے امتی ہو کیا تم میں حضورؐ کے اس طرز عمل کی بو نہیں ہونی چاہئے۔

مولا امیر المومنین علیؑ وصیت فرما رہے ہیں:

اوصیکم بکثرہ ذکر الموت و اقلال الغفلہ عنہ(نہج البلاغہ)

اے علیؑ کے چاہنے والو! علیؑ کے شیعو! میں تمہیں وصیت کرتا ہوں کہ آؤ مولا علیؑ کے اس وصیت نامہ پر عمل کرو۔ اپنی موت کو زیادہ سے زیادہ یاد رکھو۔ گھر سے نکلو تو آنے کی امید مت رکھو۔ ایسے کتنے لوگ ہیں جو جا کر واپس نہ آ سکے۔ حقیقت میں اپنی عمر پر بھروسہ نہ کرو۔ شاید تمہیں کل نصیب نہ ہو۔ جب سو جاؤ تو اٹھنے کی امید نہ رکھو۔ شاید سوتے سوتے جان نکل جائے۔ موت آ جائے۔

والتی لم تمت فی منامھا فیمسک الذی قضی علیھا الموت

ترجمہ: "اور جو لوگ نہیں مرے (ان کی روحیں) ان کی نیندیں کھینچ لی جاتی ہیں بس جن کے بارے میں خدا موت کا حکم دے چکا ہے ان روحوں کو روک رکھتا ہے۔ (سورہ زمر: آیت ۴۲)

موت سے اپنی غفلت کو کم کرو تا کہ دل نرم ہو۔ نرم دل میں ہی حق تعالیٰ کے لئے عاجزی پیدا ہوتی ہے۔ جب تک دل نرم نہیں ہوتا اس میں اللہ تعالیٰ کے لئے خضوع وخشوع پیدا نہیں ہوتا مومنین وہ ہیں جو نرم دل اور

مطمئن ہوتے ہیں ۔

المومنون هنون لينون مستكينون

''موت کے ذکر نے ان کے دلوں کو نرم کر دیا ہے''

زندگی کا بھروسہ نہیں لہٰذا وعدہ نہیں کرتا

ایک شخص نے امام محمد باقرؑ سے رقم مانگی، فرمایا: نقد نہیں ہے کہنے لگا: میں کسی کا مقروض ہوں آپ کی پناہ میں آ گیا ہوں امامؑ نے فرمایا: نقد تو میرے پاس نہیں ہے۔ کچھ مال آنے والا ہے بک جائے گا تو تیرا قرضہ ادا کردوں گا۔ اس شخص نے کہا: پس مولا آپ وعدہ کرلیں کہ ادا کردیں گے۔ آپؑ نے فرمایا مجھے اپنی زندگی کا اطمینان نہیں ہے۔ تم سے کس طرح وعدہ کر لوں کہ تمہارا قرضہ اتار دوں گا۔

عمر ابن سعد ملعون کو ذرا دیکھئے کہ رے کی ملکیت کا خواہاں ہے کم بخت اپنی اس بیہودہ خام خیالی کو عملی جامہ پہنانے کی خاطر حسینؑ کو قتل کرنے کے درپے ہو جاتا ہے۔ اگر جہنم میں چلا گیا تو کیا ہوا۔ توبہ کرلوں گا۔ فی الحال رے کی حکومت تو حاصل کرلوں۔ اسے موت کے امکان کا خیال نہیں تھا۔ شاید اس سے پہلے مجھے موت آجائے۔
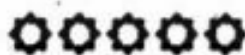
تقریر ۵

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

الم یانِ للّذین امنوا ان تخشع قلوبھم لذکر اللہ و ما نزّل من الحق

ولا یکونوا کالّذین اوتوا الکتاب من قبل فطال علیھم الامد

فقست قلوبھم و کثیر منھم فاسقون (سورۃ الحدید: آیت ۱۶)

ترجمہ: "کیا ایمانداروں کے لئے ابھی تک وقت نہیں آیا کہ خدا کی یاد اور قرآن جو (خدا کی طرف سے) نازل ہوا ہے ان کے دل نرم ہوں اور وہ ان لوگوں کے جیسے نہ ہو جائیں جن کو ان سے پہلے کتاب (توریت و انجیل) دی گئی تھی تو (جب) ایک زمانہ دراز گزر گیا تو ان کے دل سخت ہو گئے اور ان میں سے بہت سے بدکار ہو گئے۔"

حد سے زیادہ کھانا، پینا، سونا اور باتیں کرنا دل میں سختی پیدا کرتا ہے

خشوع قلب برائے حق تعالیٰ، ایمان بہ حق اسی وقت ہوتا ہے کہ جب انسان قساوت کے مرض سے نجات پالیتا ہے دل کی زیادہ سختی کے اسباب کا گزشتہ روز کی بحث میں تذکرہ کیا گیا جو کہ دیرینہ، طویل المدت آرزوؤں سے عبارت ہے دل کی سختی کے دیگر اسباب میں جو سرِ فہرست عوامل ہیں ان میں زیادہ کھانا اور زیادہ سونا بھی شامل ہیں جن کی طرف اہل بیت اطہارؑ نے روایات کے ذریعے توجہ مبذول کرائی ہے خواہی نہ خواہی دل سخت ہو جاتا ہے

اور اس میں مزید خضوع و خشوع نہیں رہتا۔

زیادہ سونے، زیادہ کھانے پینے اور زیادہ باتیں کرنے والے یہ تینوں پروردگار عالم کے غضب کا شکار رہتے ہیں، خصوصاً زیادہ کھانے والا اور زیادہ سونے والا۔

ان اللّٰہ یبغض کلُّ اکول نئوم

ترجمہ: ’’بے شک اللہ شکم پری کو پسند نہیں کرتا‘‘

مت کہو کہ میں تو حلال کی کمائی سے کھاتا ہوں۔ یہ بات اپنی جگہ درست ہے۔ اللہ کرے کہ تم ہمیشہ لقمہ حلال کھاؤ لیکن مسئلہ زیادہ کھانے کا ہے۔ حد سے زیادہ کھانے پینے سے دل میں سختی پیدا ہوتی ہے۔

خوراک کی مقدار نسبی ہے

اگر آپ نے ایک لقمہ زیادہ کھالیا تو یہ آپ کی روح کے لئے نقصان کا باعث ہے ساتھ ہی کوئی شخص یہ نہیں کہہ سکتا کہ انسانی خوراک کی مقدار کمل طور پر کتنی ہونی چاہئے۔ اس کی کوئی خاص مقدار نہیں ہے کوئی خاص میزان نہیں ہر فرد اپنی ضرورت کے مطابق کھانا کھاتا ہے یہ اس کی جسمانی ساخت پر منحصر ہے۔ ایک محنتی جوان کی خوراک میں اور ایک گوشے سے لگے ہوئے بوڑھے شخص کی غذا کی مقدار میں فرق ہوتا ہے اصل چیز یہ ہے کہ انسان یہ سمجھے کہ خوراک سے استفادہ کی غرض کیا ہے؟ کھانا کھانا کیوں ضروری ہے؟

خوراک کے استعمال کی غرض بدل ما تحلل ہے۔ یعنی انسانی جسم کی ساخت فطری حرارت رکھتی ہے اور یہ دم بہ دم تحلیل ہوتی رہتی ہے۔ بدن کے اجزا کو خوراک کی فراہمی ہوتی رہنی چاہئے پانی پہنچتا رہے جیسے موٹر گاڑی کو پیٹرول۔ پیٹرول گاڑی کے لئے کیسا ہے۔ جب یہ چلتی ہے تو پیٹرول کم ہوتا رہتا ہے اور اگر ختم ہو جائے تو گاڑی رک جاتی ہے۔ خوراک بھی یہی عمل کرتی ہے۔ پیٹرول کا حکم رکھتی ہے یعنی جو چیز بدل سے تحلیل ہو رہی ہے اس کی جگہ کو پر کرے تا کہ تقویت ملتی رہے۔

بدن کی سلامتی کے لئے خوراک میں لذت پیدا کی گئی ہے

ضمناً یہ کہ پروردگار عالم نے اپنی حکمت بالغہ کے ذریعے انسان کی غذا میں لذت رکھی ہے۔ اس نے غذاؤں میں اپنی حکمت عطا فرمائی تا کہ لذت کے ادراک کے ذریعہ غذائیں حاصل کرنے کی انسان تگ ودو کرے۔ بدن بغیر غذا کے ڈھیلا نہ پڑے۔ یہ اس مالک کا بڑا احسان اور خاص لطف و کرم ہے۔ لہٰذا غذا بدن کی کمزوری اور انحلال سے بچنے کا ذریعہ ہے۔

بعض کا کہنا ہے کہ لذت، اللہ تعالیٰ کی خفیہ حکمتوں میں سے ایک ہے کہ اگر کھانے کی لذت نہ ہوتی تو انسان اس کے پیچھے نہ جاتا، سمجھدار آدمی بلا ضرورت کھانا نہیں کھاتا۔ جتنی معدہ کی ضرورت ہو اتنی غذا کھائے گا۔ ظاہر ہے کہ گاڑی میں جب ضرورت محسوس کریں گے اسی وقت پیٹرول ڈالیں

گے۔ اتنا کہ جس قدر اس میں گنجائش ہو اور ضرورت کے مطابق۔ اے عاقل کب کھانے کی ضرورت ہے جبکہ معدہ خالی ہو ورنہ بھرے پیٹ کھانے سے نقصان ہوتا ہے۔ جس معدہ کو چند ساعت قبل بھرا تھا دوبارہ بھرو گے تو یہ دل میں سختی پیدا کرے گا جبکہ ایسی غذائیں کھانا جو مضر صحت ہوں حرام ہے نشہ آور چیز، مست کر دینے والی اشیاء کا استعمال جن کے باعث دل میں قطعاً خشوع آ ہی نہیں سکتا، حرام ہے۔

لہٰذا حضرت امام جعفر صادق فرما رہے ہیں کہ اپنے معدہ کو تین حصوں میں تقسیم کرو۔ ایک حصہ خوراک کے لئے، دوسرا حصہ مشروبات کے لئے اور تیسرا حصہ آرام کے لئے رکھو۔ نازیبا چیزوں میں ایک یہ بھی ہے کہ دستر خوان پر بیٹھتے ہی جلدی جلدی کھانا اور اسی طرح بڑا لقمہ لینا۔ چنانچہ مستحب ہے کہ انسان چھوٹا لقمہ لے اور منہ میں چھوڑ دے، اچھی طرح چبائے اور دستر خوان پر خاصی دیر تک بیٹھا رہے، نہ یہ کہ زیادہ سے زیادہ کھاتا رہے، مختصر یہ کہ کمیت اور کیفیت کے لحاظ سے اپنے کھانے میں اور ایک جانور کے کھانے میں فرق رکھے۔

جب تک بھوک نہ لگے مت کھاؤ
اور پیٹ بھرنے سے قبل ہاتھ کھینچ لو

وہ معیار جو اسد اللہ الغالب علی ابن ابی طالبؑ نے مقرر فرمادیا: جو شخص مجھ سے چند چیزوں کا معاہدہ کرے میں اس کی صحت کی سلامتی کا ضامن

ہوں (علیؑ کا بیمہ مشروط ہے)۔ اول یہ کہ اس وقت تک کھانا نہ کھائے جب تک بھوک محسوس نہ کرے (اگر خواہش نہ ہو تو مت کھاؤ)۔ دوم یہ کہ پیٹ بھر جانے سے قبل ہاتھ کھینچ لے۔ یعنی ابھی مزید خواہش ہو اور اٹھ جائے۔ ایک لقمہ کمتر راحت تر، جب کہ زیادہ کھانا بدہضمی پیدا کرتا ہے اور جب جسمانی لحاظ سے زحمت میں پڑ گئے تو روحانی طور پر بھی پریشانی کا شکار ہو گئے اور سب سے اہم دل کی قساوت (سختی) ہے۔ بدن خراب ہوگا تو دل بھی خراب ہوگا۔

امام جعفر صادقؑ فرماتے ہیں کہ اگر قبرستان جانے کا اتفاق ہو تو اہلِ قبور سے پوچھو کہ کس بیماری کے سبب موت واقعہ ہوئی تو اکثر کہیں گے کہ نظامِ ہاضمہ کی خرابی کے سبب مرے۔ زیادہ کھانے کے باعث حد سے تجاوز ہو جاتا ہے۔ معدہ گرانی میں مبتلا ہوتا ہے۔ بدن خراب ہوتا ہے اور معدہ میں فاسد ہو جانے والی غذا توانائی نہیں بخشتی۔ آپ سوچتے ہیں کہ سحری میں چند لقمے زائد کھانے سے روزہ صحیح گزرے گا۔ توانائی بڑھے گی جب کہ یہ غلط خیال ہے۔ یہ بدن، روزہ اور قلب سب کے لئے مضر ہے۔

گوشت خوری اور اس کی حیوانی صفت

گوشت زیادہ کھانے سے بھی قساوت (سختی) پیدا ہوتی ہے۔ درست ہے کہ حلال جانور کا گوشت کھاتے ہو لیکن وہی اثر رکھتا ہے جس حیوان کا گوشت زیادہ کھایا جائے گا۔ اس کی صفات انسان میں پیدا ہو جائیں گی۔ اگر

کوئی گوسفند (بھیڑ) کا گوشت زیادہ کھائے گا تو اس میں شعور کی آہستہ آہستہ کمی ہوتی جائے گی۔ لطافت و روحانیت اور عطفۂ انسانیت اس سے چھنتا جائے گا۔ مرغ کا زیادہ استعمال انسان کو کشش و پیچ میں مبتلا کرتا ہے۔ فہم کم ہوتا ہے۔ مرغ کی مانند کہ جو صرف اپنے دانے سے سروکار رکھتا ہے۔ اس کی عقل بھیڑ کے بچے سے بھی کم ہوتی ہے۔ اگر خدانخواستہ نجس العین جانور سور کا گوشت کھائے تو سور کی صفات آجائیں گی۔ بے غیرت ہوجائے گا۔ شہوت پرست، عورت پرست اور شکم پرست ہوجائے گا۔ کسی بھی جانور میں شکم پرستی اور شہوت رانی سور کی مانند نہیں پائی جاتی۔ کسی چیز سے منہ نہیں پھیرتا کھا جاتا ہے اور جب وہ اپنی مادہ کی طرف راغب ہوتا ہے تو اس قدر بے حیائی کا مظاہرہ کرتا ہے کہ میلوں تک اسی حالت میں رہتا ہے۔ سنا ہے کہ باہر کے ممالک میں سور کا گوشت استعمال کرنے والے افراد اپنی بیویوں کو دوسروں کے ساتھ دیکھ کر خوش ہوتے ہیں۔ سور کے گوشت نے انہیں سور بنا دیا ہے۔ کہا جارہا ہے کہ بعض اقسام کے سینڈوچز میں بھی سور کا گوشت ملایا جارہا ہے۔ خدانخواستہ کہیں مسلمانوں میں بھی سور کی صفات نہ آجائیں۔

نیند اعصابی قوت کے لئے ہوتی ہے وقت ضائع کرنے کے لئے نہیں

زیادہ سونا بھی قساوت کا سبب بن جاتا ہے۔ عاقل شخص کو سونے کی غرض سے واقفیت ہونی ضروری ہے۔ خداوند کریم نے نیند کو انسانی اعضا

وجوارح کے آرام وسکون کا ذریعے قرار دیا ہے۔

وجعلنا نومکم سباتاً

ترجمہ: اور تمہاری نیند کو آرام (کا باعث) قرار دیا۔

(سورۂ نباء: آیت نمبر ۹)

انسانی جسم بیداری کی حالت میں سرگرم عمل رہتا ہے۔ تمام مشنری کام میں مصروف رہتی ہے۔ اگر لگاتار کام کرتی رہے تو فرسودہ ہوجائے۔ اسے آرام کی ضرورت ہوتی ہے۔ آنکھ، کان، ہاتھ، پاؤں، دھان اور قوتِ لامسہ سب کو آرام کی احتیاج ہے۔ ایک خاص وقت آرام کے لئے ہو اور پھر دوبارہ تر و تازہ ہو کر سرگرم عمل ہوجائیں۔ نیند کا مقصد بھی تھکاوٹ اور ملال کا دور کیا جانا ہے۔ قوائے انسانی کی تازگی کے لئے حد مقرر ہے۔ اگر کوئی شخص دن میں بہت زیادہ کام کاج کرلے تو اسے رات میں زیادہ آرام کی ضرورت ہوگی۔ جب کہ معمول کا کام انجام دینے والے شخص کو اس کی چنداں ضرورت نہیں ہوگی۔ دو گھنٹے آرام اس کے لئے کافی ہوگا۔ جب کہ دوسرے کو تین گھنٹے کافی ہوں گے۔ کام کی مقدار پر موقوف ہے۔ اگر مقدار سے زیادہ کام کریں گے تو نتیجہ برعکس پائیں گے۔ تھک کر چور ہوجائیں گے۔ اسی طرح زیادہ سونا بھی کسالت (سستی) کا سبب بنتی ہے۔ آپ انتہائی پژمردہ ہوجائیں گے۔ پرخوابی (زیادہ سونا) سے وقت بھی بہت ضائع ہوتا ہے اور یہ

قساوت پیدا کرتی ہے۔ لہٰذا انسان کو کتنے گھنٹے سونے کی ضرورت ہے۔ اس کی کوئی حد معین نہیں ہے۔ یہ انسان کی اپنی حالت پر موقوف ہے۔ جسم کی تھکاوٹ جس قدر ہو اتنی ہی آرام کی ضرورت ہوگی۔ خشک زمین پر یا عالیشان مسہری پر سو گیا تو سو گیا۔ اس میں کوئی حرج نہیں ہوتا۔

لہٰذا قلب کی سختی کے اسباب میں سے زیادہ سونا اور سونے کی حد سے زیادہ سوتے رہنا ہے۔ خواہ دن میں ہو چاہے رات میں۔ بعض موقع پر سونا مکروہ ہے اور اس سے قلب میں زیادہ سختی آتی ہے۔ مثلاً بین الطلوعین میں یعنی دھوپ نکلنے سے قبل سونا قساوت لاتا ہے۔ لیکن لوگوں کا وطیرہ یہ بن گیا ہے کہ رات گئے تک کام کاج کرتے ہیں۔ دنیا کی لالچ میں اور اس کے بعد پیٹ بھر کر کھانا کھانے کے بعد ٹیلی ویژن دیکھنے بیٹھ جاتے ہیں۔ تھک ہار کر سونے کے بعد صبح دیر تک نہیں اٹھتے اور خصوصاً بین الطلوعین قبل از آفتاب پیاری پیاری ہوا چلتی ہے جس کے سبب نیند اور زیادہ آتی ہے۔ صبح کی نماز کے لئے بڑی مشکل سے اٹھا جاتا ہے جب کہ روحانی کے علاوہ اس دوران سونا بدن کے لئے بھی مضر ہے۔ اس نیند کو روایات میں لعنت اور شقاوت کی نیند کا نام دیا گیا ہے۔

آپ نے سنا ہے ۱۹ ویں رمضان کی صبح جب مولا علیؑ کو ضربت لگائی گئی تو آپ کو مسجد سے باہر لایا گیا۔ مولاؑ کی نگاہ فجر پر پڑی جو طلوع ہو چکی

تھی تو آپؐ نے فرمایا: والصبح اذا تنفس.

بحارالانوار میں منقول ہے کہ آپؐ نے فرمایا: اے صبح تو گواہ رہنا کہ تو کبھی طلوع نہ ہوئی کہ علیؑ سو رہا ہو۔

زیادہ باتیں کرنے سے بھی دل میں قساوت پیدا ہوتی ہے البتہ مباح بات چیت نہ کہ جھوٹ، تہمت و غیبت، راز سے پردہ اٹھانا، مومن کی بے عزتی کرنا، اسے برا بھلا کہنا، یہ سب چیزیں تو مطلقاً حرام ہیں۔

عورتوں کی صحبت میں بیٹھنے سے بھی قلب میں قساوت آتی ہے

عورتوں کی صحبت میں بیٹھنے، ان سے گفتگو کرنے، ان کے ساتھ نشت و برخاست کرنے سے بھی شقاوت ہوتی ہے۔ اس لئے کہ عورت میں صرف شہوتیں اور مادّیات کی جہت قوی ہوتی ہیں۔ اگر کوئی شخص معرفت کمال اور خشوع قلب کا طالب ہے اور وہ مرد ہے تو عورت کو قساوت سے نجات دلائے نہ کہ خود اسے دل دے بیٹھے اور عورتیں جب اکٹھی بیٹھتی ہیں تو سوائے مادی و دنیوی امور کے اور کوئی بات نہیں کرتی ہیں۔ اس کی چغل خوری، عیب جوئی ، دوسروں کے امور میں مداخلت کے علاوہ اور کچھ نہیں ہوتا ہے۔ اگر تم عورتوں کے ساتھ زیادہ اٹھو بیٹھو گے تو تم میں بھی یہ زنانہ صفات آجائیں گی۔ کیا تمہیں اس بات کا خیال ہے کہ میرا ایک رمضان چلا گیا۔ کیا مجھ میں خشوع قلب عام کی کوئی چیز پیدا ہوئی ہے یا نہیں؟ روزہ کے روحانی پہلو سے یعنی کم کھانے پینے

اور راتوں کو جاگتے رہنے اور عبادت کرنے سے آگاہی حاصل ہوئی یا نہیں۔

اس سے ہمیں کوئی سبق ملا یا نہیں؟

پہلے روزہ سے آخری روزہ تک اپنا جائزہ لیں۔ آپ نے اپنے اندر کوئی تبدیلی محسوس کی۔ کچھ قدم آگے بڑھے یا نہیں؟ آپ کا دل نرم تر ہوا یا نہیں۔ کم از کم خشوع کا ہی پتہ کر لیتے کہ یہ کیا شے ہے؟ تا کہ دیکھتے کہ اس میں اضافہ ہوا یا نہیں۔ خشوع کی حقیقت کو انشاء اللہ آگے بحث میں بیان کروں گا۔

بعض لوگ ایسے ہیں جو دن بدن پیچھے جا رہے ہیں۔ رمضان کے اس مبارک مہینے میں زیادہ کھاتے ہیں اور زیادہ باتیں بناتے ہیں۔ الٹا اثر لیتے ہیں اور ان کا خشوع کمتر ہو جاتا ہے۔

استغفر اللّٰہ الذی لا الہ الا ھوا الحی القیوم
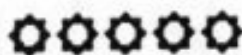
✪✪✪✪✪

تقریر ۶

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

الم یانِ للّذین امنوا ان تخشع قلوبهم لذکر الله و ما نزّل من الحق ولا یکونوا کالّذین اوتوا الکتاب من قبل فطال علیهم الامد فقست قلوبهم و کثیر منهم فاسقون (سورۃ الحدید: آیت ۱۶)

ترجمہ: ''کیا ایمانداروں کے لئے ابھی تک وقت نہیں آیا کہ خدا کی یاد اور قرآن جو (خدا کی طرف سے) نازل ہوا ہے ان کے دل نرم ہوں اور وہ ان لوگوں کے جیسے نہ ہو جائیں جن کو ان سے پہلے کتاب (توریت وانجیل) دی گئی تھی تو (جب) ایک زمانہ دراز گزر گیا تو ان کے دل سخت ہوگئے اور ان میں سے بہت سے بدکار ہو گئے۔''

مال وثروت جمع کرنا بے ایمانی کا پیش خیمہ ہے

قلب کی سختی کی ایک اور وجہ مال وثروت کے پیچھے دوڑنا ہے جس کی نشاندہی قرآن مجید اور روایات کے ذریعہ ہوتی ہے اور عقل وجدان بھی اس کی سب سے بڑی گواہی ہے۔ ایک دوملین تو کیا کھربوں روپے بھی حاصل ہوجائیں تو مال و دولت کی خواہش ختم نہیں ہوتی۔ اس کی کوئی آخری حد نہیں ہے کہ جس پر پہنچنے کے بعد انسان یہ کہے کہ اب کافی ہے۔

اگر کوئی شخص مال وثروت جمع کرے اور زیادہ سے زیادہ سرمایہ اکٹھا

کرنے میں مگن ہو جائے تو گویا وہ ایسی راہ پر چل پڑا جس سے سختی درسختی پیدا ہوتی ہے۔ کوئی روز ایسا نہیں جائے گا جب قساوت کے پردے پر پردے نہ پڑیں یہاں تک کہ ایک لمحہ کے لئے بھی دل اللہ تعالیٰ کی طرف نہیں جھکتا بلکہ نوبت یہاں تک آ پہنچتی ہے کہ نماز اور روزہ کو معمولی چیز جاننے لگتا ہے۔ لعنت ہو ایسی دولت مندی پر کہ جو انسان کو کفر الحاد کی طرف لے جائے۔ اس قدر شقی ہو جاتا ہے کہ ایمان گنوا بیٹھتا ہے۔ اگر چہ نماز پڑھتا ہے تو عادت کی وجہ سے۔ نہ یہ کہ خود کو پروردگار کا محتاج بندہ جانے۔ بہت سے تو ایسے بھی ہیں جو نماز بھی چھوڑ بیٹھتے ہیں۔ جب ہدف مال ہوگا تو معاملہ یہاں تک پہنچ ہی جائے گا۔ یہ بے ایمانی کا مقدمہ ہے۔ امیر المومنینؑ کے کلمات میں سے ہے کہ مال کی کثرت نے دین کو بادفنا میں بدل دیا۔ مال قلب میں فراموشی اور غفلت کے اسباب فراہم کرتا ہے۔

کثرة المال مبطلة للدين منساه للقلب

ترجمہ: مال کی کثرت دین کو قلب سے نکال دیتی ہے۔

مال بنانے کے چکر میں پڑے ہوئے لوگوں اپنے دل کی سختی کو روز بروز بڑھا رہے ہو۔ اس وقت ہوش میں آؤ گے جب جانے کا وقت قریب آ جائے گا۔ کیا اس وقت غور کرو گے کہ میں تو اپنے رب کی بارگاہ میں ذرہ برابر خضوع و خشوع نہیں رکھتا۔ جب معاملہ ہاتھ سے نکل جائے گا۔ مال جمع

کرنے والے شخص کی حالت یہ ہوتی جاتی ہے کہ جتنا زیادہ ہو کم محسوس کرتا ہے۔ خود کو گدا جانتا ہے۔ کہتا ہے کہ فلاں شخص تو مجھ سے کمتر تھا۔ اب کس قدر ترقی یافتہ ہو گیا ہے۔ مجھ سے کئی گنا زائد دولت کا حامل ہے۔ ایسے شخص میں کسی قسم کی اللہ تعالیٰ کے حضور عاجزی نہیں رہتی۔

مال وثروت رکھنا اور انفاق کرنا اچھی بات ہے

بعض دنیا پرست لوگ ان باتوں پر اعتراض کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ آپ مسلمانوں کو کاہلی پر مجبور کرتے ہیں۔ مال وثروت تو حاصل کرنی چاہیے۔ کیا دولت بری چیز ہے؟ دولت میں دنیا کی بادشاہی ہے۔ کیا مسلمان کو امیر نہیں ہونا چاہیے؟

یہ سوچ سراسر غلط ہے اور شیطان ان کی زبان سے یہ جملے ادا کرواتا ہے۔ اسلام نے دولت کو اپنا ہدف قرار دینے سے منع کیا ہے نہ کہ مال کی نفی فرمائی ہے۔ دولت کا انبار لگانا اور اسے اللہ کی راہ میں خرچ نہ کرنا۔ اس چیز کی مذمت کی گئی ہے۔ دولت آئے تو خرچ کرو۔ مثلاً ہزاروں آئیں تو ایک ہزار اللہ تعالیٰ کی راہ میں بھی خرچ کرو تاکہ ثروت مندی کے باعث قلب میں سختی پیدا نہ ہو۔ بے ایمانی اور کفر و الحاد جنم نہ لے۔ کیا ہی بہتر ہے کہ جہاں تک ہو مال و دولت حاصل کرو اور ہاتھ میں آتے ہی خدا کی راہ میں انفاق کر دو۔ کون کہتا ہے کہ اسلام لوگوں کو کاہلی پر مجبور کرتا ہے۔ مال دار ہونا تو اچھی بات

ہے۔ اسلام نے مال کی نہیں مال حرام کی مذمت کی ہے اگر مال کمانا خدا کے نزدیک مذموم ہوتا تو وہ زکوٰۃ و خمس واجب کیوں قرار دیتا۔

مال را کز بہر حق باشی حمول
نعم مال صالح خواندش رسولؐ

شیخ صدوقؒ کی توحید میں جناب ابوذر غفاریؓ سے مفصل روایت ہے۔ میں صرف اپنی دلیل کو بیان کرنے کے لئے اختصار سے کام لوں گا۔

جناب رسول خداؐ نے فرمایا: اے ابوذرؓ میری امت کے تمام غنی اور صاحب ثروت لوگ ہلاکت میں ہیں لیکن وہ لوگ جو دائیں بائیں آگے پیچھے انفاق کرتے ہیں یعنی جب بھی کوئی کار خیر پیش آجائے تو آرام سے نہیں بیٹھتے۔ اگر ایسے لوگ ہیں تو اہلِ نجات میں سے ہیں ورنہ ہلاکت میں ہیں۔ ایک ملین ہے تو ایک ملین اور جمع کرنے کی فکر میں رہتے ہیں۔ انبار لگائے جا رہے ہیں۔ لئالی الاخبار میں ہے کہ جو مسلمان صبح شام مال جمع کرنے کی فکر میں رہتا ہے۔ قیامت کے روز یہود و نصاریٰ کے ساتھ محشور ہوگا۔

من اصبح و امسی وھمہ الدینار و الدراھم
حشرہ اللہ مع الیھود و النصاریٰ

جی ہاں مالدار خطرے میں ہیں۔ انہیں پتہ ہونا چاہئے کہ وہ ایمان سے استفادہ نہیں کر رہے ہیں۔ میں بار بار عرض کر رہا ہوں کہ دلوں میں ایمان

پیدا کریں۔ اس کا اثر اللہ کی بارگاہ میں عاجزی ہے جو دل حبّ مال سے بھرا ہوا ہو اس میں کہاں سے خشوع خضوع پیدا ہوگا۔

رسول خداؐ کے غریب ترین مفلس صحابی ثعلبہ تھے۔ ان میں خشوع پیدا ہوگیا تھا۔ رسول خداؐ کی عنایت ان کے شامل حال تھی۔ ایک روز حضورؐ نے ان کا حال دریافت کیا۔ آپؐ کی خواہش تھی کہ وہ ایک حد تک اس حالت سے باہر آ جائیں۔ آپؐ نے انہیں چند درہم دیئے تاکہ کچھ کام کاج کرسکیں۔ وہ بازار گئے، مال خریدا جس میں انہیں بڑا فائدہ ہوا۔ خلاصہ یہ کہ آہستہ آہستہ ان کے مالی حالات بہتر ہونے لگے۔ اب وہ نماز جماعت میں شرکت سے قاصر ہونے لگے۔ کہنے لگے کہ میں کیسے اپنا کام ادھورا چھوڑ کر آؤں۔ انہوں نے ایک گلہ بنایا جس میں جانور جمع کرنا شروع کر دیئے رقم بڑھتی رہی۔ بہر حال کاروبار پھیلتا گیا۔ مدینہ سے باہر تک اس کا دائرہ وسیع ہوگیا۔ ایک روز آنحضرتؐ نے ان کے بارے میں پوچھا کہ بالکل نظر نہیں آرہے ہیں کیا بات ہے؟ اصحابؓ نے عرض کی: یارسول اللہؐ ثعلبہ نے تو مویشی بڑی تعداد میں پال رکھے ہیں اور ان کی گلہ بانی کے لئے وسیع وعریض زمین خریدی ہے۔ اچھا! حضورؐ نے زکوۃ کے لئے ایک شخص کو بھیجا۔ حساب کیا تو بہت زیادہ نکلا۔ ثعلبہ نے پس و پیش سے کام لینا شروع کر دیا بلکہ کفریہ جملہ ان کے منہ سے نکلا۔ محمدؐ چاہتا ہے کہ ہم سے بھی ٹیکس لے۔ یہ وہی گدا ہے کو کچھ عرصہ قبل

اللہ کے حضور عاجزی کیا کرتا تھا۔ اس نے اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کیا۔ لہٰذا قلب کی سختی نے انہیں ہلاک کر دیا۔ مسلمانوں اگر تم اسلام کے دائرہ میں دولت مند رہنا چاہتے ہو تو اس کے لئے ضروری ہے کہ انفاق اللہ کی راہ میں خرچ کرتے رہو۔ مناسب مقدار میں مال کو خرچ کرو۔ یہ نہیں کہ دس ہزار ہوں تو صرف سو روپے نکال دو۔ یہ انفاق نہیں کہلائے گا۔

قارون کو اس کی دولت نے ہلاک کیا

کیا سعادت وخوش بختی کو دولت مندی میں تلاش کرتے ہو۔ کیا یہود دولت مند ہیں۔ تو اس وجہ سے سعادت وخوش بختی کے مالک ہیں؟ قرآن سے آپ کو دلیل دوں جب قارون نے اپنی عظیم دولت بنی اسرائیل کو دکھائی۔ چار سو عظیم مرکبوں پر سوار جن کی زینیں سونے کی تھیں۔ انہیں دیکھ کر بنی اسرائیل کہنے لگے خوشا نصیب قارون کس قدر پر کیف زندگی گزارتا ہے۔ اے کاش کہ ہم بھی اس کی طرح ہوتے۔ ہم بھی اس طرح مال و دولت کے مالک ہوتے۔

فخرج علی قومه فی زینته قال الذین یریدون الحیوة الدنیا

یا لیت لنا مثل ما اوتی قارون انه لذو حظ عظیم

ترجمہ: غرض (ایک دن قارون) اپنی قوم کے سامنے بڑی آرائش اور ٹھاٹھ کے ساتھ نکلا تو جو لوگ دنیا کی (چند روزہ) زندگی کے طالب تھے (اس

شان کو دیکھ کر) کہنے لگے جو مال اور دولت قارون کو عطا ہوئی ہے کاش میرے لئے (بھی) ہوتی۔ اس میں شک نہیں کہ قارون بڑا نصیب ور ہے۔(سورۃ القصص: آیت نمبر۷۹)

انہیں یہ معلوم نہ تھا کہ مال دل کو اپنی طرف کھینچتا ہے۔ ایمان کا گلا گھونٹ دیتا ہے بلکہ دولتمند لوگ اس دنیا میں بھی پریشان رہتے ہیں جتنا امیر ہوگا اتنا ہی پریشان ہوگا۔ ہمیشہ مال کی زیادتی اور اس کی حفاظت میں مشغول رہتا ہے۔ انکم ٹیکس کی ادائیگی کے بارے میں پریشان۔ خلاصہ یہ کہ غریبوں کی پرسکون زندگی سے محروم رہتا ہے۔ امیر لوگوں کو غریبوں کی آرام دہ زندگی کی آرزو رہتی ہے جب قارون اور اس کی ثروت زمین میں دھنس گئی تو انہیں اپنی غلطی کا احساس ہوا اور انہوں نے کہا کہ اچھا ہی ہوا کہ ہمیں ایسا مال نہیں دیا گیا۔

واصبح الذين تمنوا مكانه بلامس يقولون ويكان الله يبسط الرزق لمن يشاء ويقدر لولا ان مَنّ الله علينا لخسف بنا و يكانه لايفلح الكافرون.

ترجمہ: اور جن لوگوں نے کل اس کے جاہ ومرتبہ کی تمنا کی تھی وہ (آج یہ تماشہ دیکھ کر) کہنے لگے۔ ارے معاذ اللہ یہ تو خدا ہی اپنے بندوں میں سے جس کی روزی چاہتا ہے کشادہ کر دیتا ہے اور جس کی روزی چاہتا ہے تنگ کر دیتا ہے۔

اگر (کہیں) خدا ہم پر مہربانی نہ کرتا (اور اتنا مال دیتا) تو اسی طرح ہم کو بھی ضرور دھنسا دیتا ارے معاذ اللہ (سچ ہے) ہرگز کفار اپنی مرادیں نہ پائیں گے۔

(سورۂ قصص ۲۸: آیت نمبر ۸۲)

خلیفہ کی خواہش کاش میں دھوبی ہوتا

عبدالملک مروان اپنی عمر کے آخری روز اپنے قصر کی چھت پر بیٹھا دور کا نظارہ کر رہا تھا۔ دیکھتا ہے کہ دریا کے کنارے سرسبز علاقے میں ایک دھوبی لباس دھونے میں مصروف ہے۔ اس کے ہمراہ جو لوگ ہیں ہنسی خوشی باتیں کر رہے ہیں۔ ایک دوسرے سے ہنسی مذاق میں مشغول ہیں۔ عبدالملک نے حسرت بھری نگاہیں ڈالیں اور کہا کہ کاش میں بھی ایسی عمدہ زندگی کا مالک ہوتا۔ یہ اس کی آخری خواہش ثابت ہوئی۔ اسی روز اس کا انتقال ہوگیا۔ بہر حال اپنے دل کو کنٹرول کرنے اور نفس کو مارنے میں دشواریاں تو بہت ہوتی ہیں۔ دل کی تختی داخلی و بیرونی دشمنوں سے بھی کہیں بدتر ہوتی ہے۔ میں نہیں کہتا کہ مال و دولت بری چیز ہے۔ مال کے پیچھے جائیں لیکن ایک شرط کے ساتھ کہ آپ مناسب مقدار میں خدا کی راہ میں خرچ بھی تو کریں۔ جتنا منافع ہو اس کے حساب سے اللہ کی راہ میں انفاق بھی کریں۔ اگر ایمان کے ساتھ دنیا سے جانا چاہتے ہیں۔ یہ چاہتے ہیں کہ مال و ثروت آپ کو ہلاک نہ کرے تو یہی ایک راستہ ہے جو بتا دیا گیا۔ خلوص نیت کے ساتھ انفاق کیا جائے۔

قربۃً الی اللہ

ریڈیو، ٹی وی یا دیگر ذرائع ابلاغ سے نام لیا جائے یا جس کو دیا جارہا ہے اس سے تعریف کی توقع ہو تو اس طرح کا انفاق مزید سختی (قساوت) لاتا ہے۔ اگر ایسا کیا تو گویا خود کو ہلاک کردیا۔ اس سے بہتر تھا کہ نہ دیتے۔ اگر آپ نے یہ سوچا کہ اس تھوڑے سے انفاق کے ذریعے کہ جس میں ریاکاری بھی شامل ہے نجات حاصل ہو جائے گی تو یہ آپ کی غلط فہمی ہے۔ میں لگی لپٹی باتیں نہیں کرتا۔ جو حقیقت ہے کھول کر سامنے پیش کردی۔ چاہے میری باتوں کا برا مانیں یا بھلا۔ چاہے عمل کریں یا ملال کرتے رہیں۔

مال و دولت کی آرزو غریبوں کو ہلاکت میں ڈالتی ہے

غریبوں لوگو! میں تمہیں خطرے سے آگاہ کرنا چاہتا ہوں۔ جان لو کہ دولتمندوں کی ثروت ان کے لئے خطرات کا باعث ہے۔ اسی طرح تم بھی خطرے میں ہو۔ امیر مال کی کثرت اور دیگر گرفتاریوں میں گھرے ہوتے ہیں تو تم کو بھی دولت جمع کرنے اور امیری کے خواب دیکھنے سے خطرہ لاحق ہے۔ یہ سہانے خواب تمہیں بدبختی کی طرف لے جائیں گے۔ تمہیں شقی القلب بنادیں گے جب کہ تم تو یہ آرزوئیں رکھنے والے ہو اور کہتے ہو:

یالیتنی کنت معکم فافوز فوزاً عظیماً

اے کاش میں کربلا میں امام حسینؑ کے ساتھ ہوتا اور عظیم مرتبہ پر فائز

ہونا دولت کی آرزو تمہارے قلب کو بھی شقی کردیتی ہے۔ محمدؐ و آلِ محمدؑ فرماتے ہیں کہ ثروت مندی قلب میں سختی لاتی ہے۔ یہ پاک ہستیاں دولت کی صرف آرزو رکھنے اور دنیاوی خواہشات کو بھی قلب کی سختی کا سبب قرار دیتی ہیں۔

جہنم کی آگ برے اعمال کا نتیجہ ہے

رسول مقبولؐ نے فرمایا کہ ہر چیز کا احاطہ کرنے والی ذات الٰہی کا فرمان ہے کہ موت کے بعد برزخ سے قیامت تک تمہارا مقام (ٹھکانہ) یا تو دوزخ کی گھاٹیوں میں سے کوئی گھاٹی ہے یا پھر بہشت کے باغوں میں سے کوئی باغ ہے۔

القبر روضہ من ریاض الجنہ او حفرۃ من حفرات النیران

ترجمہ: قبر جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے یا جہنم کے گڑھوں میں سے ایک گڑھا ہے۔ (بحار الانوار، جلد ۳)

اس حدیث نے آپ پر کتنا اثر کیا۔ آیا آپ میں ولولہ پیدا ہوا یا نہیں۔ خدانخواستہ آپ کی قبر آتش نہ ہو۔ دلوں میں اس قدر سختی آ گئی ہے کہ آخرت کے عذاب کا خیال ہی نہیں آتا۔ لوگ سوچتے ہیں کہ راہ خدا میں انفاق یا مقدس مقامات کی زیارات سے کام بن جائے گا۔ پہلے اپنے ایمان کو درست کرو۔ اللہ کی بارگاہ میں عاجزی وانکساری خضوع وخشوع والا دل پیدا کرو تا کہ یہ تم پر اپنا اثر دکھائے۔ قبر کی تاریکی کا منظر اپنی نگاہوں میں رکھو۔ خوف کرو خدا کا۔ اگر تمہاری قبر آگ کا گڑھا ہوگی تو کیا ایسے میں حسینؑ تم سے ملنے

آئیں گے؟ تمہیں توقع ہے؟ پہلے اپنے ٹھکانے کی درستگی تو کرلو۔ اس کے بعد مہمان بلاؤ۔ پہلے گھر کو صاف ستھرا کرلو اس کے بعد مہمان کو گھر میں آنے کی دعوت دو۔ جس گھر میں آگ کے شعلے دھک رہے ہوں اس میں حسینؑ جیسے مہمان کو مدعو کیا جاسکتا ہے؟ ان کی میزبانی سنگِ دل شقی القلب نہیں کرسکتے۔

اپنے اندر ایمان پیدا کرو۔ تمہاری زبان نے تمہارے لئے سانپ اور بچھو پیدا کردیے ہیں۔ جب تم نے گالی دی، کسی کی چغل خوری یا غیبت کی تو کیا یہ خیال کیا کہ تمہاری یہ بد اعمالیاں ہوا ہوگئیں، ختم ہوگئیں۔ نہیں بلکہ یہ کہنے والے کے دل میں براہِ راست پیوست ہوگئیں۔ غیبت اور تہمت کا ہدف بننے والے شخص میں آتش گیر مادہ پیدا ہوتا ہے۔ اسی طرح جب غیبت کرنے والا مرتا ہے تو یہ آتش گیر مادہ جو مظلوم کے دل میں ہوتا ہے ظالم کو جلا دیا جاتا ہے۔

اژدھا آپ کا اپنا پالا ہوا ہے کہ آپ کے اعمال کا نتیجہ ہے۔ جہنم کے سانپ بچھو کیا ہیں۔ یہ مظلوموں کی آہوں کا نتیجہ ہیں۔ آپ جو کچھ کررہے ہیں سب خدا کے ہاں محفوظ ہورہا ہے۔ تلف نہیں ہورہا۔

لا یغادر صغیرہ ولا کبیرہ الا احصیھا و جدوا ما عملوا حاضرًا

اگر ان باتوں کا اثر نہیں ہورہا یا نہیں ہوا تو ایمان کہاں ہے؟ انسان کو اپنی اصلاح کے لئے کوششیں بھاگ دوڑ جستجو کرتے رہنا چاہئے بلکہ اپنی گزشتہ کوتاہیوں گناہوں کا ازالہ کرتے رہنا ضروری ہے۔ اپنے لئے عذاب کا جو

سامان کر چکا ہے اسے برطرف کرے لیکن دلوں میں سختیاں پیدا ہوگئیں ہیں اور خضوع وخشوع (عاجزی انکساری) کا نام تک نہیں ہے۔ خدایا پتہ نہیں کب اس مغرور پن سے باہر آؤں گا۔ وہ وقت نجانے کب آئے گا۔ جب عذاب کی بات ہو رہی ہو تو خود کو اس سے مبرا نہ سمجھیں۔

معتبر اور قابلِ تعظیم مناقب کو اہمیت دینا کہ میں عالم ہوں۔ میں امام جماعت ہوں وغیرہ وغیرہ۔ یہ سب بے خبری کی وجہ سے ہے۔ جب دیکھو کہ تم غرور کا شکار ہو رہے ہو تو پروردگار عالم کے حضور مطلقاً عاجزی کے ساتھ جھک جاؤ اس طرح خشوع پیدا ہوگا۔

لایملک لنفسہ نفعاً ولا ضراً ولا موتاً ولا حیوۃ ولا نشوراً

اس دعا کو توجہ کے ساتھ کثرت سے پڑھتے رہو۔ حقیقت میں دل سے دعا کرو۔ صرف زبان سے جملوں کی ادائیگی کافی نہیں ۔ خداوند کریم ہمارے دلوں کو ایمان کے نور سے منور فرمائے۔ قلب میں خضوع وخشوع پیدا فرمائے تاکہ ہم نے اپنے لئے اپنے ہاتھوں جو عذاب جہنم کے سانپ بچھو پیدا کرلئے ہیں ان سے چھٹکارا حاصل کرلیں۔ آمین!

بسم اللہ الرحمن الرحیم : اللھم ارزقنی التجافی عن دار الغرور والانابۃ الی دار الخلود والاستعداد للموت قبل حلول الفوت

✿✿✿✿✿
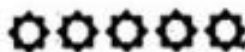
تقریر ۷

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

الم یانِ للّذین امنوا ان تخشع قلوبھم لذکر اللہ و ما نزّل من الحق ولا یکونوا کالّذین اوتوا الکتاب من قبل فطال علیھم الامد فقست قلوبھم و کثیر منھم فاسقون (سورۃ الحدید: آیت ۱۶)

ترجمہ: "کیا ایمانداروں کے لئے ابھی تک وقت نہیں آیا کہ خدا کی یاد اور قرآن جو (خدا کی طرف سے) نازل ہوا ہے ان کے دل نرم ہوں اور وہ ان لوگوں کے جیسے نہ ہو جائیں جن کو ان سے پہلے کتاب (توریت و انجیل) دی گئی تھی تو (جب) ایک زمانہ دراز گزر گیا تو ان کے دل سخت ہوگئے اور ان میں سے بہت سے بدکار ہو گئے۔"

سامعین میں سے ایک صاحب نے یہ اعتراض کیا ہے کہ خطاب کے دوران ایمان کی اہمیت کے بارے میں جو باتیں بیان کی ہیں ان سے مایوسی پھیلی ہے۔ اگرچہ بندہ نے اجمالی طور پر جواب دیا لیکن میرا خیال ہے کہ شاید یہ شیطانی شبہ دوسروں کے ذہنوں میں بھی ہوگا اور اس سے وہ غلط فائدہ حاصل کریں۔ شاید ہمارے بیانات کی غرض نہیں سمجھ رہے ہوں۔ ان صاحب نے کہا: کیا آپ نے نہیں کہا کہ ہزار مرتبہ استغفر اللہ کہو۔ کوئی فائدہ نہیں۔ حسینؑ حسینؑ اور علیؑ علیؑ کہتے رہو بے سود ہے۔

میں نے کب کہا اعمال کو ترک کردو کیا میرے یہ بیانات مایوس کن ہیں۔ اے لاعلم آدمی! تم نے خدا سے کب امید رکھی ہے کہ میں تمہیں خدا سے ناامید کروں۔ میں تو تمہیں امید دلا رہا ہوں۔ کہتا ہوں کہ آؤ نفسانی خواہشات کو چھوڑ دو۔ زبان درازی کرنا چھوڑ دو۔ اپنے دل کو حق تعالیٰ کی جانب متوجہ کرو۔ دل میں خضوع و خشوع (عاجزی و انکساری) پیدا کرو جس طرح تم مال دنیا اور دنیا کے جھمیلوں پر ایمان رکھتے ہو اسی ایمان کو خدا کے لئے قائم کرو۔ یہ نہیں کہتا کہ ذکر کا کوئی فائدہ نہیں ہے۔ حسین حسین کرنا بے فائدہ ہے؟ خدا کی لعنت ہو ایسے شخص پر جو اس طرح کی باتیں کرے۔ میں نے یہ کہا ہے کہ اگر اس ذکر سے کوئی فکری تبدیلی یا اصلاح نہیں ہو رہی۔ راہِ راست پر نہیں آیا جا رہا تو اس کا فائدہ بہت کم ہے اور وہ بھی مادّی و دنیوی فائدہ ہوتا ہے۔ میں نے کہا کہ اگر صمیمِ قلب سے ایک مرتبہ ہی یا اللہ کہہ دو تو اس کی بڑی اہمیت ہے۔ اللہ تعالیٰ کو لبیک کہو۔ میں یہ چاہتا ہوں کہ حتیٰ اگر عمر کے آخری ایام میں ہی حبِّ خدا و آخرت پیدا ہو جائے تو کوئی عیب کی بات نہیں آہستہ آہستہ مرنے کا شوق دلوں میں پیدا ہو جائے۔

اشتاق الی قربک فی المشتاقین

(دعائے کمیلؒ)

انسان سفرِ آخرت کا مشتاق ہو جائے۔ میں چاہتا ہوں کہ آپ میں

شوق پیدا ہو۔ آپ کہیں کہ اے اللہ میں کب علیؑ کے جمال کو دیکھوں گا۔ حقیقت میں آپ کا دل یہ چاہنے لگے۔ اگر میں کہتا ایک ایسی دعا ہے جس کے پڑھنے سے مال و دولت کئی گنا زیادہ ہو جاتا ہے تو سب بڑے خوش ہوتے اور میرا پیچھا کرتے کہ جناب ضرور بتائیں۔ مسئلہ یہ ہے کہ ایمان دراصل مال و دولت پر ہے۔ کیا آپ میں کوئی شخص ایسا ہے جس میں میرے ان چند روزہ خطابات کے اثر سے جوش ولولہ پیدا ہوا ہو۔ ضمیر جاگا ہو۔ یہ کہا ہو کہ خدایا کب میرے دل میں حقیقی ایمان پیدا ہوگا۔

الم یان للذین آمنوا ان تخشع قلوبھم

ترجمہ: کیا ابھی ان لوگوں کے لئے وہ وقت نہیں آیا جو ایمان لائے اور ان کے دل خشیت الٰہی سے نرم ہو جائیں۔

اگر دل امام زمانہؑ کے ساتھ ہے تو کردار بھی ان جیسا ہوگا۔ زبان بھی پاکیزہ ہوگی۔ خلاصہ یہ کہ لاحاصل عمل سے خوش مت ہو۔ دلوں کو قساوت نے جکڑ لیا ہے۔ سب دنیا کے جھمیلوں میں مگن ہیں۔ ایک بناوٹی زندگی کا سامان اپنے لیئے مہیا کیا ہوا ہے۔ سب نے تمام تر سوچیں دنیاوی معاملات پر اور اس دنیوی رنگینیوں کی طرف لگائے ہوئے ہیں۔ ایمان کے نہ ہونے کا یہ خطرہ منڈی کی کساد بازار سے بھی بدتر ہے۔ ایمان اور دنیا کی کساد بازاری کی کمی کو خطرہ لاحق ہے دنیا کی منڈی تو دو دن کی ہوتی ہے اس میں پریشان نہ ہو ایمان

میں مندی کے رجحان پر تشویش کا شکار ہونا چاہئے اصول کافی میں وارد ہے کہ جو شخص زبان سے استغفار کرتا ہے لیکن گناہ سے ہاتھ نہیں کھینچتا اپنے خدا کے ساتھ مذاق کرتا ہے۔

المستغفر لذنبه المرتکب به المستهزء بربه

(اصول کافی)

صرف زبان دینے سے کوئی فائدہ نہیں ہمارے سمجھانے کا مقصد یہ ہے کہ حقیقت پیدا ہو۔ حقیقی استغفار اس وقت ہوتا ہے جب قلبی ندامت و پشیمانی ہو اور زبان بھی اس وقت ہمراہ ہو۔

پہلے ایمان اور معرفت اس کے بعد توسل

توسل کے سلسلے میں آپ کو حسینؑ سے جدا نہیں کرنا چاہتا۔ میری تو آرزو ہے کہ آپ حسینیؑ ہو جائیں امام زمانہؑ کے سپاہی ہو جائیں لیکن یہ بغیر ایمان کے ممکن نہیں۔ خالی ہاتھ کیسے ممکن ہے۔ حسینؑ کو دنیا کے لئے مت چاہو۔ بلکہ ایمان کے لئے حسینؑ کو چاہو۔ پہلے حسینؑ کو پہچان تو لو۔ معرفت تو حاصل کرلو ان کے بارے میں۔ اپنے ایمان کو درست تو کرلو تا کہ تمہارا رونا اوران سے توسل قائم کرنا مفید ہو۔ تمہیں پہلے خدا، پیغمبرؐ اور امامؑ کی پہچان ہونی چاہئے کہ وہ حجت اور اللہ کے ولی ہیں اور واجب الاطاعت ہیں (مفترض الاطاعہ حسینؑ چراغ ہدایت ہیں جو بھی ان سے قریب ہوا۔ اس نے نجات پائی۔

جب حسینؑ کو پہچان جاؤ تو کہو: صلی اللہ علیک......

حسینؑ چراغ ہدایت ہیں۔ اے شراب خور قمار باز تمہارا امام یزید ہے حسینؑ نہیں۔ اے ریا کار اگرچہ تم منبر رسولؐ پر بیٹھتے ہو اور عالم دوراں ہو جان لو کہ تمہارا امام معاویہ ہے۔ علی ابن ابی طالبؑ نہیں۔ اگرچہ زبان سے علیؑ علیؑ کہتے رہو بتاؤ کس کی پیروی کرتے ہو؟

کہتے ہیں کہ جناب ہم حضرت ابوالفضل العباسؑ کی نذر کرتے ہیں اور بڑی برکت ہوتی ہے۔ اگر کوئی بت پرست بھی دنیوی امر کے جناب عباسؑ کو واسطہ قرار دے کر مانگے تو اس کی بھی حاجت روا ہو جاتی ہے۔ یہ ممکن ہے کہ وہ دنیوی حاجت کے لئے آپؑ کی منت مانے اور وہ پوری ہو جائے بے پردہ آ کر آپ کی ضریح مبارک میں سو روپے ڈالیں یا ہزار۔ دنیاوی حاجت تو روا ہو ہی جائے گی لیکن یہ نہ تو عبادت ہے نہ ایمان اور نہ ہی خدا کی راہ میں انفاق نہ اس سے تم نجات پالو گے، نہ یہ تمہیں اخروی فائدہ پہنچا سکے گی۔

بت پرستوں کا راہ حسینؑ میں خرچ کرنا

آج بھی ہندوستان میں بت پرستوں کی ایک بڑی تعداد حسینؑ سے عقیدت رکھتی ہے۔ میں نے ہندوستان میں رہنے والے کئی لوگوں سے سنا ہے کہ وہاں ایسے ہندو تاجر بھی ہیں جو جناب عباسؑ کو کاروبار میں شریک جانتے ہیں۔ تم قمر بنی ہاشمؑ کو دنیا کے لئے پکارتے ہو۔ ایسا تو یہ بت پرست بھی

کرتے ہیں۔ میرے ایک جاننے والے دندان ساز مرحوم مجاب کہتے تھے کہ میں کئی برس بمبئی میں رہا۔ وہاں میں نے دیکھا کہ ہندو تاجر جو امام حسینؑ کو اپنے کاروبار میں شریک جانتے ہیں۔ آمدنی کا ایک خاص حصہ آپ کی نذرو نیاز پر خرچ کرتے ہیں۔ کہتے ہیں کہ عاشور کب آئے گا۔ وہ لوگ محرم میں نذرو نیاز لنگر وغیرہ سب کچھ کرتے ہیں حالانکہ شیعہ انہیں نجس سمجھتے ہیں لہٰذا شربت فالودہ اور لنگر شیعوں سے تیار کرواتے ہیں۔ غرض کہ بڑا اہتمام کیا جاتا ہے۔ ہندو عاشورہ کے روز پابرہنہ سر برہنہ سوگ کی حالت میں احترام کے ساتھ کھڑے رہتے ہیں اور جب ماتمی دستے گزرتے ہیں تو ان کو شربت اور فالودہ و دیگر اشیاء سے پذیرائی کرتے ہیں۔ خود بھی ماتم داروں کے ساتھ مل کر حسین حسین کرتے ہیں۔

امامؑ کو دنیا کے لئے چاہنے والے

امام حسینؑ اور حضرت ابوالفضل العباسؑ کے ساتھ اس طرح کا معاملہ کرنے والو! دنیا کے لئے پکارنے والو! اس نقطۂ نگاہ سے اچھی بات ہے لیکن انہیں دنیاوی امور کے علاوہ دیگر اخروی نجات کے لئے بھی یاد کرو۔ ان کے بارے آپ کی ہمت اور بلند ہونی چاہئے۔ باعمل بنو کہ علیؑ موت کے وقت تمہاری فریاد کو پہنچ سکیں۔ تمہیں اپنے اندر ایمان پیدا کرنا چاہئے۔ دل میں ایمان ہو، یہ خشک معاملات دنیا کی خاطر اور دنیا پر ایمان ہیں۔ دعائے ندبہ

میں اپنے وقت کے امام کو پکارتے ہو تو تمہاری خواہش یہ ہونی چاہیے کہ اے امام زمانہؑ آپ کہاں ہیں جلد آیئے۔ کساد بازاری ایمان کا خاتمہ کیجئے۔ مال و دولت کو اپنے قبضہ میں کئے ہوئے لوگوں کے شر کو رفع فرمایئے۔ ایسا کرنا بری بات نہیں۔ آپ نے اپنی ذہنی استعداد کیوں نہیں بڑھائی کہ آپ کا دل دنیا سے اچاٹ ہو جائے اور یہ آخرت اور حیات بعد از موت کی طرف مائل ہو۔ آپ کا دل آپ کے اصل وطن اور اصلی ٹھکانے کی طرف مائل ہو جائے۔ ایسا نہ ہو کہ آپ کا قلب صرف دنیا کی چاہت کی جانب مائل ہو جائے۔

مسجدِ علیؑ کا خادم اور اس کی دنیا دوستی

ابو الفتح شہاب الدین مظفر سے منقول ہے کہ ۵۲۵ھ قمری کی بات ہے کہ عباسی خلیفہ المکتفی باللہ اپنے دو وزیروں کے ہمراہ کہیں جا رہا تھا کہ راستہ میں مسجد علیؑ سے گزر ہوا۔ خلیفہ نے کہا چلیں دو رکعت نماز پڑھ لیں۔ ہم مسجد میں داخل ہو گئے۔ خلیفہ سادہ لباس پہنے ہوئے تھا اور کوئی اسے پہچان نہ سکا تھا۔ مسجد کے خادم نے ہم لوگوں کو دیکھا تو وزیر کو پہچان لیا۔ دوڑا ہوا آیا اس کی بڑی تعظیم کی مال دنیا کی توقع سے۔ افسوس! ایسے لوگوں پر جو علیؑ کی دوستی کا دعویٰ کرتے ہیں اور دنیا کی محبت بھی رکھتے ہیں۔ جب علیؑ سے سروکار رکھتے ہو تو دنیا کی محبت کی خاطر کیوں ذلیل ہوتے ہو ان کے سامنے اس نے اپنی غریبی کا رونا رونا شروع کر دیا۔ وزیر خلیفہ کے حضور شرمندہ ہوا اور اس نے

خادم کو خلیفہ سے ملوادیا جب وہ خلیفہ کی طرف لپکا تو اس نے کوئی خاص توجہ نہیں دی اور وزیر سے کہا: اس سے ایک ضروری بات پوچھو اور کہو کہ خلافت سے قبل مستظہر باللہ کے زمانے میں اس مسجد میں آیا تھا۔ اس وقت اس خادم کے چہرے پر بڑی رسولی تھی جس نے اس کے تمام ہونٹوں کو ڈھانپا ہوا تھا۔ یہ کھانے پینے کے قابل نہ تھا۔ بڑی مشکل سے منہ میں لقمہ رکھتا تھا۔ وہ رسولی اب کہاں گئی۔

وزیر نے خادم کی طرف رخ کیا اور اس سے کہا کہ خلیفہ، رسولی کے بارے میں پوچھ رہے ہیں۔ اس نے جواب دیا: وہ تو مولا علیؑ ابن ابی طالبؑ کے صدقے میں صاف ہوگئی۔ پوچھا کس طرح۔ اس نے کہا:

میں ہر روز مسجد کے گودام میں آیا کرتا تھا اور شام کو اپنے گھر چلا جاتا تھا۔ ایک روز علیؑ کے دو دشمنوں نے مجھے اس کا بڑا طعنہ دیا۔ زبان کا زخم لگایا۔ اتنی مدت ہوگئی مسجد علیؑ میں آتے جاتے۔ اگر اس دوران ڈاکٹر کے پاس چلے جاتے تو صحیح ہو جاتے۔ زبان کے اس زخم نے میرے دل کو گھائل کر دیا۔ میں بڑا پریشان ہوا۔ رات کو بستر پر لیٹوں تو نیند نہ آئی۔ آخر شب جب میری آنکھ لگی تو میں نے خواب میں مولائے کائنات علیؑ ابن ابی طالبؑ کی زیارت کی۔ اسی مسجد میں میں آپؑ کے قریب آیا اور شکایت کی مولا اس رسولی کی وجہ سے لوگ مجھے حقارت کی نگاہوں سے دیکھتے ہیں۔ طعنے تشنے دیتے ہیں جس کی وجہ

سے میں ذہنی کرب میں مبتلا ہوں۔ میں نے یہ کہا تو مولا نے اپنا منہ پھیر لیا۔ میں دوسری طرف جا کر مولاؑ سے عرض کرنے لگا۔ مولاؑ لوگ مجھے یہ طعنے دیتے ہیں کہ اتنی مدت ہوگئی آخر علیؑ تیری فریاد کو کیوں نہیں پہنچے۔ مولا علیؑ نے فرمایا:

انت ممن ترید العاجله

علیؑ کے شیعوں کو یہ بات گوش گزار کر لینی چاہئے کہ دنیا کے لئے کچھ طلب نہ کرو ورنہ یہ حب، حبِ علیؑ نہ ہوگی بلکہ حبِ دنیا ہے۔ یہ آپ کی نفسانی محبت ہے کہ یا علیؑ کہتے ہی اچھے ہو جاؤ یہ دنیا سے محبت ہے۔ یہ خدا سے اور علیؑ پر ایمان کی علامت نہیں ہے۔ حقیقت اور ہی شے ہے۔ آپؑ نے فرمایا: ''تم ان لوگوں میں سے ہو جو دنیا کو چاہتے ہیں۔'' لوگوں کی زبان کے زخم تعریف و توصیف یا مذمت کیا حیثیت رکھتی ہے۔

میثم تمارؓ سولی پر اور مدح علیؑ

علیؑ سے محبت کرنے والا جہنم میں نہیں جائے گا۔ جی ہاں ایسا ہی ہے جو علیؑ کو دوست رکھے نہ کہ خود کو! علیؑ کے محبّ تو تختہ دار پر بھی علیؑ کی مدح کرتے ہیں۔ علیؑ کی خاطر انہیں پھانسی پر لٹکا دیا گیا اور اف تک نہ علیؑ کی حمایت سے دستبردار نہ ہوئے۔ ابن زیاد کے سامنے بار بار علیؑ اور ان کے فضائل کا تذکرہ زبان پر جاری کئے ہوئے ہیں۔ ابن زیاد کہتا ہے کہ اس کی زبان کاٹ ڈالو۔ یہ میثم تمارؓ کے ساتھ ہوا جو علیؑ کو دنیاوی مقاصد کی تکمیل کے

لئے نہیں پکارتے تھے۔ اگر ان کی حاجت پوری نہ ہوئی تو وہ ایمان میں کمزور ہو جاتے ایسا نہیں تھا۔ ایک نام نہاد مقدس شخص کا کہنا ہے کہ میں مدتوں سے اپنے فلاں کام کے لئے زیارت عاشورا پڑھ رہا ہوں لیکن کوئی فائدہ ہی نہیں ہوتا۔ جاؤ پہلے اپنے دین کو اپنے ایمان کو تو درست کرلو۔ دنیا کی محبت تو دل سے نکال لو۔ میں نہیں کہہ رہا کہ دنیا کی حاجت طلب مت کرو۔ پہلے خدا اور آخرت پر ایمان تو لے آؤ۔ امام حسینؑ کو آخرت کا راہنما اور اپنا امام تو جان لو حسینؑ کے پیچھے تو چلوں۔ دنیا کی حاجتیں بھی طلب کرو۔ میں نے کہا کہ بت پرست یا یہودی و نصرانی بھی یہی کرتے ہیں۔ اگر یہ لوگ حسینؑ کو اپنی دنیاوی حاجتوں کی تکمیل کے لئے پکارتے ہیں تو حضرتؑ ان کی بھی ضرور سنتے ہیں۔ خلاصہ یہ کہ حضرتؑ نے (مسجد کے خادم سے کہا: **انت ممن ترید العاجلہ.** تو دنیا طلب ہے۔ اپنی ذات کو دوست رکھنے والے لوگو! آرام طلب لوگو! تم اپنی حقیقی مسرتوں سے دور ہو رہے ہو۔ تمہیں علیؑ سے کیا کام۔ تمہیں تو اپنے آپ سے محبت ہے۔ علیؑ کی محبت کہاں ہے؟

الغرض مولا علیؑ نے میری رسولی کی طرف اشارہ فرمایا۔ جب میں بیدار ہوا تو دیکھا کہ تمام رسولی چہرے سے جھڑ گئی ہے۔ آئینہ دیکھا تو مشاہدہ کیا کہ اس کا کوئی اثر نہیں رہا۔ چہرہ بالکل صاف ہو گیا۔ عباسی خلیفہ مکتفی باللہ یہ باتیں بڑی توجہ سے سنتا رہا۔ اس کا بڑا احترام کیا اور کہا چونکہ علیؑ نے اس قدر اس پر اپنا لطف

وکرم فرمایا لہٰذا ہم بھی اس کے امور درست کرتے ہیں۔ خلیفہ نے پوچھا: تمہیں ماہانہ کتنے روپوں کی ضرورت ہے جس سے تمہارا مسئلہ حل ہو جائے۔ کہا: تین مثقال سونا۔ حکم نامہ تیار کر کے دستخط کیا۔ خلیفہ کے سامنے پیش کیا گیا۔

لخادم مسجد علی ثلثة دنانیر

خود خلیفہ نے علیؑ کے نام کے ساتھ لکھا: امیر المومنین وسید المتقین صلوٰت اللہ وسلامہ علیہ وآلہ اجمعین خود خلیفہ نے مولا کو امیر المومنینؑ کے لقب سے یاد کیا اور آپؑ پر درود وسلام بھیجا البتہ دل سے نہیں ورنہ خلفاء کیا اہلبیتؑ کے بارے میں واقفیت نہیں رکھتے تھے۔ وہ ساری حقیقتوں سے آگاہ تھے۔ یہ وہ بارگاہ ہے جو سب کے لئے کھلی ہے اور کوئی شخص وہاں سے خالی ہاتھ نہیں لوٹتا۔ چاہے دنیا کے لئے ہو خواہ آخرت کے لئے ہر حاجت روا ہوتی ہے۔ (ونولہ ماتولی) آؤ اور اپنے دل سے دنیا کی محبت نکال پھینکو۔ تڑپ تڑپ کر اپنی آخرت کے لئے اس باب رحمت کو زور زور سے دستک دو۔ حسینؑ کو اپنا شفیع قرار دو تا کہ تمہارے گناہ دھل جائیں۔

امام موسیٰ کاظمؑ کے ایک خاص صحابی کا کہنا ہے کہ میں نے مولاؑ سے ایسی حدیث سنی ہے جس نے میرے دل کو تادم آخر ڈرا دیا ہے۔ میرا سکون چھین لیا ہے۔ اگر دنیا کی سخت ترین مصیبتوں میں مبتلا ہو جاؤں تو ان کا مجھ پر کوئی اثر نہیں ہوگا، میرے اندر آگ بھڑک رہی ہے کہ یہ دنیا کی آگ

میرے دل پر اثر نہیں کرتی۔

ایک روز میں امام موسیٰ کاظمؑ کی خدمت میں تھا (واقعہ کی ابتداء وقت آمیز ہے۔ آپؑ جب میت کو دفن کرنا چاہیں تو اسے ایک مرتبہ میں قبر کے اندر مت اتاریں۔ اگر میت مرد کی ہو تو جنازہ کو قبر کے پائینتی سے اور اگر عورت کی میت ہو تو قبلہ کی طرف سے قبر میں اتاریں اور اس سے قبل منزلیں دیں۔ قدرے نزدیک رکھیں اور تیسری مرتبہ قبر کے حوالے کریں۔ فان للقبر اھو الا قبر کا ایک خوف ہوتا ہے عالم برزخ میں ہول کا سماع ہوتا ہے ہمارے دلوں میں کس قدر سختیاں پیدا ہو گئی ہیں جو اس بات کو قصہ کہانی خیال کرتے ہیں۔

راوی بیان کرتا ہے کہ میں عمر کے آخری سانس تک (خوف سے) بلتا رہوں گا جب کہ ہمارا حال یہ ہے کہ ہم پر کوئی اثر ہو نہیں رہا۔ جو اس حدیث کو قصہ کہانی تصور کرے گا وہ حجاج کی طرف شقی القلب افراد میں سے ہوگا۔ رمضان المبارک کی ان سحروں میں انتہائی توجہ اور رقت قلب کے ساتھ یہ دعا پڑھے:

ابکی لخروج نفسی ابکی الظلمة لحدی

ابکی لسوال منکر و نکیر فی القبر ریای
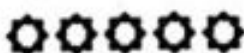
✿✿✿✿✿

تقریر ۸

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

الم یانِ للّذین امنوا ان تخشع قلوبھم لذکر اللہ و ما نزّل من الحق ولا یکونوا کالّذین اوتوا الکتاب من قبل فطال علیھم الامد فقست قلوبھم وکثیر منھم فاسقون (سورۃ الحدید: آیت ۱۶)

ترجمہ: "کیا ایمانداروں کے لئے ابھی تک وقت نہیں آیا کہ خدا کی یاد اور قرآن جو (خدا کی طرف سے) نازل ہوا ہے ان کے دل نرم ہوں اور وہ ان لوگوں کے جیسے نہ ہو جائیں جن کو ان سے پہلے کتاب (توریت و انجیل) دی گئی تھی تو (جب) ایک زمانہ دراز گزر گیا تو ان کے دل سخت ہوگئے اور ان میں سے بہت سے بدکار ہو گئے۔"

یضل من یشاء ویھدی من یشاء میں اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتا ہے کہ خدا جسے چاہے ہدایت دیتا ہے اور جسے چاہے گمراہ کردیتا ہے۔ جسے چاہتا ہے اپنی رحمت کے سایہ میں لے لیتا ہے: یدخل من یشاء فی رحمتہ ہدایت و گمراہی کا اللہ کی مشیت سے تعلق ہے اس کے بارے میں شبہات ذہنوں میں آسکتے ہیں جیسا کہ آیا بھی ہے اور وہ شبہ جبر ہے۔ لہٰذا جسے خدا چاہتا ہے راہنمائی عطا کردیتا ہے۔ اگر ہدایت ہوئی تو خدا کی طرف سے ہوئی یعنی اپنا اختیار شامل نہیں ہے اور جو کوئی گمراہ ہوا وہ بھی

خدا کی جانب سے گمراہ ہوا۔ اس مشکل کے حل کے لئے کچھ مقدمہ کی ضرورت ہے۔ ہدایت کا فارسی ترجمہ راہنمائی ہے۔ راہنمائی دو طرح کی ہوتی ہے: ہدایت عامہ اور خاصہ۔

ایک راہنمائی ارایۃ الطرق یعنی راستہ دکھانا یہ مجمل ہے جب کہ ایک راہنمائی ایصال الی المطلوب یعنی منزل مقصود تک پہنچانے کے لئے ہوتی ہے۔ مثال دینا ضروری سمجھتا ہوں۔ ایک شخص کسی کے مکان پر جانا چاہتا ہے لیکن اسے گلی محلہ اور مکان کا پتہ معلوم نہیں ہے۔ وہ آپ کے پاس آیا اور اس نے پوچھا: فلاں شخص کا گھر آپ کو معلوم ہے۔ آپ کہیں کہ جی ہاں اور اسے راہنمائی کر دیں کہ یہاں سے ٹیکسی میں بیٹھو اور ڈرائیور سے کہو کہ مجھے فلاں محلہ میں فلاں کے گھر پہنچا دو۔ لیکن جب آپ چاہیں کہ اس پر اپنی خاص عنایت فرمائیں تو آپ کا طرز عمل بالکل مختلف ہوگا۔ آپ اس شخص سے کہیں گے کہ میرے ساتھ چلیں میں گھر تک پہنچا دیتا ہوں۔ راستہ میں آپ اس کے ساتھ اس کی دلجوئی بھی کریں گے۔ کہیں گے کہ بس آپ کی منزل آن پہنچی۔ تھوڑا سا فاصلہ باقی ہے۔ آپ اس کے دل میں گھر کر لیں گے۔ مکان پر پہنچنے کے بعد اس سے کہیں گے کہ لیجئے میزبان اب خود آپ کی پذیرائی کرے گا۔ آپ کی تھکاوٹ دور ہوگی۔ الغرض آپ منزل مقصود تک پہنچا کر دم لیں گے۔

ہر مکلف عاقل کے لئے ہدایت عامہ

گا ہے خدا کی ہدایت عمومی ہے اور وہ یہ ہے کہ آپ کو بہشت اور دوزخ کا راستہ بتادیا جائے۔ اللہ تعالیٰ نے عام طور پر یہ راہ سب کو بتادی ہے:

انا ھدیناہ السبیل اما شاکراً وّ اما کفوراً

ترجمہ: ہم نے اس کو راستہ بھی دکھایا (اب وہ) خواہ شکر گزار ہو خواہ ناشکرا۔

(سورۂ دہر: آیت نمبر ۳)

پہلے یہ بات عقل کے ذریعہ اور بعد میں نبیوں کی مدد سے بتائی گئی لہٰذا اللہ تعالیٰ کی حجت تمام نوع بشر پر تمام ہو چکی ہے مگر یہ کہ کم عقل رکھنے والے ہوں یا مستضعف ہوں ورنہ عقل اور فطرت کے مطابق خصوصاً پیغمبروں کے ذریعہ الٰہی راہنمائی کا یہ عمل تمام ہو چکا ہے۔ عقل کہتی ہے کہ سعادت و خوشبختی کی راہ یہ ہے کہ اپنے خالق کے ساتھ بنائے رکھو۔ عقل کہتی ہے کہ تیرا خالق ایک ہے۔ جیسا کہ انبیاءؑ نے بھی فرمایا لا الہ الا اللہ ہر بشر اپنی عقل کی اندرونی آواز اور عقل کی بیرونی صدا یعنی پیغمبروں کے توسط سے ہدایت پاچکا ہے۔ راہنمائی حاصل کر چکا ہے۔ اب اسے ایمان اور عمل صالح کے ساتھ آگے بڑھنا ہے مگر وہ شخص جو عقل نہ رکھتا ہو پیغمبروں کی دعوت جس کے کانوں تک پہنچی ہی نہ ہو۔

و انّ ھذا صراط مستقیما فاتبعوہ

ترجمہ: بے شک یہ صراط مستقیم ہے پس تم اس پر گامزن ہو جاؤ۔

یہ توحید و عبودیت کی سیدھی راہ اور خدا پرستی اور ہدایت ہے جو بھی جادۂ حق پر چل نکلا۔ بہشت میں داخل ہوگا اور اسے کوئی ڈر خوف اور رنج و ملال نہ ہوگا۔

فمن اتبع هدای فلا خوف علیهم ولا هم یحزنون

ترجمہ: جس نے ہدایت کی پیروی کی پس نہ ان کو کوئی خوف ہے اور نہ وہ لوگ رنجیدہ ہیں۔

لہٰذا قرآن اور عقل سلیم بشر کی ہدایت کے لئے ہے۔

ہدایت خاصہ میں الٰہی مشیت شامل ہے

اور اب ہدایت خاصہ جس میں مشیت شامل ہوتی ہے یعنی جسے چاہتا ہے وہ اپنے عدل کے مطابق زیادہ مدد فرماتا ہے اور یہی فضل ہے۔ میں نے جو باہر سے مثال دی تھی۔ اسے بھولئے نہیں۔ بعض لوگوں کی ایسی مدد کرتا ہے کہ سو سالہ راہ کو ایک سال میں طے کرا دیتا ہے۔ البتہ اس کا بھی میزان ہے۔ خلاصہ کے طور پر جان لیں کہ خدا کی ہدایت خاصہ ان کے لئے ہوتی ہے جو ہدایت عامہ کو قبول کرتے ہیں پھر اس کے بعد انہیں ہدایت خاصہ عطا کی جاتی ہے۔ مثلاً یہ کہ آپ نے پتہ بتا دیا اور پوچھنے والا چل دیا اور ساتھ ہی آپ بھی اس کے ہمراہ آگئے تاکہ کہیں غلط راہ پر نہ چل نکلے کہیں ٹھوکر کھا جائے تو

سنجالیں۔ اس کے لئے ٹیکسی لی اب اس پر رحم کھاتے ہوئے اسے گھر تک پہنچائیں گے لیکن جو شخص ہدایت عامہ ہی کے زیرِ اثر نہیں آئے گا اسے ہدایت خاصہ کیسے مل جائے گی؟

جسے بہشت اور عبودیت کا راستہ بتادیا اور قبول نہیں کیا۔ چاہتا ہے کہ اپنے حال میں مست رہے۔ اس احمق کی طرح جو کہتا ہے کہ اے جوانو! دنیا کی خوشیوں، مسرتوں سے حتی الامکان فائدہ اٹھالو۔ ایسے لوگ بہشت کی راہ پر نہیں جاتے اور سیدھی راہ نہیں اختیار کرتے مدد ایسوں کی کی جاتی ہے جو راستے پر تو ہوں کم از کم اللہ تعالیٰ نے اپنے پیارے حبیب رسول مقبول حضرت محمد مصطفیٰؐ پر جو کتاب قرآن نازل فرمائی اس میں ان تمام نکات کا ذکر فرمادیا گیا ہے:

ومن یؤمن باللہ یھدی قلبہ

جو ایمان لے آئے اس کی ہدایت اللہ تعالیٰ فرمادیتا ہے جو شخص اس پر اپنی بنیاد رکھ لے کہ جو راستہ اللہ تعالیٰ نے بتایا ہے اس پر چلے گا تو اگر ٹھوکر کھا بھی جائے تو اللہ تعالیٰ اسے سنبھالیتا ہے۔ اگر شیاطین چاہیں کہ ایسے شخص کو اذیت پہنچائیں تو ان کے شر کو دفع فرماتا ہے۔ شیطانی وسوسوں اور شکوک و شبہات کو دل میں بسنے نہیں دیتا۔ دل کو ایمان کے نور سے منور فرماتا ہے۔ ایمان مضبوط کردیتا ہے لیکن صرف ان کے لئے جو غرور و تکبر نہیں کرتے۔

والذین اهتدوا زادهم هدًی

ترجمہ: جو لوگوں نے ہدایت کو قبول کیا ان کی ہدایت میں اضافہ کر دیتا ہے۔

جو لوگ ہلاکت کا شکار ہوئے اس لئے کہ انہوں نے پہلی ہدایت یعنی ہدایت عامہ کو قبول نہیں کیا جہنم کی راہ اپنائی وہ غلط راہوں پر چل نکلے اور عمر کے آخری لمحوں تک حقیقت کا ادراک نہ کر سکے اور جو لوگ اخروی سعادتیں پا گئے انہوں نے پہلے ہدایت عامہ اپنائی اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنی غیبی امداد اور توفیقات کے ذریعے ان کی مکمل راہنمائی فرمائی۔

الذین اهتدوا والذین قبول الهدایه

اطمینان قلب اللہ تعالیٰ کا عطیہ ہے

ایمان کا دل میں ہونا اس کے آرام و سکون کا سبب ہے۔

هو الذی انزل السکینه فی قلوب المومنین

لیزدادوا ایمانا مع ایمانهم.

(سورۂ فتح: آیت نمبر ۴)

ترجمہ: وہ وہی (خدا) تو ہے جس نے مومنین کے دلوں میں تسلی و سکون نازل کیا تا کہ وہ اپنے (پہلے) ایمان کے ساتھ اور ایمان میں اضافہ کریں۔

سکون تو اللہ تعالیٰ عطا فرماتا ہے۔ میں کہنا چاہتا تھا کہ ایمان بلند مقامِ ممتاز عطائے الٰہی ہے۔ ہمارا وظیفہ یہ ہے کہ ایمان کو اپنانے کے لئے تیار رہیں۔ اس کا بدن تیار کریں۔ ایمان کی روح اللہ تعالیٰ ڈالتا ہے۔ قرآن سے مزید سے استفادہ کرتے ہیں۔ فرماتا ہے۔ انسانیت کو رنگ و روپ دینا تو اس کا کام ہے۔

صبغة الله ومن احسن من الله صبغة ونحن له عبدون

(سورۂ بقرہ آیت نمبر ۱۳۸)

ترجمہ: (مسلمانوں سے کہو کہ) رنگ تو خدا ہی کا رنگ ہے جس میں تم رنگے گئے اور خدائی رنگ سے بہتر کون سا رنگ ہو سکتا ہے اور ہم تو اسی کی عبادت کرتے ہیں۔

آپ فرشتہ صفت ہو جائیں۔ خدا آپ کی لازمی مدد کرے گا۔ ایمان کی جان جو کہ دل کے سکون و اطمینان کا سبب ہے۔ یہ خدا ہی عنایت فرماتا ہے۔ اب دیکھتے ہیں کہ خدا اس روح کو لوگوں کو عطا فرماتا ہے۔

پہلے یہ بات جان لیں کہ طاقت کے زور پر کوئی چیز کسی کو نہیں دی جاتی۔ جبر، زبردستی غلط اور کفر ہے جو طلب کرے اسے دیا جاتا ہے۔ پس بغیر مانگے طلب کئے اور زبردستی کسی کو کچھ نہیں دیا جاتا کیونکہ اس کا کوئی فائدہ نہیں ہوتا۔ اسے عطا کیا جاتا ہے جو زبانی جمع خرچ نہیں بلکہ حقیقت میں دل سے

مانگتا ہے جو واقعی ایمان کا طالب ہوتا ہے۔ ہم دعا میں پڑھتے ہیں:

اللّٰھمّ انی اسئلک ایماناً تباشر به قلبی

ترجمہ: بار الہا میں تجھ سے تقاضا کرتا ہوں اپنے قلب پر براہ راست ایمان اتارنے کا۔

تمہارا جان و دل کیا چاہتا ہے۔ زبان کہتی ہے ایمان جب کہ گا ہے دل کہتا ہے مال اور دوسری چیزیں مانگتا ہے۔ تمنا اور آرزو اس کی مال ہے۔ مال مطلوب و مقصود ہوتا ہے۔ ایمان کی طلب کب تمہارے دل میں پیدا ہوئی جو خدا نے تمہیں عطا نہیں کی۔ ایمان کی طلب سنجیدگی اور سوز و گداز پیدا کرتی ہے جس طرح کہ انسان مادّی و نفسانی خواہشات کے لئے انتھک کوششیں کرتا ہے۔ دنیاوی مقاصد کی تکمیل کے لئے اپنی نیندیں حرام کرتا ہے۔ بھوکا رہتا ہے۔ سفر کی صعوبتیں برداشت کرتا ہے۔ صرف زندگی کی ضروریات پوری کرنے کے لئے جو کہ اس کے دل کی تمنا ہوتی ہے۔ آیا کبھی ایسا بھی ہوا ہے جب ایمان کا سوچ کر اس کی فکر میں راتوں کو جاگا ہو۔ کیا کبھی کسی سے اس بات کی خواہش کی ہے کہ میرے حق میں یہ دعا کرے کہ اللہ مجھے ایمان کی دولت عطا فرمائے۔ کیا کبھی ایسا ہوا ہے کہ امام زمانہؑ سے ایمان کی دعا مانگی ہو۔ یا یہ کہ جب بھی تم نے ان سے توسل پیدا کیا تو اس میں دنیا اور مادیت کے لئے حاجات طلب کیں البتہ میں یہ نہیں کہتا کہ یہ برا کام ہے۔ ممکن ہے

ان توسلات کی برکت سے آہستہ آہستہ حقیقی توسل بھی پیدا ہو جائے۔ اپنے امام زمانہؑ کو ابدی حاجات کے لئے پکارو۔ ان سے ایمان میں اضافہ کی دعا مانگو کہ اپنی قبر میں لے جاسکو۔ خدا سے دل لگے۔ سکون قلب پیدا ہو۔ میری امید کا مرکز اللہ کے سوا اور کوئی نہ ہو۔

تمہارے وجود کا محافظ دراصل اللہ تعالیٰ ہے۔ اصل و فرع اس سے ہے۔ زندگی عطا کرنا اور چلانا اس کے ہاتھ میں ہے۔ جب آپ یہ بات سمجھ جائیں گے تو اس وقت اس سے قبر کی پہلی شب برزخ اور اپنے آخرت کے لئے ابدی آرام کی طلب کریں گے۔

روایت میں ہے کہ جب مومن اپنے عقائد بیان کرے گا تو اسے ملائکہ بشیر و بشارت دیں گے۔ " نم نومة العروس " عربی زبان میں عروس دولہا کو بھی کہا جاتا ہے اور دولہن کو بھی۔ اے مومن تم دولہا کی طرح یہاں (قبر میں) آرام سے سو جاؤ۔ یہ تمہارا حجلۂ عروسی (دولہا دلہن کا کمرہ ہے۔ یہ تمہارے آرام و استراحت کی جگہ ہے۔ دنیا کے جھنجھٹوں سے تمہیں چھٹکارا نصیب ہوا۔ کہا جائے گا کہ اپنے سر کے اوپر دیکھو جب دیکھے گا تو تا حد نگاہ " فروح و ریحان وجنۃ نعیم " عجیب خوشبو ہوگی جو ۵۰۰ سے ۲۰۰۰ سال کی مسافت تک سونگھی جاسکتی ہوگی لیکن یہاں (ایمان کے نتیجے) میں آرام نصیب نہیں ہے۔ اسے موت کے وقت، قبر میں اور قیامت کے روز بھی سکون

نہیں ملے گا۔ وہ خود اپنے اعمال اپنے ہاتھ میں پائے گا۔ شدید دباؤ میں ہوگا۔
خصوصاً اس وقت جب کوئی چیز کام نہ آئے گی۔ بالکل بے بس ہوگا۔

لقد جئتمونا فرادیٰ کما خلقنا کم اوّل مرۃ

موت کے وقت صدا دی جاتی ہے۔ دیکھا تنہا ہی آئے ہیں کہاں ہیں
وہ لوگ جنہیں اپنا کرتا دھرتا سمجھتے تھے۔ کہاں ہے وہ پیسہ جسے دیکھ کر کہتے تھے
کہ اگر پیسہ ہاتھ میں ہو تو سب کچھ ہو جاتا ہے۔ تمام لوگ حاضر ہیں کہ اپنے
مال و دولت کو جناب عزرائیل ملک الموت کو دے دیں تاکہ چند ساعت مزید
انہیں زندگی کی مہلت دے دی جائے، لیکن یہ محال ہے۔ آپ کی کوششیں
اپنے نفس کے لئے نہ ہوں۔ مال کو خدا قرار مت دو۔

یاتی علی الناس زمان لا یبقی...... دینھم دنانیرھم

آپ اسلام سے وابستہ ہیں۔ ظاہری اسلام، ایمان نہیں ہے آپ کا
خدا روپیہ پیسہ ہو گیا ہے اور قبلہ عورتیں۔ دولت کو اپنا خدا قرار نہ دو۔ تمہارا دین
تمہاری عورتیں نہ ہو جائیں۔ خدا سے وابستہ رہو اور عیش کرو۔

حیات طیبہ مومن کے لئے ہے۔ اس کے قلب میں ایمان کا نور آیا
اور خدا سے مطمئن ہو گیا۔ جب تک اسباب و سائل دنیا پر ایمان ہوگا۔ اطمینان
نہیں ہوگا۔ اندرونی اضطراب اور اسباب کی کمی زیادتی اسے ہلاک کر دے گی۔
بعض مسلمانوں کو نیند کیوں نہیں آتی؟ فلاں چیز کم ہو گئی۔ اس میں اتنا نقصان

ہو گیا۔ پس تم کب خدا کا نام لیتے ہو۔ اسے کب یاد کرتے ہو۔ آپ کے دل میں فقط دنیا۔ زبان پر فقط دنیا۔ خدا کہاں ہے تمہارے دل میں وہ تو بس زبان پر ہے! اس پر بھروسہ کرو۔ اس سے خیر کی امید رکھو لیکن زبانی نہیں عملی۔

ایمان کے خواہاں ہم لوگوں کو اپنے دل کے حال کا جائزہ لینا چاہئے اگر دل میں ایمان نہیں ہے تو گریہ وزاری کرو اور کہو:

الٰهی اسئلک ایماناً تباشر به قلبی

اصول کافی میں ایک حدیث نقل کی گئی ہے:

ذا ملنا ابا عبدالله جعفر الصادقؑ ثم التفت الی..........

راوی کہتا ہے کہ میں سفر حج میں امام جعفر صادقؑ کے ہمراہ تھا۔ ہم ساتھ ساتھ چل رہے تھے کہ حضرتؑ نے مخاطب کیا اور فرمایا کہ تمہارے پاس قرآن کریم ہے۔ عرض کیا: جی ہاں۔ فرمایا: تلاوت کرو۔ میں نے کپکپاتے ہوئے قرآن پڑھا۔ امام گریہ کرنے لگے، یہاں تک کہ آپ نے فرمایا: بس کافی ہے۔

ابا عصامة...... فانه تاتی علی القب ساعات لیس فی ایمان ولا کفر

فرمایا: غافل نہ ہو۔ انسان پر ۲۴ گھنٹوں میں ایسی ساعتیں گزرتی ہیں کہ جن میں دل میں ایمان نہیں ہوتا اور کفر ہوتا ہے۔ اپنے دل کا جائزہ لو۔

بعض اوقات دل پرانے بوسیدہ کپڑے کی مانند ہوتا ہے۔ کالخرقہ البالیہ ذرا سے اشارے میں بوسیدہ کپڑا کس طرح پارہ پارہ ہوجاتا ہے۔ غافل دل بھی ذرا سے وسوسہ سے ہلاک ہوجاتا ہے۔ مجلسیؒ نے کس قدر عمدہ پیرائے میں بیان کیا ہے۔ فرماتے ہیں کہ مولانے دل کو پرانے کپڑے سے تشبیہ یوں دی ہے کہ نیا کپڑا اپھاڑنا مشکل ہوتا ہے اور فوراً پارہ نہیں ہوتا لیکن اگر کہنہ ہو تو ایک ہی اشارہ میں پارہ پارہ ہوجاتا ہے۔

آپؑ فرماتے ہیں کہ اے مومن یہ خیال مت کرو کہ تمہارا دل قوی اور ایمان محکم ہے۔ گاہے بوسیدہ کپڑے سے بھی بدتر ہے۔ ایک ہی وسوسہ کے باعث تار تار ہوجاتا ہے۔ اچھائی کا ارادہ کرتا ہے۔ ایک شخص کے اکسانے پر کہ فلاں کام اس سے زیادہ اہم ہے۔ ترک کردیتا ہے۔ دونوں اچھے کاموں کو انجام نہیں دیتا اور وسوسہ کا شکار ہوجاتا ہے۔ لہٰذا امامؑ فرمارہے ہیں کہ اپنے دل پر سرسری سی نگاہ ڈالو یعنی دیکھو کہ اس میں خدا کی یاد ہے یا نہیں۔ خدا کو حاضر و ناظر جانتے ہو یا نہیں۔ اگر نہیں تو ہاتھ پاؤں مارو۔ طلب کرو سنجیدگی کے ساتھ بلکہ تم میں ایمان کا اتنا نور آجائے کہ مرتے وقت اس نور کے ساتھ قبر میں جاؤ۔ علیؑ کے پاس جاؤ تو ایمان کے نور کے ہمراہ حوض کوثر پر پہنچو۔

ہماری اس بحث کا خلاصہ یہ ہوا کہ ہماری اولین ذمہ داری ایمان کا حصول ہے۔

والذین اهتدوا زادهم هدًی

جو کچھ سنا اس پر عمل کرو اور ایمان کی کثرت پیدا کرو۔ خدایا حقیقی ایمان عطا فرما۔ مجھ سے جو ہو سکا تیری اطاعت کے لئے میں نے کیا۔ نماز و روزہ وغیرہ میرے دل میں ایمان کی جو شمع روشن ہوگی وہ تیرے ہی ذریعہ ہوگی۔ خدایا اسئلک الامن والایمان بک.

ایک روز جناب جبرائیلؑ امین حضرت وحید کلبی کی صورت میں رسول خداؐ کے پاس بیٹھے تھے کہ یکا یک وہاں سے جناب ابوذرؓ کا گزر ہوا۔ انہوں نے یہ خیال کیا کہ وحید کلبی رسول خداؐ کے ہمراہ بیٹھے ہیں۔ نہیں پہچانے کہ جبرائیلؑ ہیں۔ وہ دونوں کے مابین ہونے والی گفتگو میں مخل نہ ہوئے اور چلے گئے۔ جناب جبرائیلؑ نے کہا: یارسول اللہؐ! ابوذرؓ کے پاس ایسی دعا ہے جو عرش کے خزینوں میں سے ہے اور عالم اعلاء میں ان کی دعا پڑھی جاتی ہے۔

رسول خداؐ نے ابوذرؓ سے فرمایا: جبرائیلؑ نے مجھے بتایا ہے کہ تمہارے پاس ایسی دعا ہے جو عرش کے خزانوں میں سے ہے۔ بتاؤ وہ کون سی دعا ہے۔ عرض کی یارسول اللہؐ وہ دعا یہ ہے۔

اللّٰھم صلّی علی محمد وآل محمد اللّٰھم انیّ اسئلک الامن و الایمان بک و التصدیق نبیک والعافیة من جمیع البلاء والشکر علی العافیه والغنی عن شرار الناس برحمتک یا ارحم الراحمین

ترجمہ: خدایا امن و اسلام عطا فرما۔ دل مضطرب کو مطمئن فرما۔ مجھے دنیا کے جھنجھٹوں سے نجات دے مجھے اپنی طرف راغب فرما۔ اپنے لئے میرے دل میں امید کی کرن روشن فرما۔ میرے دل کو اپنے نور سے منور فرما۔ میں تجھ ہی پر بھروسہ رکھوں۔ تیرے نبی کی سچی تصدیق کروں جان و دل کے ساتھ۔ آمین!

جناب ابوذرؓ کا ایمان اور عمر کے آخری لمحات

جناب ابوذرؓ اپنی عمر کے آخری لمحوں تک ایمان محکم کے ساتھ ڈٹے رہے۔ آپ کی تمام جمع پونجی ہاتھ سے چلی گئی۔ جلاوطنی کے سفر میں آپ کی تمام بھیڑیں ہاتھ سے نکل گئیں۔ آپ ایک بیابان میں فقط اپنی بیٹی یا زوجہ کے ساتھ تنہا رہ گئے۔ آپ کے تمام وسائل چھن گئے لیکن آپؓ کا قلب قوی ہے۔ مطمئن ہے۔ پیشانی پر ایک شکن نہیں ہے جب جان لیا کہ زندگی کی آخری سانس لے رہا ہوں تو بڑے خوش نظر آنے لگے۔ بیٹی رونے لگی۔ فرمایا: چپ ہو جاؤ۔ مضطرب نہ ہو۔ تمہارا باپ اپنے حبیب سے ملنے جارہا ہے۔ ابوذرؓ کو رسول خداؐ کی جدائی کا کس قدر صدمہ تھا۔ حسینؑ کے ساتھ محشور ہونے کی تمنا رکھنے والو! کیا تم نے خود کو اس کے لئے تیار کیا ہوا ہے؟ بیٹی نے کہا: اے پدر! آپ کے مرنے کے بعد میں تنہا رہ جاؤں گی۔ آپ کو کس طرح غسل و کفن دوں گی۔

کس طرح سپردِ خاک کروں گی۔ جناب ابوذرؓ نے فرمایا: بیٹی اگر باپ نہیں رہے گا تو اللہ تو ہے۔ خود کو تنہا مت جان۔ تیرا باپ اپنے حبیب کے پاس جا کر ہی سکون حاصل کرے گا۔

رسولِ خداؐ نے مجھے خبر دی ہے کہ چند نیک انسان یہاں پہنچیں گے اور وہ میری تجہیز و تکفین کے فرائض انجام دیں گے۔ جب جناب ابوذرؓ کا انتقال ہو گیا تو ان کی بیٹی یا زوجہ برسرِ راہ آئیں دیکھا کہ عراق کی جانب سے ایک قافلہ چلا آ رہا ہے جن کے مابین جناب مالک اشتر جیسے نیک سیرت افراد موجود ہیں۔ جب انہوں نے سنا کہ رسولِ گرامیؐ کے عظیم الشان صحابی اور علیؑ کے فدائی جناب ابوذر غفاریؓ اپنے رب کے حضور جا چکے ہیں تو قافلہ وہیں روک دیا گیا اور انتہائی ادب و احترام کے ساتھ جناب ابوذرؓ کی تدفین کا کام انجام دیا گیا۔ یہاں تک کہ آپ کو کفن دینے کے سلسلے میں تنازعہ پیدا ہو گیا یہ سعادت ہر شخص حاصل کرنا چاہتا تھا۔
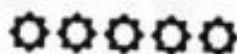
✿✿✿✿✿

تقریر ۹

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

الم یانِ للّذین امنوا ان تخشع قلوبھم لذکر اللہ و ما نزّل من الحق ولا یکونوا کالّذین اوتوا الکتاب من قبل فطال علیھم الامد فقست قلوبھم وکثیر منھم فاسقون (سورۃ الحدید: آیت ۱۶)

ترجمہ: ''کیا ایمانداروں کے لئے ابھی تک وقت نہیں آیا کہ خدا کی یاد اور قرآن جو (خدا کی طرف سے) نازل ہوا ہے ان کے دل نرم ہوں اور وہ ان لوگوں کے جیسے نہ ہو جائیں جن کو ان سے پہلے کتاب (توریت وانجیل) دی گئی تھی تو (جب) ایک زمانہ دراز گزر گیا تو ان کے دل سخت ہوگئے اور ان میں سے بہت سے بدکار ہو گئے۔''

ہم نے کہا کہ جو شخص ہدایت عامہ کو اپنا لے، واقعاً خدا پرست ہونا چاہے تو خدا بھی اپنی تائیدات والطاف فضل وکرم اس پر نازل فرماتا ہے۔ اس کے دل کو قوی کر دیتا ہے۔ قرآن مجید میں مومنین کو خوشخبری دی جارہی ہے۔ اے مومنین ہم تمہارے یارومددگار ہیں۔

نحن اولیائکم فی الحیوۃ الدنیا

حقیقت میں بندہ بن جانے والو! ملائکہ تمہارے مددگار ہیں جہاں سے تمہیں قطعاً کوئی امید نہ ہو جہاں تمہارا گمان بھی نہ جاتا ہو وہاں سے

تمہارے لئے نجات و سعادت کا وسیلہ فراہم کر دیا جاتا ہے۔ حقیقت کو بیشتر عیاں کرنے کی خاطر ایک واقعہ پیش کرتا ہوں:

چند سال قبل مجلہ نور دانش میں یہ واقعہ نظروں سے گزرا۔ خلاصہ یہ کہ امریکہ کے ایک شہر میں سوائے ایک عورت کے اور کوئی مسلم نہیں ہے اور یہ عورت کسی شخص کی تبلیغ یا کتاب کے ذریعہ مسلمان نہیں ہوئی۔ اس کا تو عربی کے حروف تہجی سے بھی دور کا واسطہ نہیں۔ واقعی یہ بات معجزہ سے کم نہیں ہے کہ خود بخود یہ خاتون مسلمان ہو گئی۔ ان کا اسلامی نام مہاجر بانو ہے۔ انہوں نے صحافیوں کو جو باتیں بتائیں واقعی حیران کن ہیں:

ان سے سوال کیا گیا کہ آپ نے تو عیسائی گھرانے میں آنکھیں کھولیں اور اسلام کا کوئی پیغام آپ کے کانوں تک نہیں پہنچا۔ پس کس طرح مسلمان ہو گئیں؟

جواب دیا: اول تو یہ کہ جب میں چھوٹی سی تھی تو سب یہ کہتے تھے کہ میری ذہنی استعداد غیر معمولی ہے اور خدا نے مجھے فوق العادہ سمجھ عنایت کی۔ چنانچہ میں ہر ناروا چیز کو ترک کرتی تھی۔ جیسا کہ اس ملک میں پردہ نام کی کوئی چیز نہیں ہے لیکن میں بچپن ہی سے عجیب سا محسوس کرتی تھی کہ ایک عورت کسی نامحرم کو اپنا دیدار کرائے۔ بغیر اس کے کہ کوئی مجھے اس بات کی تعلیم دے میں نے اپنے لئے اوڑھنی تیار کی تاکہ اپنے سر اور ہاتھوں اور پیروں کو ڈھانپے

رکھوں۔ بعد میں جب میں نے قرآن کا مطالعہ کیا تو یہ بات فطرت کے عین مطابق پائی یعنی جو میری عقل اور فطرت کہہ رہی تھی وہی قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

لا یبدین زینتھن الا لبعولتھن

ترجمہ: عورتوں کو اپنی زینتوں کو غیر مردوں کو نہیں دکھانا چاہیے۔

بالآخر ایک رات میں نے خواب میں دیکھا کہ ایک شخص عبا پہنے میرے پاس آئے اور فرمایا میں مشرق کی سمت سے آیا ہوں، میں نے دیکھا کہ ان کے ہاتھ میں ایک کتاب ہے۔ انہوں نے کتاب دکھائی اور مجھے بتایا کہ یہ تیری نجات وسعادت کا راستہ ہے۔ میں سو کر اٹھی تو تین سال یا اسے بیشتر مختلف لائبریریوں میں اس کتاب کو تلاش کرتی رہی جو ان بزرگوار نے مجھے دکھائی تھی۔ ایک روز ایک ہندوستانی مسافر جو کہ مسلمان تھا کو دیکھا۔ میں نے سوال کیا کہاں سے آرہے ہو؟ کہا: ہندوستان سے اور میں مسلم ہوں۔ میں نے اسے اپنی روداد سنائی۔ اس نے اپنی جیب میں ہاتھ ڈالا اور ایک کتاب مجھے دکھائی جو میں نے خواب میں دیکھی تھی۔ میں نے پوچھا یہ کیسی کتاب ہے۔ اس نے کہا، محمدؐ کا قرآن ہے۔ اس نے مجھے بطور ہدیہ قرآن دے دیا۔ بعد میں میں نے اس کا انگریزی ترجمہ تلاش کیا.........

میں ہدایت خاصہ کو سمجھانا چاہ رہا ہوں کہ جو کوئی یہ چاہے کہ واقعی بندہ

بن جائے تو اسے ہدایت عامہ کو قبول کر لینا چاہیے نہ یہ کہ اپنی عقل وفہم اور فطرت کو پیروں تلے روند دو۔ جو شخص بندہ بننا چاہے۔ بہشت کی آرزو دل میں رکھے۔ اسے پروردگار عالم اپنے حال پر نہیں چھوڑ دیتا بلکہ اس کی ہدایت فرماتا ہے۔ ہمدم وانیس کوئی نیک خو صاحب ایمان اس کے لئے معین فرما دیتا ہے۔ یہ اس کی تائیدات ہیں۔ آج اسی مناسبت سے ایک جملہ میرے ذہن میں آیا، خصوصا ہدایتیں یہی ہیں۔ آپ کا یہ اجتماع کیا ہے۔ ہدایت خاصہ ہی تو ہے۔ آپ سب لوگوں کے دل میں یہ بات ڈال دی کہ آپ یہاں یکجا ہوں اور میرے دل میں یہ بات ڈال دی کہ میں یہاں کچھ عرض کر سکوں۔

اپنی اولاد کو باایمان بنائیے

ایک انتہائی اہم ذمہ داری جو کہ ہر مسلمان پر عائد ہوتی ہے یہ ہے کہ خود صاحب ایمان ہونے کے بعد اپنے اہل وعیال کو بھی صاحب ایمان بنائے یہ سوچنا کہ میں اپنی آخرت سنوار لوں۔ بیوی بچے خود اپنے اعمال کے ذمہ دار ہیں، غلط ہے۔ ہر مسلمان پر واجب ہے کہ اپنے ساتھ اپنے بیوی بچوں کو بھی صراط مستقیم پر گامزن رکھے۔

یا ایھا الّذین آمنوا قوا انفسکم واھلیکم ناراً

وقودھا الناس والحجارہ

ترجمہ: اے صاحبانِ ایمان اپنے آپ کو اور اپنے گھر والوں کو (جہنم

کی) آگ سے بچاؤ۔

ہر مسلمان پر خدا اور روز آخرت پر ایمان لانا واجب ہے اور اسی طرح جو بالغ افراد اپنے ماں باپ کی سرپرستی میں ہیں انہیں ایمان کی تعلیم دینا واجب ہے۔ اگر اس وظیفہ کو انجام دے دیا تو دنیا و آخرت دونوں میں خیر پاؤ گے کیونکہ دنیا میں جو بچہ مومن ہوگا۔ محمدیؐ، علوی، حسینیؑ ہوگا۔ باپ کے قدم بہ قدم نیکیوں میں شامل ہوگا۔ ایسا بچہ ماں باپ کا نور عین ہوگا اور اگر آپ نے پرواہ نہ کی تو اسی دنیا میں آپ پریشانیوں اور صدموں سے دوچار ہوں گے۔ آج کے اس دور میں کتنے والدین اولاد کے ہاتھوں مصائب جھیل رہے ہیں۔ اس لئے کہ انہوں نے شروع میں ڈھیل چھوڑ دی اور آزاد کر دیا۔

لہٰذا جو توفیق ایمان کی آپ کو نصیب ہوئی ہے، اسے اپنے بچوں تک پہنچایئے۔ انہیں بھی خدا پر بھروسہ کرنے کی عادت ڈالئے مجھے افسوس ہے ان جوانوں پر جو ضائع ہو رہے ہیں۔

اللہ تعالیٰ پر بھروسہ نہ کرنا موجودہ معاشرے کی بدنصیبی ہے

مجلہ مکتب اسلام میں ایک معروف انگریز رائٹر کا مقالہ شائع ہوا جس کا لب لباب یہ تھا کہ ایٹمی صدی، طلائی دور بیسویں صدی کی نوجوان نسل پچھلی بشری نسلوں سے ہوشیار تر، سمجھدار تر اور پڑھی لکھی نسل ہے۔ واقعی یہ بات بالکل درست ہے۔ ہوشیاری، علم اور فہم و ادراک کے لحاظ سے تو بہتر ہے لیکن

خوش حالی، آسودہ حالی اور حقیقی مسرتوں کا بہر حال پہلے سی زیادہ فقدان ہے۔ ہر جوان کو دیکھ لیں بے چین نظر آتا ہے۔ قلب مطمئن نہیں۔ اپنے آپ سے ناراض لگتا ہے۔ یہ بین الاقوامی سوال ہے جو دنیا بھر کے مطبوعاتی اداروں سے کیا گیا ہے کہ اس کا کوئی ٹھوس جواب حاصل کریں۔ اگر وسائل کی کمی کا مسئلہ ہے تو یہ گزشتہ ادوار سے بہتر ہے۔ پس یہ مایوسی اور عدم تحفظ کی فضا کیا چیز ہے؟

امریکہ جو کہ اس بات کا دعویدار ہے کہ ہم سب سے زیادہ ترقی یافتہ ہیں۔ امریکہ متمدن ملک سمجھا جاتا ہے۔ اسی امریکہ میں ۳۵ منٹ کے بعد خودکشی کا ایک واقعہ پیش آرہا ہے۔ بتایئے کس قدر ذہنی دباؤ ہوتا ہوگا کہ انسان خودکشی پر آمادہ ہو رہا ہے۔ یہ سب قتل و غارت گری، جوان خود کو کیوں مارے ڈال رہے ہیں؟ اس کا سبب کیا ہے؟

دانا لوگ جانتے ہیں کہ اس دور کی پریشانی عدم اعتماد و عدم بھروسہ کی مرہون منت ہے۔ بھروسہ نہیں کرتی۔ کوئی پناہ گاہ نہیں رکھتے۔ صاف صاف کہہ دوں کہ اصل میں خدا پر ایمان نہیں رکھتے۔ جس طرح کہ ہر معاملہ میں اس کی ذات پر بھروسہ کرنا چاہئے، نہیں ہے لہٰذا معمولی سی تکلیف میں چلا اٹھتے ہیں۔ خدا کو نہیں پہچانا ہے تو ایمان کیسے لے آئیں اور بھروسہ کیسے کریں۔ اگر آزمائش میں کامیاب ہوگیا تو فبہا ورنہ خدا تو ہے۔ سب کچھ ہے۔ وہی رازق ہے وہی مدبر ہے وہ مربی ہے۔

اسی انگریز مصنف کے حوالے سے لکھا ہے کہ میرا ایک دوست ہے۔ مجھ سے ملنے آیا۔ میں نے محسوس کیا کہ انتہائی پریشانی کے عالم میں ہے۔ پوچھا: کیا ہوا۔ کوئی مسئلہ پیش آ گیا ہے کیا؟ کیا ہوا ہے تمہیں۔ اتنے غمگین کیوں ہو؟ اس نے بتایا کہ میرے اور میرے بیٹے کے مابین ایسی گفتگو ہوئی ہے کہ مجھے ڈوب مرنے کا جی چاہ رہا ہے۔ مجھے یاد نہیں پڑتا کہ اس نے کبھی غصہ کیا ہو۔ آج پہلی بار ایسا ہوا کہ اس نے اپنی یونیورسٹی کی کتابیں پھاڑ کر دور پھینک دیں اور کہا میں مزید تعلیم حاصل نہیں کروں گا اور گھر سے جانے لگا۔ میں نے پوچھا بیٹا آخر کیا بات ہوگئی۔ یہ کیا کہا تم نے؟ جواب دیا: مجھ سے بات نہیں کریں۔ میں نے کہا: کیوں؟ کہنے لگا: میں آپ سے متنفر ہو گیا ہوں۔ باپ نے کہا: آخر میں نے تمہاری دیکھ بھال میں کوئی کسر نہیں چھوڑی۔ جب تم چھوٹے سے تھے اور اب تک میں تمہیں آخر پڑھا رہا ہوں۔ میں نے ہمیشہ تمہارے خرچ کا خیال رکھا۔ عمدہ لباس مہیا کیا۔ حتیٰ کہ جیب خرچی بھی مستقل دیتا ہوں۔ یہ باتیں سن کر وہ قدرے نرم لہجے میں کہنے لگا: آپ نے وہ کام جو میرے لئے کرنا ضروری تھا نہیں کیا۔ پوچھا بتاؤ کیا کام؟ کہا: مجھے اس دوران خدا کی پہچان تو کرا دیتے تا کہ میں اس پر بھروسہ کرتا۔ یہ کہا اور باہر چلا گیا۔

اولاد والو! کل قیامت کے دن تمہاری اولاد تمہارا گریبان اسی بات پر پکڑیں گے۔ ٹیلی ویژن خرید کر دیا۔ خیال کرتے ہو کہ بہت بڑی خدمت کی

اولاد کی۔ تمہاری بیٹیاں تم سے سوال کریں گی کہ ہمارے ایمان کو کیوں درست نہ کیا۔ اس بے سروسامانی سے ہمیں نجات کیوں نہ دی۔ مجھے دنیا میں آنے کا مقصد نہیں معلوم۔ زندگی کا ہدف کیا ہے پتہ نہیں۔ بے ہدف زندگی سرسام آور ہے۔ مجھے کیوں نہیں سمجھایا کہ میں کہا جاؤں۔ اس ذمہ داری کا خاص خیال رکھیں۔ اپنی کوتاہیوں کی توبہ کریں۔

نوجوانوں کے بارے میں جو ذمہ داریاں سونپیں۔ ہم نے ان پر توجہ نہ دی۔ اے اللہ ہمیں معاف فرما اور توفیق دے۔ اگر کوتاہی کی تو آپ مجرم ہیں۔ اپنے بچوں میں خدا پر بھروسے کی تعلیم دیں۔ انہیں علی ابن ابی طالبؑ کی ولایت سے آگاہ کریں۔ جب بچہ گرے تو یا علیؑ مدد کہیں۔ علیؑ کی ذات سے آگاہ کریں۔ جب آپ کا بچہ بڑا ہو تو پہنچانے کہ اس کا مولا کون ہے۔ وہ کہاں سر جھکائے۔ آپ کو امام وقت حضرت حجۃ ابن الحسن العسکریؑ کی معرفت کرانی چاہئے کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنی پناہ گاہ اور مومنین کا سرور و سالار قرار دیا ہے۔ اپنا دستِ کرم ان پر رکھا ہے۔ ہر حال میں یقین ہونا چاہئے۔ اپنے بچوں کو بتائیں کہ اللہ تعالیٰ حاضر و ناظر ہے اور دنیا و آخرت کی تمام پریشانیوں کا حل اس کے پاس ہے۔ ہر قسم کی دنیاوی اور اخروی پریشانیوں میں تم صرف اور صرف اپنے رب اور اس کے نمائندہ سے رجوع کرو۔ اسی پر بھروسہ رکھو۔

عام طور پر شیعوں کے ساتھ ہی معجزے پیش آئے ہیں۔ شیعہ اپنے آئمہ سے توسل رکھتے ہیں۔ اپنی حاجات طلب کرتے ہیں اور چہاردہ معصومینؑ ان کی سنتے ہیں اور اس طرح ان کے ایمان مزید مضبوط اور بصیرت زیادہ ہوتی ہے۔ لیکن حیرت تو یہاں ہے کہ جب خدا کسی کو ہدایت خاصہ عطا کرنا چاہتے وہ اس میں تفریق نہیں رکھتا۔ امام زمانہؑ کا ایک معجزہ سنی خاتون کے ساتھ پیش آیا۔ یہ ہدایت خاصہ کے علاوہ کچھ نہیں تھی۔ معلوم ہوتا ہے یہ ہدایت خاصہ کے لئے آمادہ ہوگئی تھی۔

محدث الاسلام نوری نے کشف الاسرار میں ذکر کیا ہے کہ ۱۳۱۷ھ کی بات ہے کہ یہ معجزہ نجف اشرف کے ایک سنی خانوادہ کے ساتھ پیش آیا نجف اشرف کے مکتبۂ حیدی کے سرپرست اور خطیب اہلسنت عالم قاری سید عبدالحمید رقم طراز ہیں کہ ایک ملکہ نامی عورت جو کہ ملا علی کی بیٹی اور فلاں شخص کی زوجہ تھی۔ اس عورت کو رات کے وقت نجف اشرف میں صداع یعنی سر کے درد کی شدید شکایت ہوئی۔ صبح اس کی دونوں آنکھیں ضائع ہوگئیں۔ قاری صاحب لکھتے ہیں کہ اس المناک واقعہ کی خبر مجھے دی گئی۔ میں نے کہا: اس کا علاج نہیں، مگر حلال مشکلات مولا علیؑ اپنی عنایت خاص فرمائیں تو اور بات ہے۔ آج رات جب حرم میں ذرا خلوت ہو تو امیر المومنینؑ سے گڑگڑا کر دعا مانگے۔ رات ہوگئی اتفاق سے اس رات درد کچھ کم ہوگیا۔ دو تین شب و روز کی

تھکاوٹ اور درد میں کمی کی وجہ سے اسے نیند آ گئی۔ عالم خواب میں کیا دیکھتی ہے کہ روضۂ شاہ نجف پر جانا چاہتی ہے۔ اس کو ایک نورانی شکل دکھائی دیتی ہے جو مخاطب کر کے پوچھتے ہیں: مطمئن رہو، اچھی ہو جاؤ گی۔ اس نے پوچھا: جناب آپؑ کی تعریف؟ فرمایا: میں ہوں مہدی آل محمدؐ۔

یہ عورت خواب سے بیدار ہو گئی لیکن صورتحال جوں کی توں رہی لیکن اس بشارت کی وجہ سے اسے اطمینان حاصل ہو گیا بدھ کی صبح کہنے لگی مقام مہدیؑ پر لے چلو۔ محراب میں اسے بیٹھا دیا گیا۔ یہ غریب حجت ابن الحسن العسکریؑ کے حضور استغاثہ اور گریہ وزاری کرتی ہے اور اسے غشی طاری ہو جاتی ہے عالمِ غشی میں دیکھتی ہے کہ دو آقا ایک وہ جنہیں پہلے دیکھ چکی ہے اور دوسرے آقا اس کے پاس آ کر فرماتے ہیں: ملکہ، اللہ نے تجھے شفا دی۔ مطمئن ہو جا۔ عرض کیا: آپ کون ہیں؟ فرمایا میں علیؑ ابن ابی طالبؑ اور یہ میرا فرزند مہدیؑ ہے۔

اس کی آنکھ کی طرف اشارہ فرمایا اور وہ فوری طور پر اچھی ہو گئی۔ اپنی ماں کو آواز دیتی ہے: اماں اماں میں صحیح ہو گئی۔ اس معجزہ کے رونما ہونے پر عوام کی ایک بڑی تعداد شیعہ ہو گئی یہ تھی ہدایت خاصہ کی ایک مثال۔

صبر

اما حسبتهم ان تدخلوا الجنة ولما يعلم الله الذين

جاھدوا منکم و یعلم الصابرین

ترجمہ: (مسلمانوں) کیا تم یہ سمجھتے ہو کہ (سب کے سب) بہشت میں چلے ہی جاؤ گے؟ اور کیا خدا نے ابھی تک تم میں سے ان لوگوں کو بھی نہیں پہچانا جنہوں نے جہاد کیا اور نہ ثابت قدم رہنے والوں ہی کو پہچانا۔

(سورۂ آل عمران: آیت نمبر ۱۴۲)

ہماری بحث کا خلاصہ یہ ہوا کہ یہ دنیا یہ مادی بشری حیات نفسانی خواہشات کا مقابلہ کرنے کے لئے ہے۔ اصل حیات بشر ابدی زندگی ایسے لوگوں کو نصیب ہوگی جو اس عرصۂ حیات میں اپنے نفس کے ساتھ جہاد کریں گے۔ صبر سے کام لیں گے تا کہ حیاتِ جاودانی کیلئے آمادہ ہوں۔ عالم اعلاء اصلی وطن ہے۔ ہمیشہ کا ٹھکانہ ہے۔

تو راز کنگرہ عرش من زند صغیر
ندانمت کہ داریں دا مگہ چہ افتادہ است

عالم اعلیٰ تک پہنچنے کی شرط ثواب کی استعداد اور استحقاق ہے۔
جب تک اس عالم (مادہ) میں مطلق امن و سلامتی نصیب نہیں ہوگی اس وقت تک حقیقی دار السلام تک نہیں پہنچا جا سکتا۔

لھم دار السلام عند ربھم وھو ولیھم

ترجمہ: ان کے واسطے ان کے پروردگار کے یہاں امن اور چین کا گھر

(بہشت) ہے اور دنیا میں جو کارگزاریاں انہوں نے کی تھیں ان کے عوض خدا ان کا سرپرست ہوگا۔ (سورۂ انعام، آیت نمبر ۱۲۷)

دوسرے الفاظ میں بیان کروں کہ امیر المومنینؑ کی ایک حدیث ہے:

رحم اللہ مومناً عرف من این والی این وفی این

ترجمہ: خدا کی رحمت اس مومن پر ہوتی ہے جو خود کو پہچانے کہ کہاں سے آیا ہے اور کہاں جا رہا ہے اور کہاں ہے۔

ایک عمر گزر گئی تمہیں ابھی تک یہی نہیں سمجھ ہے کہ یہاں کس لئے آئے ہو؟ تمہاری خلقت کی غرض کیا ہے؟ آخر قرآن سے اپنے عقاید کو نہیں سمجھا ہے۔

این سفر تا که زنی شکر برم

آمدم به این سفر قصهه خبر برم

قبر کی پہلی رات آپ سے کیا پوچھا جائے گا۔ ان سوالات کے جوابات یہیں تلاش کر کے صحیح جواب کے لئے تیار رہیں اور اپنے ہمراہ لے جائیں۔

اے انسان اس مادی زندگی میں یعنی جب تک زمین پر اپنے مادی جسم کے ساتھ ہو اس طرح نرم، لطیف برخورد کرو کہ عالم لطیف سے باآسانی ملحق ہو سکو۔ نور ہو جاؤ تاکہ انوار سے ملحق ہو۔ فرشتوں کی مانند ان کے دوش بدوش لطیف و روحانی ہو جاؤ میں نے ان تعبیرات کو مکرر بیان کیا ہے۔ خیال نہ کرو کہ بہشت دنیا کے باغات میں سے ایک باغ ہے۔ بہشت کی حقیقت کو

کوئی بھی درک کر ہی نہیں سکتا۔

فلا تعلم نفس ما اخفی لهم من قرة اعین جزاء بما کانوا یعملون

ترجمہ: ان لوگوں کی کارگزاریوں کے بدلے میں کیسی کیسی آنکھوں کی ٹھنڈک ان کے لئے ڈھکی چھپی رکھی ہے۔ اس کو تو کوئی شخص جانتا ہی نہیں۔

ہر شخص اپنی سمجھ کے مطابق بہشت کا تصور قائم کرتا ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کی عظیم ملکیت ہے:

اذا رایت ثم رایت نعیماً و ملکا کبیرا

ترجمہ: اور جب تم وہاں نگاہ اٹھاؤ گے تو ہر طرح کی نعمت اور عظیم الشان سلطنت دیکھو گے۔ (سورۂ دہر: آیت نمبر ۲۰)

کیسا عظیم عالم ہے کہ انسان اس مادہ کے قالب میں اس کا ادراک نہیں کرسکتا۔ کیسا عظیم الشان مہمان خانہ ہے۔ خدا نے اسے کن لوگوں کے لئے تیار کیا ہے؟ خاص طور پر محمد و آل محمدؐ کے طفیل میں بنایا ہے۔ اس مہمان خانہ میں عالم بالا کے ملائکہ خدمت پر مامور ہوں گے۔ قرآن بھی گواہی دے رہا ہے۔

والملائکة یدخلون علیهم من کل باب سلام علیکم

بما صبرتم فنعم عقبی الدار

ترجمہ: اور فرشتے (بہشت کے ہر) ہر دروازہ سے ان کے پاس آئیں

گے (اور) سلام علیکم (کے بعد کہیں گے) کہ (دنیا میں) تم نے صبر کیا (یہ اس کا صلہ ہے دیکھو) تو آخرت کا گھر کیسا اچھا ہے؟

جب مومن اس الٰہی سلطنت میں وارد ہوگا تو پہلے ہی روز ہزار ہزار فرشتے مبارک باد کہنے کے لئے آئیں گے ہر در سے ملائکہ وارد ہوں گے۔ بہشتی حوروں کے بارے میں خیال کرتے ہو کہ یہ عالم طبیعت (اسی دنیا) کی عورتوں کی طرح ہوں گی؟ ایسا ہرگز نہیں ہے۔ وہ اتنی لطیف ہیں کہ ستر حلے پہنے ہوں گی اور ان ۷۰ حلوں کے پیچھے سے ان کی ہڈیوں کا گودا تک دکھائی دے رہا ہوگا۔

عالم اعلاء کی حقیقتیں کہاں تک سنو گے۔ الغرض بہشت میں وہ لوگ وارد ہوں گے جن کی خدمت پر فرشتے مامور ہوں گے پس فرشتوں سے بھی برتر ہوں تا کہ فرشتے آپ کی خدمت کے اہل ہوں۔ جب تک حیوانی صفات اور تاریکی و غفلت سے باہر نہیں آؤ گے۔ اپنی کثافتوں کی اصلاح نہیں کرو گے تو اس وقت تک ایسی عمدہ بساط کے مالک نہیں بن سکتے جو سراپا نور ہے۔

اما حسبتم ان تدخلوا الجنة ولما یعلم اللّٰہ الذین

جاھدوا منکم و یعلم الصابرین

ترجمہ: (مسلمانوں) کیا تم یہ سمجھتے ہو کہ (سب کے سب) بہشت میں چلے ہی جاؤ گے؟ اور کیا خدا نے ابھی تک تم میں سے ان لوگوں کو بھی نہیں

پہچانا جنہوں نے جہاد کی اور نہ ثابت قدم رہنے والوں ہی کو پہچانا۔

(سورۂ آل عمران: آیت نمبر ۱۴۲)

اس خیال میں ہو کہ بہشت میں داخل ہو جاؤ گے؟ یاد رکھو جب تک نفس کے ساتھ جہاد، ہوا و ہوس سے جنگ اور حیوانی صفات کی روک تھام نہیں کرو گے، اس وقت تک جنت میں نہ جا سکو گے۔ تم جہاں بھی جاتے ہو۔۔ جو نفسانی و حیوانی ضرورتیں جس چیز کا تقاضا کرتی ہیں وہی کام کرتے ہو۔ اپنے نفس کی پیروی کرتے ہو۔ ایسے میں بھلا نور تمہیں کیونکر نصیب ہوگا۔ تم اپنے آپ کو لحظہ بہ لحظہ بہشت سے دور کئے جا رہے ہو۔ بہشتی ہونا ان کے لئے ہے جو اس کی تیاری رکھیں۔ خود سے قریب آئے جب تک جہاد نہ کرے، نفس کے ساتھ، اپنی مادی خواہشات کے مقابلہ میں نہ آئے، بہشتی نہیں ہو سکتا۔ اپنے آپ کو مکمل طور پر گناہوں سے محفوظ رکھو۔ جب تک اہل صبر نہیں بنو گے تم میں انسانیت پیدا نہیں ہوگی۔ اگر اپنی حیوانی ضرورتوں کی تکمیل کے لئے دوڑتے رہے تو یاد رکھو کہ جہنم کی آگ تمہارا ٹھکانہ ہوگی نہ کہ بہشت۔

یاکلون کما تاکل الانعام والنار مثوی لھم.

ترجمہ: اس طرح (بے فکری سے) کھاتے (پیتے) ہیں جیسے چارپائے کھاتے (پیتے) ہیں اور (آخر) ان کا ٹھکانہ جہنم ہے۔

(سورۂ محمدؐ: آیت نمبر ۱۲)

حیوان کی طرح حیوان کی جگہ بہشت نہیں ہے یہ تو انسانوں کا مقام ہے۔ حیوان کو کیا تمیز ایک دوسرے کے منہ سے چھینتے ہیں۔ حلال و حرام کا کوئی لحاظ نہیں کرتے۔ ان سے بھی کسی کو کوئی توقع نہیں ہوتی۔ لہٰذا بہشت نفسانی اور حیوانی خواہشات سے اجتناب کرنے والوں کے لئے ہے۔

لھم دار السلام عند ربھم وھو ولیھم

ترجمہ: ان کے واسطے ان کے پروردگار کے یہاں امن اور چین کا گھر (بہشت) ہے اور دنیا میں جو کارگزاریاں ان کی تھیں ان کے عوض خدا ان کا سرپرست ہوگا۔ (سورۂ انعام: آیت نمبر ۱۲۷)

حیوانات کی مانند شقاوت، شہوت اور غفلت کا شکار ہوجانے والے انسانو! ان سب کثافتوں کے ہمراہ اس عالم میں کہ جو سراپا نور و رحمت ہے کس طرح جانے کا راستہ نکال سکتے ہو؟ اگر مثال کے طور پر تمہیں اس حالت میں لے بھی جائیں تو تمہارے لئے بیکار ہوگا وہاں جانا۔ اگر کسی نااہل کو اس کی کثافتوں کے ہمراہ تخت سلطنت پر بٹھا بھی دیا جائے تو وہ وہاں سے خود فرار ہوجائے گا اور شرمندگی محسوس کرے گا۔

دنیا بمراد خواہی و دین درست
این ہر دو نخواہد شد نہ فلک بندہ تو ست

تم چاہتے ہو کہ اس دنیاوی زندگانی میں اپنی نفسانی خواہشوں کے

مطابق جو کثافت کاری چاہو کرلو اور بہشتی بھی ہو جاؤ تو ایسا ممکن نہیں ہے۔ جب تک بہشت کا استحقاق پیدا نہ ہوگا وہاں نہیں جا سکو گے۔ دنیا دارالامتحان ہے۔قرآن مجید میں ہے کہ دنیا تمحیص یعنی امتحان کی جگہ ہے۔

ولیمحصہ اللہ الذین آمنوا

ترجمہ: اور یہ (بھی منظور تھا) کہ سچے ایمانداروں کو ثابت قدمی کی وجہ سے (نرا کھرا) الگ کرے۔ (سورۂ آل عمران: آیت نمبر ۱۴۱)

جب انسان حیوان سے الگ ہوگا تو بہشتی جہنمی سے علیحدہ ہو جائے گا۔

لیمیز اللہ الخبیث من الطیب ویجعل الخبیث بعضہ علی بعض

ترجمہ: تا کہ خدا پاک کو ناپاک سے جدا کردے اور ناپاک لوگوں کو ایک دوسرے دکھ کے ڈھیر بنائے۔ (سورۂ انفال: آیت ۳۷)

یہ خیال کرتے ہو کہ کلمۂ توحید پڑھ لیا بس کام بن گیا اور کوئی امتحان نہیں لیا جائے گا؟ ایسا نہیں ہے۔ امتحان ضرور ہوگا۔

احسب النّاس ان یترکو ان یقولوا آمنا وھم لایفتنون

ترجمہ: کیا لوگون نے یہ سمجھ لیا ہے کہ (صرف) اتنا کہہ دینے سے کہ ہم ایمان لائے چھوڑ دیے جائیں گے اور ان کا امتحان نہ لیا جائے گا (ضرور لیا جائے گا)۔ (سورۂ عنکبوت: آیت نمبر ۲)

✿✿✿✿✿
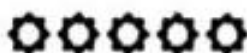
تقریر ۱۰

بسم اللّٰہ الرّحمٰن الرّحیم

ولقد فتنا الذین من قبلھم

ترجمہ: اور ہم نے تو ان لوگوں کا بھی امتحان لیا جو ان سے پہلے گزر گئے۔

(سورۂ عنکبوت: آیت نمبر ۳)

آیا یہ ممکن ہے کہ بغیر استعداد کے آپ سلمانؓ و ابوذرؓ جیسے عظیم اصحاب کے پاس جائیں؟ البتہ استعداد کا کھل کر سامنے آنا ضروری ہے۔ آپ ہیں کس ہوا میں۔

اگلے لوگوں کا بھی امتحان لیا گیا۔ ہمیشہ ہر دور میں ہر بشر کا امتحان ہوا ہے۔ حیات فانی آزمائش کے لئے ہی ہے۔ اس چیز کا امتحان کہ زندگی حیوانوں کی طرح بسر کی یا انسانوں کی مانند۔ وہاں فرشتوں کے ساتھ رہنے کا سامان کیا یا شیطانوں کے۔

اے پالنے والے تو ہمیں امتحان میں کامیاب فرما

لہٰذا روایت میں ہے کہ مت کہو کہ خدایا مجھے امتحان میں نہ ڈال (یہ ہو ہی نہیں سکتا کہ تم سے امتحان ہی نہ لیا جائے۔ اصل حیات کی پہلی شرط یہی ہے)۔ بلکہ امیر المومنین علیؑ ابن ابی طالبؑ فرمارہے ہیں۔ اس طرح کہو کہ گمراہ کرنے والے امتحانات سے خدایا میں تیری پناہ مانگتا ہوں۔

اَللّٰھُمَّ انّی اعوذبک من مضلات الفتن

بہت سے امتحان ایسے سخت ہیں کہ انسان ان کے سامنے صبر سے قاصر ہوتا ہے۔ بعض ایسی سخت مصیبتیں آن پڑتی ہیں جو واقعی انسان کی لغزش کا سبب بن جاتی ہیں۔ مگر یہ کہ اللہ تعالیٰ مدد فرمادے۔ حکمت الٰہی اسی میں ہے کہ سب سے امتحان لیا جائے لیکن سخت آزمائشوں میں اے پروردگار تو ہماری مدد فرما۔ گاہے ایسا ہوتا ہے کہ انسان کو کسی ایسی کٹھن مشکل میں ڈال دیا جاتا ہے کہ وہ سخت پریشانی میں مبتلا ہوجاتا ہے اور اس پر ان کا مقابلہ کرنے کی سکت نہیں رہتی۔ خود کو سنبھالنے اور حرام سے بچنے کی طاقت نہیں رہتی۔

غرض یہ حیات دنیوی حیات مبارزہ ہے (جہاد بالنفس)۔ اس زندگانی کو مطلق آرام قرار مت دو۔ بہشت تمہارا اصل وطن اور ابدی قیام گاہ ہے۔ (انشاء اللہ تعالیٰ)۔

فی مقعد صدق عنہ ملیک مقتدر

یہ دنیا حقیقی قیام گاہ نہیں ہے۔ یہ خاک و زمین تمہارا وطن نہیں ہے۔ یہ تو حیوانات کا وطن ہے۔ یہاں کی خوشیاں بے خود نہ کردیں کہ اپنے اوپر کنٹرول نہ رکھ سکو۔ خدا نے انسان کو زحمت کے لئے پیدا نہیں کیا۔

قل من حرّم زینۃ اللّٰہ التی اخرج لعبادہ و الطیبات من الرزق

ترجمہ: (اے رسولؐ ان سے) پوچھو تو کہ جو زینت (کے سازو

سامان) اور کھانے کی (صاف ستھری) چیزیں خدا نے اپنے بندوں کے واسطے پیدا کی ہیں۔

(سورۂ الاعراف: آیت نمبر ۳۲)

یا ایھا الرسل کلوا من الطیبات واعملوا صالحاً

ترجمہ: (اے پیغمبرؑ) پاک و پاکیزہ چیزیں کھاؤ اور اچھے اچھے کام کرو۔

(سورۂ مومنون: آیت نمبر ۵۱)

حلال سے فائدہ اٹھایئے

انسان کو چاہئے کہ دنیا کے حلال اور الٰہی نعمتوں سے فائدہ حاصل کرے۔ اس دنیا کی رنگینیوں اور عیش و آرام کو دائمی نہ جانے۔ اگر حیوانوں کی طرح دنیا میں جتے رہو گے تو حرام کرو گے۔ جسے خدا پسند نہیں فرماتا۔ اگر اللہ تعالیٰ کی اجازت کے مطابق مباحات سے استفادہ کرنا چاہو تو طیبات میں کوئی حرج نہیں لیکن اگر مباح نہ ہو تو یہ اس کی نظر میں ناپسندیدہ ہے جب کہ تمہارے خیال میں پاک یہ ہے۔ اگر بہ اذن خدا کوئی اچھا فرحت بخش کام کیا تو اس میں کوئی ضرر نہیں ہے لیکن اگر نفسانی خواہشات پر مبنی کوئی کام انجام دو گے تو یہ تمہیں مبارک نہ ہوگا۔

ظاہر ہے شرعی بیوی کے ساتھ مباشرت میں کوئی چیز حائل نہیں جب کہ کسی اجنبی عورت کو چھونا تو درکنار اس کو دیکھنا تک منع ہے۔ حدود میں رہتے

ہوئے عیش و آرام سے استفادہ کرنے میں کوئی عیب نہیں ہے لیکن شرط یہ ہے کہ ایک دائرے میں، الٰہی شریعت کی حد میں رہتے ہوئے۔ ریڈیو اور ٹیلی ویژن کی ایجاد اچھی بات ہے۔ ان سے مثبت فائدہ حاصل کرنا چاہئے لیکن ان کا استعمال شہوت پرستی، عریانی وفحاشی کے لئے نہیں ہونا چاہئے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کی اجازت نہیں دی ہے۔ جہاں کہیں بھی بے اعتدالی ہے جان لو کہ "خسر الدنیا و الاخرۃ" دنیا و آخرت دونوں کے لئے نقصان کا سبب ہے۔

حضرت مریمؑ اور یوسفؑ خلق خدا پر حجت تھے

کل قیامت کے دن تمہارے پاس کوئی عذر نہیں ہوگا، خدا نے تمہیں طاقت اور اچھے برے کی تمیز دے دی ہے۔ وہاں پوچھا جائے گا کہ آخر کیوں اپنے نفس کے ساتھ جہاد نہ کیا۔ اپنے نفس کو کنٹرول میں کیوں نہ رکھا۔

بحار الانوار کی تیسری جلد میں ہے کہ روزِ محشر جب سب کا حساب کتاب کیا جائے گا تو بعض عورتیں کہیں گی کہ بار الہٰا تو نے ہی تو ہمیں اس قدر حسین وجمیل بنایا تھا چونکہ ہم اچھی شکل وصورت کے تھے لہٰذا ہم نے اپنی زینت کو آشکار کیا اور خود پر کنٹرول نہ رکھ سکے۔ ندا آئے گی: مریمؑ کو پیش کیا جائے۔ یہ دیکھو مریمؑ کا حسن و جمال۔ سب سے زیادہ حسین وجمیل ہیں۔ یہ کس طرح دنیا سے آخرت میں پاک دامن آئیں۔ تم بھی اپنے نفس پر کنٹرول رکھ سکتیں تھیں۔

ایک اور روایت میں ہے کہ قیامت کے روز بعض جوان عرض کریں گے کہ خدایا ہم جوان تھے۔ ہمیں ہماری جوانی کی مستیوں نے گناہ میں جھونک ڈالا۔ ندا آئے گی: یوسفؑ کو پیش کیا جائے اور پھر پوچھا جائے گا تم میں یوسفؑ سے زیادہ کوئی حسین وجمیل ہے؟ یہ جوان بھی تھے۔ کنوارے بھی تھے۔ حسین ترین عورتوں نے اپنے آپ کو خود سے پیش کردیا۔ عزیز مصر کا دربار بھی تمام وسائل موجود ہوتے ہوئے آپؑ نے صبر سے کام لیا۔ جناب یوسفؑ کے صبر کو حجت قرار دیا جائے گا۔ بے صبرے جوانوں کے مقابلے میں۔ صبر سے کام لے سکتے تھے۔ اگر کنٹرول کرنے کی صلاحیت سے بے بہرہ ہوتے تو خدا تم پر یہ ذمہ داری نہ ڈالتا۔ تم خود صبر کرنا نہیں چاہتے۔ نفس کے خلاف مزاحمت، جہاد نہیں کرتے۔ اپنی ذہنی سطح کو اوپر نہیں لاتے وغیرہ۔

خلاصہ یہ کہ دنیا عالم طبیعت کی حیات کا مقصد نفس کے ساتھ جہاد ہے۔ تو دوستوں سے کیسے ملاقات کرو گے۔ ہیہات ہیہات! اگر نوری نہیں ہوگے تو کیسے نور تک پہنچو گے۔ جب تک لطیف نہیں ہوگے تو لطیف سے کیسے ملو گے۔ جب تک مطلق ایمان سالم حاصل نہیں کرو گے اس وقت تک حقیقی دارالسلام تک نہیں پہنچو گے۔

لهم دار السلام عند ربهم هو وليهم بما كانوا يعملون

ترجمہ: ان کے واسطے ان کے پروردگار کے یہاں امن وچین کا گھر

(بہشت) ہے اور دنیا میں جو عمل انہوں نے کیا تھا خدا ان کا سرپرست ہوگا۔

(سورۂ انعام: آیت نمبر ۱۲۷)

ذرہ ذرہ کاندر این ارض و سما است

جنس خودرا ہمچو کاہ کھرباست

یقین کریں کہ بہت سے افراد کے مرتے وقت ان کے گرد شیاطین کا لشکر چکر لگا رہا ہوتا ہے تاکہ بدن سے جان نکلے اور فوراً اپنے ساتھ لے جائیں جب کہ بعض کے گرد ملائکہ ہوتے ہیں۔ انتظار کرتے ہیں کہ ان کی ارواح کو عرش اعلیٰ پر رب العالمین کے عالم اعلاء پر لے جائیں۔

و ان کتاب الفجار لفی سجین ......

ترجمہ: بے شک بدکاروں کے نامۂ اعمال سجین میں ہوں گے۔......

ان کتاب الابرار لفی علیین ......

ترجمہ: بے شک نیکوں کے نامۂ اعمال علیین میں ہوں گے۔......

(سورۂ مطففین ۸۳)

✿✿✿✿✿

تقریر ۱۱

صبر

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

انا جعلنا ما علی الارض زینۃ لھا لنبلوھم ایھم احسن عملا

ترجمہ: ہم نے جو کچھ روئے زمین پر ہے اسے زینت قرار دیا ہم اس کے لئے زمین پر کچھ لوگوں کا امتحان لیں گے کہ ان میں کون بہترین عمل انجام دیتا ہے۔

(سورۃ الکہف ۱۸: آیت نمبر ۷)

ہم نے بیان کیا کہ انسان اس کرۂ ارض پر جو چند روزہ زندگی گزارتا ہے وہ موت کے بعد ملنے والی ابدی حیات کا مقدمہ ہے اور جس طرح اس نے زندگی کا عرصہ گزارا ہے۔ یہ اس کی ابدی حیات کا سرمایہ ہے۔ جیسا کہ خاتم الانبیاء حضرت محمد مصطفیٰؐ نے بیان فرمایا:

کما تعیشون تموتون و کما تموتن تبعثون

ترجمہ: جس طور زندگی بسر کی اس کا نتیجہ موت ہے اور جب موت کی گھڑی آ گئی اس کے بعد تمہیں قبر سے اٹھالیا جائے گا۔

اگر اس دوران زندگی آپ نے حیوانیت اور نفسانی خواہشات پر عمل کیا، دنیا کی رنگینیوں میں پڑے رہے دنیا کے بجائے اپنے آپ کو ادنیٰ و حقیر

بنالیا تو یاد رکھیں مرنے کے بعد عالم اعلاء میں جانے کے تمام دروازے اپنے اوپر بند کر لئے۔

اگر آپ نے اپنے افکار کو عالم اعلاء سے جدا کر لیا اور اپنا دل اس دو روزہ دنیوی حیات میں لگالیا۔ تو جہ عالمِ اعلاء سے ہٹ جائے گی اور اس کے نتیجے میں آپ کی زندگی مادی مسائل تک محدود ہوگئی۔ اگر کسی شخص کے وجود و ادراک کی حد صرف حیات مادی ہو اور اس کا دل نفس کے ساتھ ہو یعنی نفسانی خواہشات کو سب کچھ جان لے اور مرے تو عالم اعلاء سے اسے کوئی دلچسپی نہ کہ جو اسے مقدس مقام تک لے جاسکتی ہے۔ ایسی صورت میں آسمان ملاء اعلیٰ کے در ایسی روح کے لئے کھلنے محال ہیں۔ خداوند کریم قرآن مجید میں اس بارے میں عجیب تعبیر فرمارہا ہے۔ اگر اونٹ سوئی کہ ناکہ سے گزر جائے تو ایسا شخص بھی عالمِ اعلیٰ تک پہنچ سکتا ہے۔

لا تفتّح لهم ابواب السّماء ولا يدخلون الجنّة حتى يلج الجمل فى سمّ الخياط وكذلك نجزى المجرمين

ترجمہ: نہ ان کے لئے آسمان کے دروازے کھولے جائیں گے اور نہ وہ بہشت میں داخل ہونے پائیں گے یہاں تک کہ اونٹ سوئی کے ناکہ میں ہو کر نکل جائے (یعنی جس طرح یہ محال ہے اسی طرح ان کا بہشت میں داخل ہونا محال ہے) اور ہم مجرموں کو ایسی ہی سزا دیا کرتے ہیں۔

(سورۂ اعراف: آیت نمبر ۴۰)

جس شخص کا دل اس دنیا میں اللہ تعالیٰ کی طرف مائل نہ ہو اور وہ دنیا کے مقام ومنصب لوگوں کی تعریف وتوصیف سے خوش ہوا۔ ہر دنیاوی مسرت سے اس طرح خوش ہوا کہ جیسے بچہ کھلونے سے خوش ہوتا ہے۔ ایسا آدمی کیسے ترقی کرسکتا ہے؟ بچوں کو دیکھئے جب انہیں کوئی کھلونا کھیل کود کا سامان یا ان کی پسند کی خوراک ملتی ہے تو پھولے نہیں سماتے اگر یہی حال تیس چالیس سالہ شخص کا ہو کہ وہ دنیا کی خوشیوں شہوتوں اور عیش وآرام سے خوش وخرم ہو اور دنیا کی مختلف چیزوں نے اپنی طرف جذب کرلیا تو وہ بھی گویا بچہ ہی ہوا نا! لذت و شہوت صرف شرمگاہ اور شکم سے مخصوص نہیں ہے۔

کبھی کبھار بات چیت شہوت ہوتی ہے یعنی وہ گفتگو جس کو کرنے اور سننے میں مزہ آتا ہے۔ لذت ملتی ہے۔ انسان محظوظ ہوتا ہے۔ ایسی باتیں کرنے اور سننے سے پرہیز کرنا چاہئے تاکہ آپ بچپنے سے نکلیں۔ اپنے دل کو نفس سے جدا کریں۔

اللہ تعالیٰ نے شہوات کیونکر پیدا کیں

حسین وجمیل عورتیں، اعلیٰ قسم کی غذائیں، جاذب نظر قدرتی مناظر ...... آخر کس لئے اور کن کے لئے خلق فرمائے۔ اس کا جواب سورۂ کہف کی اس آیت ۷ میں ملتا ہے جس کی تلاوت کا شرف حاصل کیا گیا:

انا جعلنا ما علی الارض زینة لها لنبلوهم ایهم احسن عملاً

ترجمہ: جو کچھ روئے زمین پر ہے ہم نے اسے اس کی زینت (رونق) قرار دی تاکہ ہم لوگوں کا امتحان لیں کہ ان میں سے کون سب سے اچھے چلن کا ہے۔

دنیا کی یہ رنگینیاں، یہ خوشیاں اور دل بشر کو اپنی طرف مائل کرنے والی شہوتیں سب کی سب روح بشر کی تکمیل اور آزمائش کا وسیلہ ہیں تاکہ یہ معلوم ہو سکے کہ انسان دنیا کی رنگ برنگی زینتوں سے متاثر ہوا یا بہشت سے۔

لنبلوهم ایهم احسن عملاً

یہ امتحان لیا جاتا ہے خداوند کریم کی جانب سے۔ الٰہی وعدہ حور العین نے تمہارا دل جیتا یا دنیا کی عورتوں نے۔ دنیا کے چمن سے متاثر ہوئے یہ بہشت (عالم اعلاء) سے اس بات کا امتحان لیا جائے گا کہ آیا تم چھوٹے رہے یا بردباری سے کام لیا اور بڑے ہو گئے۔ دنیا کی طمع تمہیں اپنی طرف کھینچنے میں کامیاب ہوئی یا رب العالمین کے وعدے سے مادیت سے نزدیک ہوئے یا عالم اعلیٰ کا قرب حاصل کیا۔ ہر شخص کے مستقبل کا فیصلہ اس دو روزہ دنیا میں ہی ہو جائے گا کہ وہ کس عالم کا جزو ہے۔ ملکوت عالم اعلاء کا یا عالم سفلی کا۔ دنیا کی رنگینیوں کو اسی کے لئے پیدا کیا گیا ہے تاکہ لوگوں کا امتحان لیا جا سکے کہ وہ کتنے پانی میں تھے۔ ایسا نہیں ہے کہ یہ نعمتیں بری ہیں۔ کیا درخت، پھل،

پھول اور قدرتی خوبصورتی بری چیز ہے؟ نہیں خوبی اور بدی ہم میں ہے۔ اگر ہم کم ظرفی سے کام لیں اور دنیا کی ان نیرنگیوں سے چمٹ کر رہ جائیں اور آخرت سے دل نہ لگائیں تو اس میں ہمارا اپنا قصور ہے۔ ہمارے ادراک کی حد جزئی امور ہو جائیں گے اور عالمِ اعلیٰ کے قرب سے ہمارا کوئی واسطہ نہیں رہے گا۔

میں یہ نہیں کہتا کہ کھانا پینا، پہننا اوڑھنا، ترک کر دے اگر بہترین غذائیں حلال طریقہ سے نصیب ہوں تو انہیں استعمال کرنا کوئی ممنوع نہیں ہے۔

قل من حرم زينة الله التي اخرج لعباده و الطيبات من الرزق

ترجمہ: (اے رسولؐ ان سے) پوچھو تو کہ جو زینت (کے سازو سامان) اور کھانے کی (صاف ستھری) چیزیں خدا نے اپنے بندے کے واسطے پیدا کی ہیں۔ انہیں (بھلا) کس نے حرام قرار دیا ہے؟!

(سورۂ اعراف، آیت نمبر ۳۲)

مباح چیزوں سے لذت حاصل کرنا درست ہے۔ جائز طریقہ سے لذتیں حاصل کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے لیکن تمہیں اے انسانوں ان سے دل نہیں لگانا چاہئے۔ خیال نہ کرو کہ یہی سب کچھ ہے۔ تمہیں عالمِ اعلیٰ کے لئے خلق کیا گیا ہے۔ حیاتِ جاودانی کے لئے۔ معلوم ہونا چاہئے کہ آپ

یہاں پر مسافر ہیں۔ دنیا کی یہ رنگینیاں آپ کے دل کو اپنی طرف نہ کھینچ لیں۔ خدا اور آخرت سے غافل نہ ہو جائیں۔ جوار رب العالمین پروردگار عالم کی قربت سے محروم نہ رہ جائیں۔ گدھے سمیت تمام حیوانات، کھانے پینے، سونے، غصہ کرنے اور شہوتوں کا ادراک رکھنے کے علاوہ اور کسی چیز سے واقف نہیں ہیں۔ آپ کو بھی ان چیزوں سے دل ہٹا لینا چاہئے اور عالم ارواح عالم غیب، حیات بعد از موت اور جو محسوسات مخفی ہیں سے دل لگانا چاہئے۔ لقاء اللہ یعنی اللہ تعالیٰ سے ملنے کا شوق پیدا کیجئے۔ آپ کو ایسا ہو جانا چاہئے کہ ہمیشہ اللہ تعالیٰ سے قربت اور ثواب حاصل کرنے کا شوق آپ کے اندر موجود رہے۔

اشتاق الی قربک المشتاقین وادنو منک دنو المخلصین

(دعائے کمیلؒ)

خواہ آپ عمدہ قالین پر بیٹھے ہوں یا معمولی چٹائی پر، فرش پر یا تخت پر آپ کا ہونا نہ ہونا برابر ہے۔ ہونا یہ چاہئے کہ آپ اس دنیا کی کمتری اور آخرت کی برتری کو سمجھتے ہوں۔ بے صبراپن آخرت کی عظمت کے عدم ادراک کا سبب ہے۔

وللاخرة اکبر درجات واکبر تفضیلاً

ترجمہ: اور بلاشبہ آخرت کے بلند درجات ہیں اور بڑی فضیلت ہے۔

(سورۂ اسراء: آیت نمبر ۲۱)

سات سو سالہ زندگی اور کوئی گھر نہیں

انبیاء سلف میں سے ایک نبیؑ ایسے عبادت گزار شخص کے پاس سے گزرے جو دھوپ میں کھلے آسمان کے نیچے عبادت میں مشغول تھا۔ وہ اس کے پاس بیٹھ گئے۔ اس سے پوچھا: جناب آپ کتنے عرصے سے یہاں ہیں۔ کہا: تقریباً سو سال سے۔ نبیؑ نے پوچھا: گرمی، سردی، بارش، آندھی، طوفان سے بچنے کے لئے کوئی مکان کیوں نہیں بنایا۔ عابد نے کہا: جب میں چھوٹا سا تھا تو ایک پیغمبر یہاں سے گزرے۔ انہوں نے مجھے بتایا کہ تم ۷۰۰ سال سے زائد نہیں جیو گے۔ میں نے حساب کیا کہ سات سو سال تو ایسے ہی گزر جائیں گے۔ وہ نبیؑ مسکرانے لگے۔ فرمایا: میں تمہیں خبر دیتا ہوں کہ آخری زمانہ میں انسان کی عمر سو سال سے زائد نہیں رہے گی جبکہ اس دور میں رہائش کے لئے فلک بوس عمارتیں پتھروں اور لوہے سے تعمیر کی جائیں گی۔ عابد نے کہا: اگر میں اس زمانے میں ہوتا تو اس عرصۂ حیات کو ایک سجدہ میں گزار دیتا۔

عین ممکن ہے کہ سات سو سال حیات آپ کے نزدیک زیادہ ہو لیکن اسے بے انتہاء زندگی سے جانچیئے۔ تناہی کا لاتناہی سے کیا مقابلہ!

خالدین فیھا ابداً

ترجمہ: ہمیشہ رہنے والی (جنت) میں وہ ہمیشہ رہیں گے۔

(سورۂ نساء: آیت نمبر ۱۲۲)

موت کے بعد ایسی حیات آتی ہے جس کی کوئی حد نہیں ہے۔ لامحدود ہے۔ ہزار لاکھ، دس لاکھ، ارب، دس ارب نہیں ہے۔ جب تک آپ دنیا کی قلیل مدتی کا ادراک نہیں کریں گے۔ اس وقت اپنے اندر دنیا میں پیش آنے والی ناہمواریوں (مصائب و مشکلات) پر صبر کرنے کی طاقت پیدا نہیں کر سکتے۔

وما هذه الحیوة الدنیا الا لهو و لعب

ترجمہ: یہ دنیاوی زندگی سوائے کھیل تماشے کے اور کچھ نہیں۔

(سورۂ عنکبوت: آیت نمبر ۶۴)

تمہیں ادراک ہونا چاہئے کہ یہ مادی حیات لغو ہے۔ اس کی کوئی اہمیت نہیں ہے۔ رسول خداؐ فرماتے ہیں کہ اگر اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس حیات مادی کی ارزش مچھر کے پر کے برابر بھی ہوتی تو اس کی کافروں کو ہوا بھی نہ لگنے دیتا۔

لو کانت الدنیا تعدل عند اللّٰہ من الخیر جناح بعوضة ماسقی اللّٰہ الکافرون فیها شربة ماء

(سفینۃ البحار، جلد اول صفحہ ۳۶۵)

یہ زندگانی قطعاً اہمیت نہیں رکھتی۔ ناچیز ہے، ہیچ ہے۔ چند روزہ مادی زندگی کا آخرت سے تقابل کرو تو اس کی اصل صورت حال کھل کر سامنے

آجائے گی۔ اگر صبر کریں گے تو آہستہ آہستہ باعظمت ہوتے چلے جائیں گے۔ اپنے آپ کو نفس اور اس کی خواہشات سے علیحدہ رکھو۔ رب کی رضا جن کاموں میں نہیں، انہیں انجام نہ دو۔ گناہ سے پرہیز کرو۔ اپنے دل کو برائیوں کے حوالے مت کرو تا کہ باعظمت بن جاؤ۔

دل نفس کے ساتھ نہ ہوجائے، ڈھلنے نہ لگے، دل پر نفسانی خواہشات کا غلبہ نہ ہونے دیں۔ اگر آپ کا دل مضطرب ہوگیا تو یاد رکھیں کہ آپ ایمان سے ہاتھ دھو بیٹھیں گے اور آپ متوجہ بھی نہ ہوسکیں گے کہ پس پردہ کیا ہوا۔ مثلاً مال کھو گیا یا چور لے گیا یا ضائع ہوگیا۔ اس مشکل میں اگر آپ کا دل آپ کے نفس کے تابع ہوجائے اور مضطرب و بے چین ہو تو یہ آپ کے تباہ ہونے کا مقام ہے۔ لیکن اگر آپ اپنے دل کو خدا سے الگ نہیں کریں گے اور دنیا کو اہمیت نہ دیں گے تو پھر آہستہ آہستہ عظیم تر ہوتے چلے جائیں گے۔

شیخ انصاری اور آب گوشت کا ملیدہ

ایک دینی طالب علم نے شیخ مرتضٰی انصاریؒ کو کھانے پر مدعو کیا۔ ان کے لئے آب گوشت (گوشت کا شوربے والا سالن) تیار کیا تھا۔ جسے عموماً روٹی میں چور کر کھایا جاتا ہے۔ ایک پیالہ میں روٹیاں چوریں۔ یہ طالب علم آب گوشت کا ملیدہ بنانے کی غرض سے شوربہ ڈال رہا تھا کہ اس کے ہاتھ سے سالن گر گیا۔ بے چارہ طالب علم دل میں شرمندہ ہو رہا تھا کہ شیخ انصاریؒ نے

قریب رکھے ہوئے گرم پانی کے برتن کو اٹھایا اور وہ پانی پیالہ میں ڈال دیا اور خوش خوش کھانے میں مشغول ہو گئے۔ اور فرمانے لگے تم یہی تو چاہتے تھے کہ روٹی کو کسی چیز میں توڑ کر ڈال کر کھاؤ اور خوش و خرم ہو کر کھاؤ اپنے دل کو ملول نہ کرو۔

نفس جب اضطراب پر مجبور کرے تو صبر سے کام لینا چاہیئے یعنی دل کو نفس کے حوالے نہیں کرنا چاہیئے۔ اپنے قلب کا رابطہ اللہ سے مت کاٹیں۔ ہر مشکل مرحلہ میں اللہ تعالیٰ کی ذات پر بھروسہ کریں۔ آخر کار مشکلات ختم ہو ہی جائیں گی۔ یہ یقین رکھیں کہ مجھے یہاں ہمیشہ تو نہیں رہنا۔ بلکہ کہیں اور (آخرت میں) جانا ہے۔ روایت میں ہے کہ رسول خداؐ کے گھر میں اچانک چراغ گل ہو گیا تو آپ نے فرمایا:

انا للّٰہ و انا الیہ راجعون

یعنی چراغ کا گل ہونا کوئی اہم بات نہیں ہوئی اور یہ وقت بھی بالآخر گزر ہی جائے گا......

✿✿✿✿✿

صبر تقریر ۱۲

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

صبروا ایاما قصیرۃ اعقبتهم راحة طویلة، تجارة مربحة،
یسّرها لهم ربّهم، اراد لهم الدنیا فلم یریدوها
واسرتهم ففدوا انفسهم منها

(نہج البلاغہ خطبہ ہمام، خطبہ نمبر ۱۹۱)

ترجمہ: "انہوں نے چند مختصر سے دنوں کی (تکلیفوں پر) صبر کیا
جس کے نتیجہ میں دائمی آسائش حاصل کی۔
یہ ایک فائدہ مند تجارت ہے جو اللہ نے ان کے لئے مہیا کی،
دنیا نے انہیں چاہا مگر انہوں نے اپنے نفسوں کا فدیہ دے کر اپنے آپ کو چھڑا لیا۔"

یہ عالم طبیعت ابدی حیات کا مقدمہ ہے۔ لہٰذا انسان کو جو مقام و مرتبہ حاصل ہوگا وہ صبر کے نتیجے میں۔ اگر کوئی یہ خیال کرے کہ بغیر صبر کئے بہشت میں چلا جائے گا تو یہ اس کی خام خیالی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی قربت اور اعلیٰ درجات کا جو وعدہ فرمایا ہے صبر کے بغیر محال ہے۔ اصول کافی میں درج رسول گرامی کی حدیث سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ بہشت صبر میں پوشیدہ ہے۔ کیونکہ جنت کا راستہ پیچیدہ ہے۔

حفت الجنة بالمکارہ و حفت الناس بالشہوات (نہج البلاغہ خطبہ نمبر ۱۷۶)

بہشت کا حصول صبر اور نفس کو مارنے میں پنہاں ہے۔ انسان میں پریشانیاں جتنی زیادہ ہوں گی صبر کا مادہ جتنا زیادہ ہوگا اتنا ہی وہ بہشت سے قریب تر ہوتا جائے گا۔ بہشت بغیر صبر نہیں مل سکتی۔ الٰہی وعدوں کو معمولی مت جانیے۔ عالمِ اعلیٰ ملکِ عظیم ہے۔ لہٰذا جب تک تیاری نہیں کی جاتی۔ اس کا مقام عظیم تک رسائی ممکن نہیں ہے۔ انسان کو اپنی زندگی اس طرح ڈھالنی ہوگی کہ اس میں روحانیت پیدا ہو جائے۔ وہ تو بزرگوں کا عظیم ہستیوں کا مقام ہے۔ ان لوگوں کا مقام جنہوں نے خود کو حیوانیت کی حد سے نکال لیا اور اوپر چلے گئے۔ اگر بچے سے کھلونا چھین لیا جائے تو وہ روٹھ جاتا ہے۔ جبر نہیں کر پاتا۔ اگر کسی چالیس سالہ بچے سے اس کی دلچسپی کا سامان لے لیا جائے اور وہ بے صبری کرے تو گویا ابھی وہ بچہ ہے۔ بڑا نہیں ہوا۔ اسے اس حد تک پہنچ جانا چاہیے کہ اس کی نظر میں تمام دنیاوی اور چھوٹے معلوم ہونے لگیں۔

اے مسلمانو! تم نے سنا کے خاتم الانبیاء حضرت محمد مصطفیٰ ؐ کیا فرما رہے ہیں:

لو کانت الدنیا تعدل عنداللہ جناح بعوضۃ

ما سقی اللہ الکافر فیھا شربۃ

یہ دنیا ایک مچھر کے پر کے ہم وزن بھی نہیں

اگر یہ دنیا (حیات مادی) اللہ تعالیٰ کے نزدیک مچھر کے پر کے وزن برابر بھی اہمیت کی حامل ہوتی تو وہ کافر کو ایک چلو پانی بھی نہ پلاتا۔

دار الدنیا کوئی وزن نہیں رکھتا۔ دوسرا جہاں نظروں میں رکھو تا کہ یہ دنیا معمولی نظر آئے۔

ایک شاعر کہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی نظر میں اس تمام دنیا کی کوئی اہمیت نہیں اور تم ہو کہ اس میں اپنے مختصر قیام کے باوجود اس سے دل لگائے بیٹھے ہو۔ اس کی مختصر سی نعمتوں نے تمہارے دل و دماغ کو ماؤف کر دیا ہے۔ تمہیں اپنی رنگینیوں میں سرگرم کر دیا ہے اور خدا و آخرت سے باز رکھا ہوا ہے۔ یہاں تک کہ آخرت کا تصور تک آہستہ آہستہ نہیں رہا۔ وہ دل جس میں اللہ تعالیٰ کی قربت ہونی چاہیے تھی نہیں ہے۔

قلب المومن عرش الرحمٰن

(بحار الانوار جلد ۱۴)

جنہیں اس مقام پر پہنچنا چاہیے کہ اگر تمہارے پاس دنیا کی تمام آسائشیں موجود ہوں اور وہ ایک ہی دفعہ میں ہاتھ سے نکل جائیں تو تمہیں ان کی پرواہ نہ ہو۔ غرض کہ دنیا کے جزوی امور تمہارے نزدیک کسی اہمیت کے حامل نہ ہونے پائیں۔

بزرگ شد نت در بزرگ داشتن آخرت است

ترجمہ: تمہارا بزرگ ہونا، آخرت کو بزرگ جاننے سے مشروط ہے۔

روایت میں ہے کہ گنہگار روزِ محشر اپنی حالت دیکھ کر اس قدر شرمندہ ہوں گے کہ آرزو کریں گے کہ جتنی جلدی ممکن ہو جہنم میں چلے جائیں تاکہ مزید شرمندگی سے بچ جائیں۔ یہ ندامتیں یوں اٹھانی پڑیں گی کہ دنیا میں خدا و آخرت کو بزرگ نہیں جانا اور دنیا کی زندگی کو اہمیت دی۔ وائے ہو تم پر۔ اللہ تعالیٰ فرماتا رہا ہے کہ آخرت میرے نزدیک اہم ہے اور تم ہو کہ اسے قصہ کہانی تصور کرتے ہو۔ تم نے بزرگی کو مادی کے علاوہ درک نہیں کیا۔ تمہیں معلوم نہیں قولِ پروردگار کیا ہے۔

قل ھو نبؤا عظیم○انتم عنہ معرضون

ترجمہ: (اے رسولؐ) تم کہہ دو کہ یہ (قیامت) ایک بہت بڑا واقعہ ہے جس سے تم لوگ (خواہ مخواہ) منہ پھیرتے ہو۔

(سورۂ ص ۳۸: آیت نمبر ۶۷۔۶۸)

اگر پلِ صراط سے گزر جاؤں............

صدر اسلام کے صفِ اول کے عظیم مسلمان رسول خداؐ کے سچے صحابی جناب سلمان فارسیؓ جب مدائن کے گورنر تھے تو ایک منافق نے آپؓ سے کہا: سلمان تمہاری یہ سفید داڑھی بہتر ہے یا کتے کی دم؟

سلمانؓ سے سوال کیا ہے: بیچے سے نہیں۔ آپؓ نے یہ نازیبا بات سنی

تو جوش میں نہیں آئے۔ نہایت نرمی سے جواب میں فرمایا:

اگر میں پل صراط سے گزر گیا تو میری سفید داڑھی بہتر ہے

اور اگر گر پڑا تو کتے کی دم بہتر ہے۔

چونکہ آخرت جناب سلمانؓ کے نزدیک اہم ہے۔ لہٰذا ان جیسی باتوں کی انہیں ذرا بھی پرواہ نہیں۔ یہ مؤمن کے قلب و روح پر اثر انداز نہیں ہو سکتیں۔ کیونکہ مومن عظیم ہے اور عظمت الٰہی کا ادراک رکھتا ہے۔ مادی حیات اس کے نزدیک معمولی ہے۔ یاد رکھیں جب تک آپ عظیم نہیں ہوں گے عظیم ہستیوں تک نہیں پہنچ سکیں گے اور اگر فرض کر لیا جائے کہ آپ ان ہستیوں تک پہنچ جائیں گے تو آپ خود وہاں ٹھہر نہیں پائیں گے اور شرمندگی کے باعث فرار ہو جائیں گے۔

بحط عظیم مقام اعلیٰ سے بہرہ مند نہ ہو سکیں گے۔ الٰہی ادراکات و معارف اور روحانی خطوط سے استفادہ آپ کے لئے ممکن نہ ہو گا کیونکہ اس کی اولین شرط صبر ہے۔

ارادتهم الدنيا فلم يريدوها

خود مولا علیؑ خطبہ ہمام میں صبر کی کیفیت بیان کرتے ہوئے فرما رہے ہیں: دنیا کی رنگینیاں اسے اپنی طرف راغب کرنا چاہ رہی ہیں۔ لیکن وہ خود دنیا کی طرف مائل نہیں ہوتا۔

عزیز جوانو! ہر مرحلہ میں آپ کو صبر سے کام لینا چاہیے۔ اگر آپ جوانی میں صبر کرنے کے عادی ہو گئے تو بڑھاپے میں آپ کی یہ عادت مزید مضبوط ہوگی۔ لیکن اگر جوانی میں لاپرواہی برتی تو ضعیفی میں صبر کرنا محال ہوگا۔

دنیا آپ کے دل کو اپنی طرف کھینچتی ہے لیکن آپ کو چاہیے کہ مزاحمت کریں۔ اگر ابھی آپ نے خود کو نہ سنبھالا تو بڑھاپے میں کیسے روکیں گے؟ اتنے چھوٹے مت بنو کہ ذراسی شہوتیں تمہیں اپنے ساتھ بہالے جائے۔ بتاؤ کب اہل کمال ہو گے؟ اپنے اندر کب روحانی کمال پیدا کرو گے۔ بہرحال تمہیں اس اسیری کی کیفیت سے باہر نکلنا ہوگا۔

فاسرتهم ففدوا انفسهم منها

اگر کوئی علیؑ ابن ابی طالبؑ کا شیعہ ہونا چاہتا ہے تو اسے چاہیے کہ خود کو نفس اور ہوا و ہوس کی قید سے آزاد کرلے۔

ماکشته نفسیهم و بس آوخ که برآید

از ما قیامت که چرا نفس نکشتیم

اسرتهم الدنیا ففدوا انفسهم منها

ترجمہ: ”دنیا نے انہیں اسیر کرنا چاہا مگر انہوں نے اپنے نفسوں کا فدیہ دے کر اپنے آپ کو چھڑا لیا۔“

ہم سب نفس کے مارے ہیں قیامت کے روز کف افسوس ملیں گے

کہ ہم نے اپنے نفس کو کیوں نہ مارا۔

ابن میثم اس کلام شریں کی شرح بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں:
اسارت سے مراد وہ طوق ہیں جو ملکوتی صورت میں ان لوگوں کے دلوں کے گرد پڑے ہیں جو اپنے نفس کے تابع رہے۔ قرآن مجید بھی فرمارہا ہے:

انا جعلنا فی اعناقهم اغلالاً فهی الی الاذقان فهم مقمحون

ترجمہ: ہم نے ان کی گردنوں میں طوق ڈال رکھے ہیں اور وہ تھوڑیوں تک (پھنسے ہوئے ہیں) سوان کے سرائل رہے ہیں۔

(سورۂ یٰس آیت نمبر ۸)

ہم نے ان کی گردنوں میں طوق ڈال رکھے ہیں اور وہ تھوڑیوں تک پھنسے ہوئے ہیں۔ فهم مقمحون ان کے سر اوپر کو ہیں۔ نہ کچھ دیکھتے ہیں اور نہ سمجھتے ہیں۔ بخل، تکبر، حسد، حرص، بدگمانی، حب دنیا، آرام طلبی، خود پسندی، خود پرستی، لذت وشہرت کے پیچھے دوڑنا یہ سب طوق ہیں اور نتیجہ یہ ہے کہ نہ سمجھ بوجھ ہے اور نہ دیکھنے کی طاقت۔ اچھائی اور برائی میں تمیز نہیں رکھتا۔ تمہیں اس قید سے رہا ہونا چاہیے۔ مرگئے تو ہر چیز سے آزاد ہو جاؤ گے نفس سے شہوت سے۔

مومن آزاد اور قابلِ تعظیم ہے

آزاد ہو جاؤ تا کہ لوگوں تک پہنچ سکو۔ اصول کافی ہی سے ایک اور حدیث بیان

کرو۔

ان الحرّ حرّ فی جمیع احواله ان نزلت علیه نائبة صبرلها

و ان تراکت علیه المصائب لم تکسره

وان اسرو قهر واستبدل بالیسر عسرا

(سفینۃ البحار جلد ۲، صفحہ ۴)

رسول خداؐ سے مروی ہے کہ مومن ہر حالت میں آزاد ہے۔ جب اس پر کوئی مصیبت نازل ہوتی ہے تو اپنے آپ کو مضبوطی سے روک لیتا ہے۔ گناہ کا موقع آئے تب بھی خود کو مضبوطی سے سنبھالے رکھتا ہے۔ مومن واجبات کی انجام دہی میں قوی ہے۔ نفس کا غلام نہیں ہے۔ حرام کاموں اور شہوتوں سے آزاد ہے۔ اگر اسیر و ذلیل ہو گیا تو وہ عزت اور آزاد لوگوں کی راہ سے ہٹ گیا۔

وللّٰه العزّة ولرسوله وللمومنین

ترجمہ: اور عزت تو خاص خدا اور اس کے رسولؐ اور مومنین کے لئے ہے۔

(سورۂ منافقون: آیت نمبر ۸)

مومن کا آزاد اور عزت دار رہنا ضروری ہے نہ کہ ذلیل و خوار۔ ہوائے نفسانی کے کارنامے بعض اوقات دیکھتے ہیں کہ سو روپے کی خاطر انسان کتنا گر جاتا ہے اس لئے کہ وہ اپنے ذلیل نفس کے تابع ہو جاتا ہے۔ ایسے

میں بھلا کیسے اپنی زبان، پیٹ اور دیگر اعضاء کو کنٹرول کرسکتا ہے۔ اسرتھم الدنیا یہ دنیا کے اسیر ہیں۔ مگر یہ کہ مومن اپنے تقویٰ کے سبب خود کو شہوتوں سے آزاد رکھتا ہے۔ مومن کہتا ہے کہ اے نفس تو جو چاہتا ہے وہ میں نہیں کرسکتا۔ تیری چاہت تجھے ہی مبارک ہو۔ مومن کا دل شہوتوں کے پاس تک نہیں پھٹکتا۔ اپنی ناکامیوں کو برداشت کرتا ہے۔ اس روایت کے ذریعے مثال دیتا چلوں۔

جناب یوسفؑ کو لے لیجئے شروع سے آخر تک حر آزاد رہے۔ انہیں کنویں میں ڈالا گیا تب بھی آزاد رہے۔ باہر آئے اور عزیز مصر کی حکومتی مشنری سے واسطہ پڑا۔ تب بھی آزاد رہے۔ زلیخا کے دام میں نہ آئے اور آزاد رہے۔ زندان میں رہے۔ اس وقت بھی آزاد تھے۔

بارالٰہا ہمیں بھی ان نفسانی لذتوں سے آزاد و رہا فرما۔ ہم کچھ تو سر اٹھانے کے قابل ہو جائیں۔ ہم کب تک نفس کی پیروی کرتے رہیں گے۔ واقعی عجیب بات ہے۔ جوان ہو۔ خوبصورت بھی اور عورت بھی خوبصورت ہو۔ تمام تر جاہ وجلال اور سارے وسائل مہیا ہوں۔ اگر جناب یوسفؑ، زلیخا کے ساتھ موافقت کر لیتے تو انہیں حکومت مل جاتی۔ مال و دولت کے مالک بن جاتے بلکہ انہیں تو دھمکی بھی دی گئی کہ اگر راضی نہ ہوئے تو زندان میں ڈال دیئے جاؤ گے۔ آپؑ نے فرمایا: خدایا یہ بہتر ہے کہ میں زندان میں ڈال دیا

جاؤں۔ بجائے اس کے کہ میں گناہ میں آلودہ ہو جاؤں۔

قال ربّ السجن احبّ الیّ مما یدعوننی الیہ

ترجمہ: (یوسفؑ نے میری بارگاہ میں) عرض کی پالنے والے جس بات کی یہ عورتیں مجھ سے خواہش رکھتی ہیں اس کی بہ نسبت قید خانہ مجھے زیادہ پسند ہے۔

(سورۂ یوسف: آیت نمبر ۳۳)

اپنے نفس کا اسیر ہو کر رہ جاؤں اور نفس کے طوق و زنجیر مجھے جہنم کی آگ تک کھینچ لے جائے۔ میں تو نفس سے رہائی چاہتا ہوں۔ اگر چہ قید خانے ہی کیوں نہ جانا پڑے۔ صرف قید کرنے کی دھمکی نہیں دی گئی تھی بلکہ زد وکوب کرنے کو بھی کہا گیا تھا۔

مورخین لکھتے ہیں کہ جناب یوسفؑ کو ہر روز قید خانے سے باہر لایا جاتا اور انہیں سو تازیانے بھی مارے جاتے تھے۔ عجیب ایمان کی پختگی ہے۔ ہم اور آپ اپنے دل میں جھانک کر دیکھیں، ان عظیم ہستیوں کی قربت کی خواہش دل میں رکھتے ہیں۔

اولئک الذین انعم اللہ علیھم من النبین

ترجمہ: یہ انبیاءؑ لوگ جنہیں خدا نے اپنی نعمت سے نوازا۔

(سورۂ مریم: آیت نمبر ۵۸)

دنیا کی ذرا سی رنگینی دیکھی اور شہوت کا شکار ہو جاتے ہیں۔ ہم ایسے پست ہیں کہ اپنے اوپر کنٹرول ہی نہیں رکھتے۔ خود کو مال حرام، حرام نظر وغیرہ سے نہیں روکتے۔ ہمیں چاہئے کہ صبر و استقامت سے کام لیں نفس کے ساتھ جہاد کریں اور زحمتیں برداشت کرنے کی طاقت پیدا کریں۔

نابردہ رنج گنج میسر نمیشود
مزد آن گرفت جان برادر کہ کار کرد

ترجمہ: محنت کے بغیر خزانہ ہاتھ نہیں آتا اے بھائی کی جان مزدوری وہ اچھی ہے جو کام کر کے حاصل کی جائے۔

ہوس رانی کے ساتھ عظمت نہیں ملتی۔

وجعلنا هم ائمة يهدون بامرنا لما صبروا

ترجمہ: اور ہم نے ان سب کو (لوگوں کا) پیشوا بنایا کہ ہمارے حکم سے (ان کی) ہدایت کرتے ہیں۔

(سورۃ الانبیاء آیت ۷۳)

دنیا کی یہ تمام مصیبتیں اور پریشانیاں آپ کے نفع میں ہیں۔ یہ آپ کی بزرگی، عظمت اور حریت کا پیش خیمہ ہیں۔

مومن کے لئے دنیا کا سرمایہ اور اس کا ضائع ہونا برابر ہے

آپ کو چاہئے کہ دنیا کی ان دلچسپیوں سے جدا ہو جائیں تا کہ آپ

اس مقام پر فائز ہوں جس کی نشاندہی حضرت امام جعفر صادق فرمارہے ہیں۔ آپ فرماتے ہیں کہ اگر مومن تمام دنیا کا مالک ہوجائے اور صبح تک سب کچھ ختم ہوجائے۔ یہ ایسا ہی ہے کہ کوئی شخص بھوسے کی بوری سر پر رکھ کرلے جارہا ہو اور وہ سر سے گر جائے تو اس پر اس کے ضائع ہونے کا کوئی دکھ نہ ہو۔

آپ کو اس منزل پر پہنچنا ہوگا کہ جب آپ کی زندگی کا تمام سرمایہ لٹ جائے تو آپ کا قلب اللہ تعالیٰ کے ساتھ ہو۔ اس قدر قوی ہو کہ یہ باتیں آپ پر قطعاً اثر انداز نہ ہوں۔ عظیم ہستیوں کی قربت مفت میں نہیں مل جاتی۔ قربانی دینی ہوتی ہے۔ آپ کو اس چیز کی اس قدر تمرین کرنی چاہئے کہ دنیا آپ کی نظروں میں بے وقعت ہوجائے۔

من درمیان جمع و دلم جای دیگر است

ترجمہ: میں دنیا والوں کے درمیان ہوں اور میرا دل دوسری جگہ ہے

(یعنی آخرت کی فکر میں لگا ہوا ہے)۔

آخرت کی عظمت آپ کے وجود میں اتنی راسخ ہوجائے کہ دنیا کا شور وغل اثر نہ کرے۔ اگر کسی شخص کو سانپ نے ڈسا ہو تو اس پر مچھر کا کاٹنا کیا اثر کرے گا۔ اگر اللہ تعالیٰ کی بتائی ہوئی باتوں پر یقین ہوگا اور جہنم کی ہولناکی کا ادراک تو دنیا کی تمام مصائب و مشکلات آپ پر ذرہ برابر اثر انداز نہ ہوسکیں گی۔ اگر بہشت اور اخروی نعمتوں کا فہم و ادراک ہوگا تو دنیا کی خوشیاں مسرتیں

ہیچ معلوم ہوں گی۔ اصول کافی سے ایک اور روایت بیان کرتا ہوں۔

ایک روز امیر المومنین حضرت علیؑ ابن ابی طالبؑ مسجد سے باہر آرہے تھے کہ دروزاہ پر ایک مومن بے حد ملول حالت میں کھڑا تھا۔ شاید اس کی زندگی میں کوئی بڑا حادثہ رونما ہوا تھا۔ اس کے چہرے سے پریشانی کے آثار نمایاں تھے۔ آپؑ نے اس شخص سے پوچھا: کیا بات ہے؟ تمہیں کیا ہوا ہے؟ عرض کی: مولا بڑی مصیبت مجھ پر آن پڑی ہے۔

مات ابی و امی و اخی

ایک حادثہ میں میرے ماں باپ اور بھائی، تینوں ختم ہو گئے۔ ان کی موت کا غم مجھے مارے ڈال رہا ہے۔ حضرت امیرؑ نے فرمایا: آخر صبر سے کام کیوں نہیں لیتے؟ وہ چلے گئے اور تمہیں بھی جانا ہے۔ کیا تم یہیں رہو گے؟ تمہیں بھی جانا ہے۔ یہ ہمیشہ رہنے کی جگہ نہیں ہے۔ اگر تقویٰ الٰہی سے کام لو۔ صبر کرو توکل اس کا اجر اللہ تعالیٰ بہترین صورت میں عطا فرمائے گا۔

اصول کافی میں ۱۲۵ احادیث صبر کے باب میں وارد ہوئی ہیں۔

کوفہ میں امامؑ کے نائب جناب مفضل تھے۔ آپ کے فرزند کا انتقال ہو گیا۔ امام جعفر صادقؑ نے مدینہ منورہ سے تعزیت کا پیغام بھجوایا، سماعہ بن مہران سے فرمایا کوفہ جاؤ تو میری جانب سے مفضل کو کہنا کہ میرے بیٹے اسماعیل کا بھی انتقال ہو گیا ہے۔ صبر سے کام لو یعنی دنیا عارضی اقامت گاہ ہے یہ قیام کرنے کی

جگہ نہیں ہے۔ جہاں ٹھہرنا ہے اس کا وعدہ کل پورا ہوگا۔

خود یا مال دونوں کو جلد یا بدیر ختم ہونا ہے

اصولِ کافی سے ایک اور حدیث۔ سماعہ ابن مہران مفلس ہوگئے۔ پہلے وہ تجارت کیا کرتے تھے اور ان کی مالی حیثیت مستحکم تھی اور اب وہ دیوالیہ پن کا شکار ہوگئے۔ مکہ آئے تو وہاں کی زیارت سے مشرف ہونے کے بعد مدینہ میں امام جعفر صادقؑ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ وہ ہر سال حج کی سعادت حاصل کرتے تھے۔

امامؑ نے ان سے پوچھا: پچھلے سال مکہ مکرمہ کیوں نہ آسکے۔ عرض کیا: یابن رسول اللہؐ میرا سارا مال و متاع ضائع ہوگیا۔ کافی لوگوں کا مقروض ہوں۔ خدا بھلا کرے ایک بندۂ مومن کا۔ مجھے اپنے خرچ پر یہاں تک لایا ہے۔ غرض کہ انہوں نے امامؑ سے اپنے دل کا سب حال کہہ سنایا۔ اس پر امامؑ نے فرمایا:

ان صبرت تغتبط و ان جزعت حسرت علیک المقادیر ولم توجر

(سفینۃ البحار، جلد ۲)

اگر صبر سے کام لوگے تو لوگ تم پر رشک کریں گے اور اگر بے صبرے پن کا مظاہرہ کروگے تو خدا بھی ساتھ نہ دے گا اور اپنے کیے کرائے پر پانی پھیر دو گے۔

آخرکار مال کو ختم ہونا ہی تھا۔ بعض لوگ مال سے پہلے خود ختم ہوجاتے

ہیں اور بعض اوقات مال ختم ہو جاتا ہے اور انسان زندہ رہتا ہے۔ اگر صبر و تحمل سے کام لو گے تو اس مقام پر پہنچ جاؤ گے۔ لوگ تم پر رشک کریں گے۔ خداوند عالم تمہیں ایسا مقام و منزلت عطا فرمائے گا کہ لوگ دیکھ کر تم پر رشک کریں گے۔ لیکن اگر صبر نہ کیا تو تقدیر نہیں بدلے گی۔ دنیا میں بھی رسوا اور آخرت میں بھی ذلیل و خوار اور خالی ہاتھ رہو گے۔ اگر صبر نہیں کرو گے تو اس کے علاوہ اور کوئی چارۂ کار بھی تو نہیں ہے۔ کیا کرو گے؟ خالی ہاتھ آخرت میں جاؤ گے۔

یہ باتیں بتانے کا مقصد یہ ہے کہ ہم صبر کا دامن تھام کر اپنے دل و دماغ پر کنٹرول حاصل کریں تا کہ عظمت ہمیں نصیب ہو۔ ہم اپنے بزرگوں سے جا ملیں اور فضولیات کا شکار نہ ہوں۔ سب سے زیادہ صبر کا مظاہرہ ہمارے مولا و آقا علیؑ ابن ابی طالبؑ نے کیا۔ خود آپؑ کے مطابق ۲۵ برس تک آپ ایسے شخص کے مانند تھے جس کی آنکھوں میں (غبار اندوہ کی) خلش ہو اور حلق میں (غم و رنج) کے پھندے لگے ہوئے ہوں جس کے ہاتھوں سے خیبر کا در اکھڑا ہو اور جس کی تلوار سے عمرو بن عبدود کا کام تمام ہوا ہو۔ ان حالات میں خدا کی خوشنودی کے لئے خاموش رہنا پسند فرماتے ہیں۔ کسی کو کچھ نہیں کہا صبر و تحمل سے کام لیا۔

اشقیا نے آپؑ کی نظروں کے سامنے آپؑ کا گھر جلایا اور خاتونِ جنتؑ کو اذیتیں پہنچائیں اور آپؑ خاموشی سے یہ سارا منظر دیکھتے رہے۔

❁❁❁❁❁
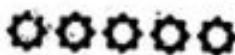
تقریر ۱۳

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ایمان کا دوسرا ستون یقین ہے

حضرت امیر المومنین علی ابن ابی طالبؑ کے مبارک کلمات کے بیان کا سلسلہ جاری ہے۔ ایمان کے درجہ کمال کا ذکر ہماری بحث کا مقصود ہے۔ مولا فرما رہے ہیں۔ ایمان کے چار ستون ہیں۔ صبر، یقین، عدل اور جہاد۔ صبر کے موضوع پر کافی تفصیل سے روشنی ڈالی جا چکی ہے اور اب ایمان کے دوسرے ستون یعنی یقین کے متعلق تذکرہ کیا جائے گا۔ ایمان کا وجود یقین پر موقوف ہے جسے یقین کی منزل حاصل نہ ہو وہ ایمان کے مرتبے پر پہنچنے سے قاصر رہے گا۔ وہ ایمان جس کے حصول کی بدولت انسان اپنے پیش نظر عوامل کا ادراک کرے اور اضطراب وتزلزل سے نجات پا سکتا ہے۔

یقین کا مفہوم اور اس کے مراتب کو اچھی طرح جاننے کے لئے اور اس کی راہ کی تلاش نیز اس میں اضافے کے لئے کتاب قلب سلیم کا مطالعہ کیا جانا چاہئے۔ یہاں ہم اس موضوع پر اختصار کے ساتھ اس کے معنی ومفہوم، حصول اور مراتب کا ذکر کریں گے۔

علماء یقین کے معنی یوں بیان کرتے ہیں۔ اعتقاد ثابت جازم واقع کے مطابق انسان ہر وہ اعتقاد پیدا کرلے جو واقع کے مطابق ہو اور اس پ

جازم ہو جائے اور اس طرح ثابت قدمی سے جما رہے کہ یہ حالت ختم نہ ہو۔ اسے یقین کہتے ہیں۔ مثال کے طور پر آپ لوگوں میں بہت سے لوگ ایسے ہوں گے جنہیں ابھی تک حج بیت اللہ کی سعادت نصیب نہیں ہوئی ہوگی۔ لیکن حج کے بارے میں اس قدر سنا ہے کہ اس پر یقین رکھتے ہیں اور محال ہے کہ یہ آپ کا اعتقاد ختم ہو جائے۔

یقین کی منزل درحقیقت بڑی نایاب منزل ہے۔ خدا و آخرت، بہشت و جہنم پر یقین پیدا ہونا ایسا اعتقاد کہ جس میں شک و تردید اور تزلزل کی کوئی گنجائش نہ ہو۔ بڑا مشکل کام ہے۔ ایمان کو یقین کی منزل حاصل ہونی چاہئے۔ عقائد حقہ پر اطمینان کے ساتھ کاربند رہنا جس کا کھو جانا اور کم ہونا ممکن نہ ہو۔ پس اگر کسی شخص میں یہ اعتقاد کم ہو یا شک و شبہ میں مبتلا ہو تو معلوم ہوا کہ اسے یقین کی منزل نصیب ہی نہ ہوئی کیونکہ اگر یقین ہوگا تو محال ہے کہ شک عارض ہو جائے۔

قرآن کریم کی رو سے یقین کے مراتب کو دیکھا جائے تو اس کے کئی سوروں میں اس کا تذکرہ ملتا ہے بعض قرآنی سورتوں میں اس طرح اشارہ کیا گیا ہے، علم الیقین و عین الیقین اور حق الیقین۔ بعض علماء نے پہلے مرحلہ میں تقلیدی یقین کا بھی ذکر کیا ہے۔ اس موضوع کی جامع تشریح منبر سے کرنا عمومی نفع نہیں رکھتی اور اس کے خواہشمند بھی بہت کم ہیں۔

ایسا گمان جس سے اطمینان حاصل ہو جائے کافی ہے

میں یقین کی ابتدائی منزل کے بیان پر ہی اکتفا کروں گا۔ پتہ نہیں ہم خود کو اس پہلی منزل تک پہنچا سکیں گے یا نہیں۔ لہٰذا شیخ انصاری علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ اطمینانی گمان ہی کافی ہے۔ کم از کم اتنا اطمینان ضرور حاصل ہو جائے کہ انسان دو دلی اور شاید کی منزل پر ہی باقی نہ رہے۔ موت، سوال جواب، قبر، بہشت و جہنم اور میزان و صراط کے وقوع کے بارے میں شکوک و شبہات کا شکار نہ ہو بلکہ اس بارے میں اطمینان رکھے۔ اگر قیامت آئے گی تو اللہ بڑا کارساز ہے۔ یہ اگر مگر کرنا کفر ہے۔ اطمینان ہونا چاہئے کہ قیامت، حساب کتاب، صراط و میزان، جزا و سزا قطعی طور پر واقع ہوتی ہے۔ اگر سب لوگ آپ کے اس نظریہ کے خلاف اٹھ کھڑے ہوں تو آپ پر اس کا کوئی اثر نہیں ہونا چاہئے۔ آپ مضبوطی سے اپنے عقیدہ پر ڈٹے رہیں۔ علم الیقین کی منزل تک پہنچنا واقعی مشکل کام ہے البتہ قرآن مجید کی برکت اور بزرگوں کے وعظ و نصیحت اور صبر کے ذریعے اطمینانی گمان کی منازل طے کی جا سکتی ہے۔ چنانچہ قرآن مجید کے ۴۸ ویں سورۂ فتح کی چوتھی آیت میں ارشادِ باری تعالیٰ ہو رہا ہے:

هو الذی انزل السکینه فی قلوب المومنین

جسے ایمان کی طلب ہوتی ہے اس کے لئے تگ و دو کرتا ہے۔ دعا درود کے ذریعے اللہ تعالیٰ سے اس میں اضافے کی تمنا کرتا ہے۔ جس طرح

آپ لوگ اپنی دنیاوی خواہشات کی تکمیل کے لئے لگاتار دعائیں مانگتے ہیں۔کبھی کہ بارالہا! ہمیں ایمان کی دولت سے مالا مال کردے۔ مال کی کیا حیثیت ہے۔ جتنا مقدر میں ہوتا ہے کم یا زائدمل ہی جاتا ہے۔ اصل مسئلہ تو ایمان کے حصول کا ہے۔ اگر ایمان نہیں دنیااور آخرت دونوں میں خسارہ ہے۔ ایمان پر قائم رہیں۔ اس سے قبل کہ تزلزل اور شک وتردید آپ کے دل میں پیدا ہو۔ اللہ تعالٰی سے دعا کریں کہ وہ آپ کو اپنی پناہ میں رکھے۔ عقائد و اسلامی معارف کے تمام اصولوں کے بارے میں یقین قلبی اطمینان کے ہمراہ یقین ہونا چاہئے۔ ہر وقت اس کے حصول کی کوشش میں مبتلا رہنا درست نہیں ہے۔ عقائد کے بارے میں شک وتردید جائز نہیں۔ اطمینان قلبی ضروری ہے۔

مومن کے لئے ہوشیار ہونا ضروری ہے

مولا علیؑ کا یہ جملہ یقین کی منزل تک آسانی کے ساتھ پہنچنے کے لئے کس قدر مفید ہے۔ آپ فرمار ہے ہیں:

والیقین علی اربع شعب تبصرة الفطنة و تاول الحکمة و معرفة العبرة و سنة الاولین

ایمان کے دوسرے ستون یقین کو صحیح کرلیں اپنے اندر عبرت اور ذہانت جیسی صفات سے بہرہ مند ہوں عقل کے ذریعے یقین پیدا کریں ذہانت یعنی ہوشیار معاملہ فہمی ، دنیاوی کاموں میں کس قدر ہوشیاری کا مظاہر

کرتے ہیں۔ ایسا نہ ہو کہ کہیں کوئی میرے سر پر ٹوپی رکھ دے۔ مجھے دھوکہ دے دے۔ کاروباری حضرات اپنے دنیاوی معاملات میں کس قدر ہوشمندی کا مظاہرہ کرتے ہیں۔ جب کوئی ان سے معاملہ کرتا ہے تو ہر پہلو پر اچھی طرح غوروخوض اور ایک دوسرے سے مشوروں کے بعد کسی نتیجہ پر پہنچ کر معاملہ کو آخری شکل دی جاتی ہے۔ اسی طرح اگر دینی امور کے بارے میں اپنے ذہن کو اچھی طرح کام میں لایا جائے تو یقین کی منزل تک پہنچا جا سکتا ہے۔

بہر دنیا موشکافی ای شقی
بہر عقبی کند ذہن و احمقی

دینی امور میں اپنے ہوش و حواس کو بالکل کام میں نہیں لایا جاتا اور اس بات کی فکر کوئی نہیں کرتا کہ شیطان سر پر ٹوپی رکھ دے اور اپنے جال میں پھانس لے۔ دنیوی معاملات میں کس قدر غوروخوض کرتے ہیں۔ ہر قدم پھونک کر رکھا جاتا ہے۔ اپنا جائزہ لے کر دیکھیں۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ آپ کا نفس آپ پر غالب آ گیا ہو اور آپ شیطان کے دامِ فریب میں گرفتار ہو گئے ہوں اور اس نے آپ کو اللہ تعالیٰ سے دور کر دیا ہو۔

اپنے امور میں غوروخوض بھی انتہائی ضروری ہے۔ تاؤل الحکمہ اگر آپ اپنے دینی و دنیوی معاملات میں غوروفکر سے کام لیں گے تو حق و حقیقت کی منزل تک پہنچ سکیں گے۔ تدبر کو کام لائیں اور عبرت کا دامن بھی تھامے

رہیں۔ یہ چیزیں آپ کو خدا شناس اور آخرت شناس کر دیں گی۔

اللہ تعالیٰ قرآن کے بارہویں سورہ یوسف کی آیت ۱۰۵ میں ارشاد فرما رہا ہے:

وکاین من آیة فی السموات والارض یمرون علیها

وھم عنها معرضون

ترجمہ: اور آسمانوں اور زمین میں (خدا کی قدرت کی) کتنی نشانیاں جن پر یہ لوگ (دن رات) گزارا کرتے ہیں اور اس سے منہ پھیرے رہتے ہیں۔

یہ انسان کس قدر نمک حرام خدا کا ناشکرا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اسے عقل عطا فرمائی۔ ۲۴ گھنٹے اللہ تعالیٰ کی نشانیوں کو دیکھتا رہتا ہے لیکن اس کے باوجود عبرت حاصل نہیں کرتا اور اپنے رب سے منہ موڑے رہتا ہے۔ اس کی یاد نہیں کرتا۔ زمین سے پھوٹنے والی ہر نباتات وحدہ لاشریک لہ کا ورد کرتی ہے۔

برگ درختان سبز در نظر ہوشیار

ہر ورقش دفتریست معرفت کردگار

ترجمہ: اگر ان درخت کے سبز پتوں پر دقیق نظر سے غور کیا جائے تو ہر ایک پتہ خدا کی معرفت کی کتاب کا ورق ہے۔

دنیاوی معاملات کے چکر میں انسان اپنی راتوں کی نیندیں تک حرام

کر رہا ہے۔ آخر اس کا فائدہ کیا ہے؟ زمین پر اللہ تعالیٰ کی کتنی بے شمار نشانیاں ہیں۔ انسان ہر وقت ان پر نظر رکھتا ہے۔ لیکن اسے ان کی پرواہ نہیں ہوتی۔ عبرت نہیں حاصل کرتا انسانی شکل وصورت کی خوبصورتی میں چار چاند لگانے اور پیشانی پرنالے کا کام دینے والی اپنی آنکھوں کے اوپر بھنوؤں کو دیکھا ہے۔

آپ ۲۴ گھنٹے میں کتنی بار آئینہ دیکھتے ہیں؟ کیا آپ نے ان بھنوؤں کی بناوٹ پر غور کیا ہے؟ سنت ہے کہ مومن جب گھر سے باہر جائے تو آئینہ میں اپنی صورت دیکھ کر باہر نکلے۔ رسول خداؐ جب بھی گھر سے باہر تشریف لے جاتے تو آئینہ میں اپنا چہرہ پرنور دیکھ کر نکلتے اور جب آئینہ نہ ہوتا تو صاف شفاف پانی میں اپنی صورت دیکھ کر گھر سے باہر تشریف لاتے تھے کیونکہ ممکن ہے کہ چہرے پر کچھ لگا ہوا ہو اور انسان اس کی جانب متوجہ نہ ہو۔ اپنی عزت و آبرو کی حفاظت کے لئے ترک اہانت کی خاطر انسان کو چاہئے کہ آئینہ میں اپنا چہرہ دیکھ کر باہر قدم رکھے۔ آپ دن میں کوئی بار آئینہ میں اپنا چہرہ دیکھ کر باہر قدم رکھے۔ آپ دن میں کئی بار آئینہ میں اپنی شکل دیکھتے ہوں گے۔ ذرا اپنے چہرے کو خوبصورتی کے عنوان سے آئینہ میں دیکھیں۔ اپنی بھنوؤں کا غور سے مشاہدہ کریں۔

خدا نے کیسی زیبا وقوسی بنائی ہیں۔ ان میں زیبائی بھی ہے اور یہ پیشانی کے پسینہ کی آنکھوں تک رسائی میں پرنالے کی طرح مائل بھی ہین۔ ان

سے آنکھ میں جسم کے فاصل عرقیات نہیں پہنچتے اور آنکھ محفوظ رہتی ہے اور چہرہ خوبصورت بھی لگتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی کرشمہ سازی کا یہ ایک معمولی سا نمونہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں سیاہ بنایا تا کہ آنکھ پر براہ راست دھوپ کا اثر نہ پڑے اللہ تعالیٰ قرآن مجید کے ۲۳ ویں سورے المومنون کی ۱۴ ویں آیت میں ارشاد فرما رہا ہے:

فتبارک اللّٰہ احسن الخالقین

ترجمہ: پاک ہے وہ پروردگار جو بہترین خالق ہے۔

اپنی آنکھوں کی پلکوں ہی کو لے لیں۔ ایک حصہ نیچے اور دوسرا اوپر ہوتا ہے۔ اگر پلکیں نہ ہوں تو آنکھوں میں گردو غبار پڑ جائے۔ ان کا آپس میں ملنا بھی عجیب ہے۔ بال پر بال نہیں ہوتا بلکہ ایک بال دو بالوں کے درمیان آتا ہے۔ اور دیگر یہ کہ پلکوں کے بالوں کا آخری سرا باہر کی طرف ہے اور جڑیں جلد کے اندر ہیں لیکن خود بال باہر ہے (یعنی جڑیں اوپر کی جانب ہیں اور بالوں کا پھیلاؤ نیچے کی طرف ہے)۔ اگر بال آنکھوں کے اندر کی طرف پھیلتے تو کس قدر اذیت ہوتی۔ بعض اوقات لوگ تکلیف میں مبتلا ہوجاتے ہیں تا کہ دوسرے عبرت حاصل کریں۔ نعمت کا شکر بجالائیں۔

آپ دیکھتے ہیں کہ کیا حالت ہوتی ہے۔ خدا نے کیسے آپ کی آنکھوں کے نظام کو مرتب کیا ہے۔ بغیر اس کے کہ آنکھوں میں گھس جائے۔

پس اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا شکر ادا کرنا چاہیے۔

آنکھ کا چاروں طرف گھومنا ایک اور نعمت

اللہ تعالیٰ نے کی حرکت چاروں جانب رکھی ہے۔ آپ اپنے سر کو اوپر اٹھائے بغیر آنکھ کی حرکت کے باعث دیکھ سکتے ہیں۔ نیچے دیکھنے کے لئے بھی سر ہلانے کی ضرورت نہیں۔ آنکھ کو حرکت دیں اور مطلوبہ ضرورت پوری کرلیں۔ پہلی عالم دائیں اور بائیں جانب دیکھنے کے لئے ہے۔ دیکھئے آپ کی خلقت میں کس قدر خوبصورتی اور کمال نزاکت کا خیال رکھا گیا ہے۔ سر عظیم ہے لہٰذا آنکھ حرکت کے لئے کافی ہے۔

چند برس قبل میں ایک صاحب کے ہاں بیٹھا تھا۔ وہ خود خاطر مدارات کر رہے تھے۔ میں نے دیکھا کہ جب وہ چل رہے تھے تو معمول کے مطابق حرکت نہیں کر رہے تھے۔ پاؤں اٹھا کر چلتے تھے۔ میں نے ان سے پوچھا کہ غالباً آپ کو چلنے میں دشواری ہوتی ہے۔ کہنے لگے: نہیں ایسی کوئی بات نہیں۔ ہاں البتہ چند سال ہوئے میری آنکھ کی نچلی رگ خشک ہوگئی ہے اور آنکھ دیگر تین جانب حرکت کرتی ہے یعنی اوپر اور دائیں بائیں لیکن نیچے کی جانب حرکت سے قاصر ہے۔ لہٰذا میں اپنا سر نیچے جھکا کر ہی پاؤں کے اگلے حصہ کو دیکھ سکتا ہوں۔

دیکھئے آنکھ کی پتلی چاروں طرف گھوم سکتی ہے اور اگر دیکھا جائے تو یہ

کس قدر عظیم نعمت ہے جو اللہ تعالٰی نے عطا فرمائی ہے البتہ ناشکرے انسان کو یہ نعمتیں دکھائی نہیں دیتیں اور یہ اپنے منعم کی شناخت نہیں رکھتا۔ اصل میں بات یہ ہے کہ انسان خود سمجھنے کی کوشش نہیں کرنا چاہتا اور اپنی ذہانت کو دنیوی امور میں خوب استعمال کرتا ہے۔

جعل اللّٰہ الراحة فی الیقین والرضا

اے انسان! تو نے اپنی تمام تر ہوش و حواس کو زندگی کے ارد گرد قید کرلیا ہے۔ بس میں میں کرتا ہے۔ میری بات، میرا ارادہ، میری رائے سمجھ لو جب تک یہ میں میں ہے۔ خدا درمیان میں نہیں۔ خود بتاؤ خدا کہاں ہے؟ اپنی ذہانت اور عبرت کو کام لایا جانا چاہیے تاکہ یقین کی منزل تک رسائی ہو جائے۔ ایک موضوع کا دوسرے موضوع کی جانب منتقل ہونے کا نام عبرت ہے۔

عبرت منتقل ہونے کو کہتے ہیں یعنی ایک موضوع سے دوسرے موضوع پر منتقل ہونا۔ اگر آپ ہوش سے کام لیں اور دنیا کی صورتحال کو غور سے دیکھیں تو یقین کی منزل پر فائز ہو جائیں گے۔ اس زندگی کے بعد ایک ابدی حیات کا وجود ہے۔ فطانت و ذہانت خود آپ کو اس بات کو قبول کرنے پر مجبور کردے گی۔ اگر تمام افراد و بشر اس کے قائل ہوں کہ انسان کو موت نہیں۔ خدائے حکیم نے اپنی حکمت بالغہ کے ذریعہ افراد بشر خوشی اور سعادت کو پیدا کیا ہے کہ جو اس دنیوی حیات میں نہیں ہے۔ لہٰذا قطعاً موت کے بعد خوش بختی ہے اگر قرآن

کریم اور انبیاءؑ کے بیانات نہ بھی ہوتے تب بھی آپ کی فطانت وفطرت خود اس بات پر گواہ ہوتی کہ موت عالم ابدی تک پہنچنے کا ایک وسیلہ ہے۔

جو چیز فانی ہو وہ دل لگانے کے قابل نہیں

دنیا کے فنا و زوال سے عبرت حاصل کرو عقل کا تقاضا یہ ہے کہ دنیا سے دل لگانا غلط ہے وہی زہد جس کے بارے میں ہم نے پہلے عرض کیا ایمان کی پختگی یہ ہے کہ دنیا کے عشق میں مبتلا ہونے کے بجائے اسے پست اور حقیر جانے تم میں سے وہ شخص جو یقین کی منزل کو پالے اسے چاہئے کہ فانی دنیا سے عشق نہ کرے۔ یہ زندگی جس کا اختتام موت پر ہے کیوں اس سے اتنا وابستہ رہے کہ جس زندگی میں انسان کا ایک حصہ معذور ہو جائے تو انسان پریشان ہو جاتا ہے۔

اصول کافی میں وارد ہوا ہے جعل اللّٰہ الراحة فی الیقین والرضا کہ خداوند عالم نے خوشی کو یقین میں اور اپنی خوشنودی کو اعمال صالح بجالانے میں قرار دیا ہے۔ تم میں سے جو شخص پر مسرت زندگی چاہتا ہے تو اسے چاہئے کہ یقین کی منزل پر فائز ہو کر اللہ کی رضا حاصل کرے۔ وہ شخص دنیا سے کبھی عشق نہیں کرے گا جسے دنیا کے فنا ہونے کا یقین ہو چکا ہو۔

سلیمانؑ بھی موت جیسی حقیقت سے بری نہیں

رئیس الموحدین امیر المومنینؑ کے ساتھ آؤ اور علیؑ کی نگاہ سے دنیا پر ایک نظر ڈالو اور دیکھو آپؑ دنیا کے بارے میں کیا فرماتے ہیں۔ اگر روئے زمین پر کسی کے لئے ممکن تھا کہ وہ تمام آرزوں تک پہنچ جائے اور ابدی زندگی حاصل کرلے اور موت سے فرار اختیار کرلے تو وہ جناب سلیمانؑ کی ہستی تھی کیونکہ دنیا میں ازاول تا آخر جوزندگی اور سلطنت جناب سلیمانؑ کو حاصل تھی نہ کسی کو پہلے حاصل ہوئی اور نہ بعد میں کسی کو حاصل ہوگی۔

سلطنت ظاہری یعنی بادشاہت اور سلطنت معنوی یعنی نبوت دونوں جناب سلیمانؑ کو حاصل تھیں ظاہری حکومت ایسی جو اسکندر کو حاصل تھی بلکہ "سخر له ملک الجن والانس" تمام ملائکہ جن وانس حضرت سلیمانؑ کے تابع تھے وہ جنات جن کے بارے میں روایات موجود ہیں کہ انسانی طاقت کے مقابلہ میں سوگنا زیادہ طاقتور ہوتے ہیں یعنی دس جنات ایک ہزار بلکہ اس سے بھی کہیں زیادہ افراد کو شکست دے سکتے ہیں۔

جنوں کی طاقت کا یہ عالم تھا کہ ایک جن نے جناب سلیمانؑ سے کہا کہ اس سے قبل کہ آپ اپنی نشست سے اٹھیں میں تخت بلقیس جو پانچ سو سال کی مسافت پر موجود ہے آپ کے لئے حاضر کردوں گا۔ یہ جنات بھی عجیب وغریب مخلوق ہیں جو انسان سے کئی گنا زیادہ طاقتور اور برق رفتار ہیں۔

حضرت سلیمانؑ تمام جن وانس پر حکومت کرتے تھے انہوں نے پانچ فرسخ دائیں جانب انسانوں کی فوج کے لئے مخصوص کیا تھا اور پچیس فرسخ بائیں طرف جنات کی فوج کے لئے مختص تھا جو حکم آپؑ صادر فرماتے اس پر فوراً عملدرآمد ہوتا۔ تمام مخلوق کو خوراک مہیا کرنے کے لئے اسی لشکر عظیم کو حکم دیا جاتا ایک بہت بڑی دیگ تیار کی جائے۔

قُدُوْرٍ رّٰسِيٰتٍ (سورۂ سبا۳۴: آیت۱۱)

ترجمہ: اور ایک جگہ گڑی ہوئی (بڑی بڑی) دیگیں کہ

(ہزار آدمی کا کھانا پک سکے۔)

جنات پہاڑوں سے پتھر لاتے اور دیگ تیار کی جاتی اتنی بڑی دیگ کہ جس میں بیس اونٹ آرام سے سما جائیں اور دوسری دیگ اتنی وسیع کہ سو بھیڑ اس میں سما جائیں اس دیگ کے کنارے ایک سیڑھی لگائی جاتی اونٹوں اور بھیڑوں کو کاٹ کر ان میں ڈالا جاتا۔ پروردگار نے ہوا کو ان کے لئے مسخر کیا ہوا تھا۔

وَلِسُلَيْمٰنَ الرِّيْحَ غُدُوُّهَا شَهْرٌ وَّرَوَاحُهَا شَهْرٌ

(سورۂ سبا۳۴: آیت۱۲)

ترجمہ: اور ہوا کو سلیمانؑ کا (تابع بنا دیا)

جناب سلیمانؑ نے اپنے اور اپنے وزراء کے لئے ایک بڑا سا قالین

رکھا ہوا تھا جس پر سب بیٹھ جاتے۔ خدا ہوا کو حکم دیتا کہ اس قالین کو اپنے دوش پر اٹھائے اور جہاں یہ لوگ چاہیں انہیں لے جائے۔ صبح، ملک شام سے روانہ ہوتے دوپہر کا کھانا بغداد کے کنارے مدائن میں کھاتے ایک ماہ کا سفر آدھے روز میں طے کرتے اور عصر تالاب فارس پر ہوتی۔ اس قدر طاقتور بادشاہت اور ایسی مملکت کہ جس میں کسی چیز کی کمی نہ تھی بلکہ درحقیقت ایک کامل نمونہ تھی۔

حضرت علیؑ فرماتے ہیں کہ وہ سلیمانؑ جن کو اللہ نے حکومت ظاہری اور نبوت معنوی سے سرفراز فرمایا تھا جب آخری وقت آیا اور آخری لقمہ جوان کے مقدر میں تھا نوش فرمایا آخری قطرہ آب جو ان کی قسمت میں تھا پیا اور اس دنیا سے رخصت ہوگئے۔

روایات صحیحہ میں ہے کہ جب جناب سلیمانؑ کا سن مبارک پندرہ برس کا تھا کہ آپ کے والد حضرت داؤدؑ دنیا سے کوچ کر گئے حکومت ان کو منتقل ہوگئی جس کے بعد چالیس سال آپؑ نے حکومت کی آپ پچپن سال کے تھے جب ایک روز اپنے محل جس کو جنات نے آپ کے لئے تعمیر کیا تھا ایک ایسا عالیشان قصر تھا جس کے چاروں طرف آئینے نصب تھے جب جناب سلیمانؑ چاہتے اپنی فوج اور بساط کا نظارہ کریں اس محل کے بالائی حصہ میں جا کر آئینے میں نگاہ ڈالتے اور تمام شہر اور لشکر کے حالات کا مشاہدہ کر لیتے ایک روز آپ

نے اپنی رعایا کو حکم دیا کہ آج کا دن میں خوش و خرم گذارنا چاہتا ہوں کوئی بری خبر لے کر کوئی بھی شخص میرے پاس نہ آئے جناب سلیمانؑ نے اپنا عصا اٹھایا اور شیش محل کے بالائی حصے میں جا کر عصا کے سہارے کھڑے ہوئے اور اپنی سلطنت کا جائزہ لینے لگے اچانک ان کی نگاہ ایک جوان پر پڑی جو بڑی تیزی سے اوپر کی جانب چلا آ رہا ہے حضرت سلیمانؑ گھبرا گئے جب وہ نزدیک آیا تو اس سے پوچھا "من ادخلک الذار" "تمہیں اس محل میں داخل ہونے کی اجازت کس نے دی؟ اس نے جواب دیا اس محل کے مالک نے سلیمانؑ سمجھ گئے کوئی فرشتہ ہے کیونکہ وہ جانتے تھے اس محل کا مالک خدا ہے تم سب بھی خدا کی ملکیت ہو اور بار بار یہ نہ کہو یہ میری چیز ہے وہ میری چیز ہے سلیمانؑ سمجھ کہ یہ فرشتہ ہے اور اللہ کی جانب سے کسی امر پر مامور کیا گیا ہے" نعم من انت " "بہت اچھا یہ بتاؤ تم کون ہو؟ اور یہاں کس کام سے آئے ہو؟ اس نے جواب دیا میں ملک الموت ہوں جس کام پر میں مامور ہوں اسی کام کے لئے آیا ہوں جناب سلیمانؑ پریشان ہو گئے۔

ان هذا الموت یکره کل من یمشی علی الغبراء

ترجمہ: "موت ناپسندیدہ چیز ہے ہر اس جاندار کے لئے جو اس زمین پر چلتا ہے۔"

پوچھا مجھ سے ملنے آئے ہو یا میری روح قبض کرنے آئے ہو؟ کہا

قبض روح کے لئے حاضر ہوا ہوں جناب سلیمانؑ نے کہا اچھا اتنی مہلت تو دو کہ میں اپنا کوئی جانشین مقرر کردوں تا کہ وہ عمارتوں، لشکر اور حکومتی امور کی نگرانی کرسکے بیت المقدس کی عمارت حال ہی میں مکمل ہوئی ہے چاہتا ہوں کہ اسے مزید منظم کروا دوں عزرائیلؑ نے کہا ہرگز نہیں مجھے مہلت دینے کا اختیار نہیں اس نے سلیمانؑ کو بیٹھنے یا لیٹنے تک کی مہلت نہ دی جس عصا کے سہارے کھڑے تھے اسی حالت میں کھڑے کھڑے روح قبض کر لی گئی۔ کسی کو خبر نہ ہو سکی سلیمانؑ پہلے ہی اپنی رعایا کو حکم صادر فرما چکے تھے کہ کوئی محل میں داخل نہ ہونے پائے تمام جن وانس افراد کو دور ہی سے سلیمان کو کھڑا دیکھتے رہے یہاں تک کہ ایک سال کا عرصہ گزر گیا کسی کی جرات نہ تھی کہ ان کے قریب کوئی جاتا دور ہی سے آپس میں چہ میگوئیاں کرتے رہے کوئی کہتا سلیمانؑ کو جادو کا اثر ہو گیا کوئی کہتا جان بوجھ کر ایسے بنے ہوئے ہیں کہ کوئی نافرمانی کرے تو اس کو سزا دیں۔ جنات بھی حضرت سلیمانؑ کے خوف سے اپنے کاموں میں مشغول رہے ایک سال اسی عالم میں گذر گیا۔

جب پروردگار کا ارادہ ہوا تو ایک معمولی کیڑے کو حکم دیا کہ وہ عصا کو کھوکھلا کر دے عصا کا کھوکھلا ہونا تھا کہ سلیمانؑ کا جسم خود بخود زمین بوس ہو گیا۔ اس دیمک کے علاوہ کوئی نہ تھا جو ان کی رعایا کو باور کراتا کہ سلیمانؑ فوت ہو چکے ہیں۔ اگر وہ لوگ جانتے ہوتے تو ایک سال تک اس کشمکش سے

دوچار نہ ہوتے۔

گرگ اجل یکایک از این گلہ میبرد

این گلہ را نگر کہ چہ آسودہ میچرد

ترجمہ: ''موت کا بھیڑیا اس گلہ سے ایک ایک کرکے بھیڑ کو اٹھا کر لے جارہا ہے۔ ذرا ان بھیڑوں کو تو دیکھو کتنے آرام سکون سے اپنا چارہ چرنے میں مشغول ہیں۔''

اگر انسان ان واقعات سے عبرت حاصل نہ کرے تو انسان اور حیوان میں کیا فرق باقی رہ جاتا ہے۔ حضرت فاطمۃ الزہراؑ اپنی موت کی خبر سن کر خوش ہو جاتی ہیں۔

حضرت فاطمہ زہراؑ اپنی موت کی خبر سے خوش ہو گئیں

میں نے عرض کیا کہ روایت میں ہے کہ جب جناب سلمانؓ نے ملک الموت کا نام سنا تو خوف وہراس سے لرزنے لگے اور گھبرا گئے کیا ایسا بھی ہوسکتا ہے کہ کوئی ملک الموت سے خوفزدہ نہ ہو؟ ہاں ایک روایت ہے جس میں وارد ہوا ہے کہ ایک ایسی ہستی بھی ہے جس نے اپنی موت کا سنا اور بالکل نہ گھبرائی بلکہ خوشی کا اظہار کیا۔ وہ رسول خداؐ کی اٹھارہ سالہ دختر سیدۃ النساء العالمین حضرت زہراؑ عزیز ہیں کہ ایسا یقین کامل اور پاکیزہ دل کی مالک ہیں کہ جب پیغمبر اکرمؐ کی وفات کا وقت قریب آیا حضرت زہراؑ نے گریہ کرنا شروع کیا

اپنے چہرے کو پیغمبر گرامیؐ کے پاؤں سے ملتی جاتیں اور گریہ کرتی جاتیں حضورؐ نے جب دیکھا تو بی بی کو اپنے پاس بلایا اپنی چادر ان کے سر پر ڈالی ان کے کان میں کچھ کہا حضرت فاطمہؑ خوشی کے عالم میں کھڑی ہو گئیں بعد میں حضرت عائشہ نے ان سے پوچھا اس روز پیغمبر خدا نے آپ کے کان میں ایسی کیا بات کہی تھی کہ آپ گریہ کر رہی تھیں کہ یکایک خوشحال ہو گئیں فرمایا کہ میرے بابا نے مجھے خوشخبری دی کہ "اے فاطمہ تم میرے بعد زیادہ عرصے دنیا میں نہ رہو گی اور اہلبیتؑ میں سے تم پہلی ہستی ہو گی جو مجھ سے ملحق ہو گی۔

صُبَّتْ عَلَیَّ مَصَائِبُ لَوْ اَنَّھَا

صُبَّتْ عَلَی الْاَیَّامِ صِرْنَ لَیَالِیَا

توحید افعالی پر یقین رکھنا

ہم نے کہا کم ترین واجب یقین کی منزل پر اطمینان ہے اس حد تک اعتقاد رکھے کہ مطمئن ہو جائے کہ لاالٰہ الا اللّٰہ محمد الرسول اللّٰہؐ حق ہے اور رزّاق و دانا خلق کے نظم ونسق کو چلانے والا، داد و فریاد رسی کرنے والا جان دینے اور لینے والا غرض تمام افعال کا صادر کرنے والا خدائے وحدہ لاشریک ہے۔ مراتب توحید افعالی سے اس حد تک اطمینان قلب حاصل ہو جائے کہ اگر تمام مخلوق اس کے خلاف ہو جائے تو اس کے عقیدہ میں بالکل تزلزل پیدا نہ ہو سب لوگ اسباب مانیں لیکن یہ کہے کہ پروردگار ہی مسبب

الاسباب وکارساز ہے اس کے دل کی قوت خدا ہے۔ وہ خدا ہی پر بھروسہ کرتا ہے قیامت پر کامل یقین رکھتا ہو کہ موت کے بعد جزوسزا ہے چار طریقوں سے انسان یقین کرلیتا ہے عقل، حکمت، عبرت اور اپنے گزشتگان کے حال سے اپنے آپ کو تنبیہ کرنا فطانت یعنی ذہانت اور عقلمندی حکمت و دانائی اور باریک بینی یعنی بقا و فنا میں تمیز پیدا کرنا، نفع اور نقصان میں امتیاز پیدا کرنا عبرت یعنی دوسروں کے انجام سے نصیحت کامل حاصل کرے مثلاً اسے یہ کام انجام دینا چاہئے یا ترک کرنا چاہئے۔

کہتے ہیں کہ گدھا اگر کسی گڑھے میں گر جائے تو وہ دوبارہ اس راستے پر کبھی نہیں جائے گا۔ اسی کو عبرت کہتے ہیں کہ اس حیوان کی طرح انسان بھی ان واقعات اور ان جیسی مثالوں سے عبرت حاصل کرے۔ مثال کے طور پر وہ دیکھتا ہے کہ اس کے سامنے ایک صحت مند جوان موت سے ہمکنار ہوتا ہے۔ مجھے بھی ایک نہ ایک دن دنیا سے رخصت ہونا ہے لہٰذا مجھے بھی اپنے بار سفر کو باندھ لینا چاہئے مرنے والے کا تصور اپنے اوپر طاری کرنا چاہئے۔

جیسے ہی شیطان باہر جاتا ہے فرشتہ اندر آجاتا ہے

آج اگر ہم چاہیں کہ کس طرح عاقل اور صاحب حکمت و عبرت بن سکتے ہیں۔ ہم نے تفصیل سے ذکر کردیا کہ اے انسان جب تک تیرے اندر آرزو ہے، خواہشات نفسانی تیرے اندر موجود ہیں اور تو مستقل شہوات دنیا

کے پیچھے بھاگ رہا ہے جب تک تو خود پسند، خود پرست اور اکرام طلب رہے گا تو ہرگز اپنے اندر خردمندی حکمت و دانائی، روحانیت اور فہم و فراست حاصل نہیں کرسکتا جب تک تیرے اندر شکم پرستی موجود ہے تو نرم و نازک لباس زیب تن کرتا رہے گا، مکان، بیوی اور خواہشات کے پیچھے بھاگتا رہے گا۔ خودنمائی اور اپنے آرام و آسائش کی فکر میں رہے گا یقین کرے روحانی و معنوی عقل مندی، حکمت، عبرت تینوں فہم و فراست جو کہ یقین کی منزل تک پہنچنے کا مقدمہ ہے کبھی حاصل نہ کرپائے گا۔

ایک بھیڑ کے بچہ کو جب تم چارہ دیتے ہو کہ وہ کھا کر موٹا تازہ ہو جائے اور تم اسے ذبح کر کے کھاؤ اگر بھیڑ کا بچہ یہ بات سمجھے تو کیا وہ چارہ کھائے گا۔ اس کو یہ ہوش کہاں کہ مجھے کس مقصد کے لئے چارہ دیا جارہا ہے اس کی سوچ محدود ہے اسے تو بس رہنے، چارہ چرنے سے مطلب ہے۔ اس کی فکر کی پرواز اس سے زیادہ نہیں ہے۔ لیکن انسان کی فکر اس سے بالاتر ہونی چاہئے اگر وہ غور و فکر نہ کرے تو بھیڑ کے بچے کی مانند ہے اگر تمہاری تمام توجہ شکم پرستی، شہوت رانی، لباس و مکان زر و جوہر کی طرف گامزن رہی تو تم عبرت حاصل کرنے والے نہیں بن سکتے تم خداشناس کہاں ہو سکتے ہو اس حقیقت پر کبھی غور کیا ہے تم نے؟

میٹھا انگور اور اس کا خالق

جب تک انسان انگور پر نظر رکھے گا اور اس کو کھانے کی خواہش میں لگا رہے گا اس وقت تک کہاں وہ انگور کے خالق کی طرف توجہ دے گا خدا نے انسان کے سینے میں دو دل نہیں رکھے۔

ما جعل اللّٰہ لرجلٍ من قلبین فی جوفه

"خدا نے کسی آدمی کے سینے میں دو دل نہیں پیدا کئے (کہ ایک ہی وقت دو ارادے کرے)۔"

انسان کو چاہئے کہ وہ ایک سمت کی طرف غور وفکر کرے اگر وہ نفسانی خواہشات کی فکر میں رہے گا تو وہ خالق کی طرف کہاں توجہ دے گا موسم سرما میں اسی انگور کے درخت خشک تھے باران رحمت نے انگور کی بیلوں کو تر و تازہ کر دیا سبز پتے پیدا ہوئے چھوٹے چھوٹے خوشہ نمودار ہوئے انگور کے چھوٹے ترش دانے نکلے جن میں ترشی پیدا ہوئی اور دو تین ماہ میں اثار وضعی انگور کے خوشوں میں آشکار ہوتے ہیں اور آہستہ آہستہ یہ دانے پکتے وقت بڑے اور میٹھے ہو جاتے ہیں۔ خدایا یہ مٹھاس ان میں کہاں سے پیدا ہو گئی ہے؟

یہ کھجور کا درخت یہ مٹھاس کہاں سے لایا کس نے اسے بنایا کس نے اس کے درمیان گٹھلی پیدا کی کس طرح اس کے اطراف میں چھلکا نمودار ہوا۔

روایت میں ہے کہ جب حضور اکرمؐ کے سامنے پھل لائے جاتے تھے

تو آپ سب سے پہلے اس میوہ کو چومتے تھے اس کے بعد تناول فرماتے تھے کوئی پھول آپؐ کو پیش کیا جاتا تھا تو آپ اسے سونگھتے تھے چومتے تھے اور اپنی آنکھوں سے لگاتے تھے۔ ان اشیاء میں کیا کرشمۂ قدرت پنہاں ہے یہ خوشبو کہاں سے آئی یہ اسی خالق کی تخلیق ہے جس نے تمہیں خلق کیا یہ خوشبو تمہارے لئے خلق کی گئی ہے کہ تم اس خوشبو سے اپنے دماغ کو معطر کرو اور اللہ کی کبریائی کا اعتراف کرتے ہوئے ان ہستیوں کی معرفت حاصل کرو جو وجہ خلقت کائنات ہیں اور ان تمام معطر اشیاء کی اصل ہیں یعنی محمدؐ و آل محمدؐ۔

موت کے وقت محمدؐ و علیؑ کی خوشبو کا پھیلنا:۔

ایک عالم دین نے بیاں کیا کہ میری ایک بوڑھی پھوپھی تھیں جن کا زہد و تقویٰ اپنی مثال آپ تھا سادات کرام سے بہت عقیدت رکھتی تھیں جب ان کا آخری وقت آیا تو انہوں نے ہم سب کو بلایا سب ان کے گرد جمع ہو گئے وہ فرمانے لگیں کہ میں نے تم لوگوں کو خدا حافظ کہنے کے لئے بلایا ہے کیونکہ میں دنیا سے رخصت ہوا چاہتی ہوں۔ کیا تم ان ہستیوں کے لئے صلوات نہیں پڑھ رہے جو مجھے لینے آئی ہیں وہ عالم دین قسم کھا کر کہنے لگے کہ میں اور میرے والدین جب کمرے میں داخل ہوئے تھے کمرہ مشک و عنبر کی خوشبوؤں سے بھرا ہوا تھا اس وقت پھوپھی فرمانے لگیں یہ خوشبو محمدؐ و علیؑ کی ہے اس کے بعد وہ میرے والد سے فرمانے لگیں کہ وہ دعا عہد پڑھیں پھر بولیں بچوں

کو کرے سے ہٹا دیا جائے اور آخر کار وہ دنیا سے رخصت ہو گئیں۔

کیا تم ان خوشبوؤں پر غور نہیں کرتے کتنے اقسام کے پھول اور خوشبوئیں ہیں جو خالق کے خزانہ قدرت کے ایک قطرہ سے پیدا کی گئی ہیں اور وہ خزانۂ بوئے گل خداوندہ کریم کے پاس ہے (سورۂ حجرات: آیت نمبر ۲۱) اور محمدؐ و آلِ محمدؐ جس کی اصل ہیں۔ اسی طرح یہ پھل مثلاً کھجور اور انگور کی مٹھاس جو تم چکھتے ہو یہ حوض کوثر کا عالم مادہ میں ایک قطرہ ہے جو ساری دنیا میں منتشر کیا گیا ہے یہ حوضِ کوثر کا ایسا قطرہ ہے۔ حوضِ کوثر جس کے ساقی حضرت علیؑ ابن ابی طالبؑ ہیں اور دنیا کی زیبائش سب حضرت علیؑ کے دم سے ہے۔

ذہانت، حکمت، عبرت انسان اگر عقلمند ہے تو وہ ان تین چیزوں کے ذریعے ایک قطرہ سے اصل خزانہ تک رسائی حاصل کرلے گا انسان تو دنیا کی محدود زیبائش کو مکمل خوبصورتی سمجھتا ہے ذرا اس زیبائش کی اصل خزانے تک رسائی حاصل کر کے دیکھ تجھے اندازہ ہوگا یہ معمولی جمال تو عالم مادہ میں ظہور پذیر ہوتا ہے۔ یہ اصل نہیں اصل زیبائش کوئی اور ہستی ہے جس کو درک کرنے کی ضرورت ہے یہ ظاہری مادہ تک کوتاہ بین پہنچتے ہیں جب کہ عقلمند اللہ کی نشانیوں پر غور کرتے ہیں اور اصل تک رسائی حاصل کرتے ہیں۔

روایت میں ہے کہ اگر جنت کی حوروں میں سے ایک حور اس عالمِ مادی میں آجائے تو دنیا کے تمام لوگوں کے ہوش اڑ جائیں اور وہ بے ہوش ہو کر

زمین پر گر پڑیں کسی انسان کی طاقت نہیں جو اس حور کی خوبصورتی کی تاب لا سکے۔

لیکن یہ نیکوکار جنتی عورتوں کا حسن ان حور العین سے کہیں زیادہ ہوگا اور وہ ایک سولہ سالہ دوشیزہ کی مانند محشور ہوں گی۔

ایک بزرگ فرماتے ہیں۔ میں نے خواب میں ایک تابندہ صورت والی ایک حور کو دیکھا میں نے اس سے پوچھا کہ تمہارے بدن میں تابندگی کہاں سے آئی اس نے جواب دیا کہ چمک تمہارے آنسوؤں سے پیدا ہوئی ہے جو صبح وشام تم میرے حسن پر بہاتے ہو۔

جنتی میاں بیوی اور عالم محبت

شادی شدہ کوئی بھی عورت اگر بہشتی ہوگی تو اس کا شوہر بھی جنت میں ہوگا قرآن احادیث میں یہی بیان کیا گیا ہے

(ملاحظہ فرمائیں سفینۃ النجاۃ جلد ۲ صفحہ ۳۸۳)

جنت میں سوکن کا کوئی تصور نہیں ایک مرد کی زوجہ اور حور ایک دوسرے سے محبت اور انسیت رکھتے ہوں گے وہاں کا ماحول ہی یہاں کے ماحول سے مختلف ہوگا حقیقت میں روحانیت وحدت والفت ساتھ ساتھ ہوں گے یہ باتیں جزوی عقول سے ماوراء ہیں جن میں تفکر کی ضرورت ہے جو بھی بہشت میں ہوگا وہ وحدت اور محبت سے سرشار ہوگا۔

و نزعنا مافی صدورهم من غلّ اخواناً علی سُرُرٍ متقبلین

ترجمہ: اور (دنیا کی تکلیفوں سے) جو کچھ ان کے دل میں رنج تھا اس کو بھی ہم نکال دیں گے۔ (سورۂ حجر: ۴۷)

اگر کوئی مومن کسی دوسرے کا مقام جنت میں اپنے سے بلند دیکھے گا تو حسد نہیں کرے گا بلکہ خوش ہوگا اگر یہ شادکامی نہ ہو تو آزمائش اور مصائب الام سے بھری دنیا اور جنت میں کیا فرق رہے گا۔

حضرت ام سلمیٰؓ کے پہلے شوہر جنگ میں شہید ہو گئے جن کے بعد ان کا کوئی سرپرست نہ تھا حضورؐ نے ان سے نکاح کرلیا۔ حضرت ام سلمیٰؓ پیغمبر اکرمؐ سے پوچھتی ہیں یا رسول اللہؐ وہ عورتیں جو پہلے شوہر کے بعد دوسری شادی کرتی ہیں ان کا جنت میں کیا ہوگا (یعنی وہ بہشت میں کس شوہر کے ساتھ رہیں گی) تو آپؐ نے فرمایا (لھا الخیار) ان کو اختیار ہوگا کہ وہ چاہیں تو اپنے پہلے شوہر کے ساتھ رہیں چاہیں تو دوسرے شوہر کے ساتھ زندگی گزاریں۔ جناب ام سلمیٰؓ خوش ہو کر کہتی ہیں یا رسول اللہؐ یہ کیسے ممکن ہے کہ میں آپؐ کو چھوڑ دوں (بحار انوار جلد ۳)

سورۂ مومن میں مومنین حاملانِ عرش کے لئے یہی دعا درج ہے:

"بار الہا تو ہماری نیک بیویوں اور صالح اولاد کو بہشت میں ہمارے ساتھ ملحق فرما"

ربنا و ادخلهم جنّٰت عدن الّتی و عدتهم ومن صلح من آبائهم و ازواجھم و ذرّیّٰتھم انک انت العزیز الحکیم

(سورۂ مومن: آیت نمبر ۷)

اے ہمارے رب ان کو سدابہار باغوں میں جن کا تو نے ان سے وعدہ کیا ہے داخل کر اور ان کے باپ داداؤں اور ان کی بیبیوں اور ان کی اولاد میں جو لوگ نیک ہوں ان کو (بھی بخش دے)۔ بے شک تو ہی زبردست حکمت والا ہے۔

دنیا کی آرائش سے دھوکا نہیں کھانا چاہیے

آپ کو چاہیے کہ فہم و فراست سے کام لیں ہم یہ نہیں کہتے کہ اپنے مال و دولت کو اپنے سے دور کریں بلکہ ہم یہ کہتے ہیں کہ دنیا کے جال میں گرفتار نہ ہوں یعنی یہ نہیں سوچیں کہ جو کچھ ہے صرف یہ رنگین دنیا ہے اس کے علاوہ کچھ نہیں عقلمند ہمیشہ حقیقت کی تلاش میں سرگرداں رہتا ہے یہ ثروت اپنے پاس رکھیں لیکن اصل کی تلاش میں لگے رہیں۔ میں دوبارہ نہیں کہوں گا کہ یہ دنیا ایک قطرہ ہے ہم یہ نہیں کہتے اس سرسبز و شاداب دنیا سے دوری اختیار کریں جب کہ ہم یہ کہتے ہیں کہ دنیا کو اپنی ابدی آسائشگاہ تصور نہ کریں۔

حضورؐ نے فرمایا تمام دنیا کی ملکیت سے جنت میں ایک دانہ افضل ہے۔ تمام دنیا کی دولت سے جنت میں ایک بالشت بھی جگہ مل جائے تو اصل آسائشگاہ وہاں ہے۔ اس کی تلاش میں رہو۔ کوئی ایسا عمل انجام دو کہ تمہاری

آخرت سنور جائے۔ حضرت علیؑ اور تمہارے درمیان کوئی فاصلہ نہ رہے اب جب کہ تم نے دنیا دیکھ لی اب آخرت کی فکر میں لگ جاؤ۔ (سورۂ واقعہ: آیت ۶۲)

عالم ہستی تکامل کی طرف مائل ہے ہر شے جو وجود رکھتی ہے وہ اپنی جگہ برقرار ہے انسان اگر وجود سے عدم کی طرف چلا جائے تو یہ بات عالم وجود کے خلاف ہے۔ چاہئے کہ انسان موت کے ذریعے بہتر اور کامل ترین صورت اختیار کرے اور مکمل ابدی زندگی حاصل کرے نہ کہ فانی ہو جائے اور یہی عقلمندی کا تقاضا ہے اور جب یہ بات انسان سمجھ لے گا تو دنیا کی رنگینیوں کی طرف مائل نہ ہوگا۔

اور اگر انسان نے ذہانت سے کام نہ لیا تو گویا اس نے کائنات کی حکمتوں اور عبرتوں سے کوئی سبق حاصل نہیں کیا۔

ذہانت اور عقلمندی کا تقاضا یہ ہے کہ آدمی امور جزئی سے امور کلی کی طرف سفر کرے۔ آپ کو معلوم ہے کہ ہر صاحب وجود زندہ شخص کا رزق اس کے ہمراہ ہے بچہ اپنا رزق اپنے ہمراہ لے کر آتا کیا آدمی اس بات کو نہیں سمجھ رہا کہ کوئی جاندار دنیا میں ایسا نہیں جس کی روزی پروردگار عالم کے ذمہ نہ ہو۔

و ما من دآبۃ فی الارض الّا علی اللہ رزقھا

(سورۂ ھود ۱۱: آیت ۷)

ترجمہ: اور زمین پر چلنے والوں میں کوئی ایسا نہیں جس کی روزی خدا کے ذمہ نہ ہو۔

پھر انسان رزق کی فکر میں پریشان کیوں رہتا ہے یہ ہو سکتا ہے کہ کبھی اس کو رزق کم میسر ہو کبھی زیادہ۔ ممکن ہے عمر کے آخری حصہ میں اس کی زندگی میں خوشحالی آئے۔ بعض لوگ قحط سے ہلاک ہو جاتے ہیں اس کا یہ مطلب ہر گز نہیں کے ان کو رزق نہیں پہنچتا بلکہ کیونکہ ان کی موت کا وقت قریب آ چکا تھا اس لئے رزق ان کے حلق سے اتارنا ان کے لئے ممکن نہ تھا۔ عاقل شخص کبھی بھی رزق کے لئے فکر مند نہیں ہوتا اگر وہ صاحب عقل و حکمت و عبرت ہوگا تو وہ مادیت میں معنویت کو تلاش نہیں کرے گا اور امور کلی کی جانب قدم بڑھائے گا۔

ہر شخص جانتا ہے کہ جو شئی کو خلق کرتا ہے وہ اس کو چلانے والا بھی اس کا خالق ہوتا ہے تمام امور اس کے ذمہ ہوتے ہیں تمہارا خالق بھی پروردگار ہے اور مالک و رازق بھی تمہارا پروردگار ہے۔

قرآن میں خدا نے قسم کھائی ہے کہ آسمان و زمین کے پروردگار کی قسم تمہارا رزق تمہارے پروردگار کے ذمہ ہے (سورۂ ذاریات: آیت ۲۲،۲۳) لہٰذا تم حیوانات کی مانند اپنے پروردگار سے غافل نہ ہو بلکہ اپنے پروردگار کا نمک حلال کرو۔

اصفہان کے مسخرے باز اور مرحوم علامہ مجلسی اول:

ایک حاجی مومن جو علامہ مجلسی کے عقیدت مندوں میں سے تھے ان

کے محلے میں ایک مرتبہ چند گانے بجانے والے مسخرے بازوں نے ان کے محلہ میں ڈیرہ ڈالا اور ان مومن سے کہا آج رات ہم آپ کے گھر آئیں گے اور اپنے فن کا مظاہرہ کریں گے حاجی مومن نے ایک طرف تو یہ سوچا اگر یہ لوگ ان کے گھر آگئے تو اپنے آلات غنا ولہو ولعب کے ہمراہ آئیں گے اور مشغول فسق و فجور ہوں گے دوسری طرف اگر ان کو منع کیا جائے تو یہ حاجی مومن کے لئے دردسر بن جائیں گے اور اس کے لئے مصیبت کھڑی کردیں گے۔ آخرکار وہ مرحوم آقائی مجلسی کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اپنی مجبوری بیان کی۔ آقائی مجلسی نے فرمایا ان کو آنے دو میں بھی آج رات تمہارے گھر آجاؤں گا (یعنی گانے بجانے والے بعض نام نہاد مقدس لوگوں سے بہتر ہیں جو مغرور نہیں ہوتے بلکہ نصیحت کو غور سے سنتے ہیں۔ لیکن بعض مقدس لوگ نصیحت کو قبول نہیں کرتے۔ ان کا غرور ان کو ہلاک کردیتا ہے۔ اور بعض لہو ولعب والوں کو ان کی عجز وانکساری نجات دیتی ہے) مرحوم مجلسی ان مسخرے بازوں کے آنے سے پہلے ہی اس مومن کے گھر پہنچ گئے جب وہ گانے بجانے والے آئے اور انہوں نے دیکھا آقائی مجلسیؒ ان کے لئے وبال بنے بیٹھے ہیں۔ وہ سمجھ گئے کہ جب تک یہ موجود رہیں گے تو ہم اپنا کام نہیں دکھا سکتے چنانچہ انہوں نے یہ طے کیا کہ کچھ ایسی باتیں کی جائیں جو آقائی مجلسیؒ کو ناگوار گزریں اور وہ یہاں سے چلے جائیں اور وہ آزادی سے لہو لعب میں

مشغول ہو جائیں۔ انہوں نے آقائی مجلسیؒ سے پوچھا کہ آغا آخر ہمارے گفتار و کردار میں آپ کو کیا عیب اور خامیاں نظر آتی ہیں جو آپ ہم پر اعتراض کرتے ہیں۔ آقائی مجلسی نے فرمایا تم لوگوں کے اندر کون سی خوبیاں ہیں جن کی تعریف کی جائے اس نے کہا ہم میں ہزار عیب سہی لیکن ہم نمک شناس ہیں اگر ہم کسی کا نمک کھائیں تو اس کے ساتھ کبھی بھی خیانت نہیں کرتے اور آخر عمر تک اس کے احسان کو یاد رکھتے ہیں۔ آقائی مجلسیؒ نے فرمایا یہ بہت اچھی صفت ہے لیکن یہ خوبی تم لوگوں میں نظر نہیں آتی! اس گانے والے نے کہا آپ اصفہان میں کسی سے بھی پوچھ سکتے ہیں ہم نے اس کا نمک کھایا ہو اور اس کے ساتھ کوئی برائی کی ہو۔

آقائی مجلسیؒ فرمانے لگے میں گواہی دیتا ہوں کہ تم نمک حرام ہو تم اپنے ربّ کے ساتھ کیا سلوک کرتے ہو؟ اے خدا کی نمک کھانے والو! اور نمک کھا کر اس کا نمک داں توڑنے والوں اس خدا کی نعمات سے بہرامند ہونا اور ان سے فائدہ حاصل کرنا اور سرکشی کرنا اور اپنی خواہشات کی پیروی کرنا کیا نمک حرامی نہیں ہے؟

کیونکہ آقائی مجلسیؒ کی یہ گفتگو واقعیت اور حقیقت پر مبنی تھی ان کی باتوں سے وہ (مسخرے باز نہ کہ مغرور و مقدس) لوگ متاثر ہو کر اور سر جھکا کر اس طرح بیٹھ گئے جیسے کسی گناہگار کا سر اس کے بوجھ سے جھک جاتا ہے واقعاً

ایسے لوگ مبارک باد کے مستحق ہیں۔ ان مقدس لوگوں کے برعکس جو اپنے عبادات پر غرور کرتے ہیں۔

سب نے اپنے سر نیچے جھکا دیئے اور ایک لفظ نہیں کہا۔ کچھ دیر سکوت طاری رہا تھوڑی دیر بعد وہ لوگ اٹھ کر چلے گئے اور دوسرے دن آقائی مجلسیؒ کے گھر پہنچے اور کہا آقا گذشتہ رات آپ نے ہمارے دلوں کو جلا ڈالا اور ہمارے عیبوں سے ہمیں آگاہ کر دیا ہم اپنے کئے پر شرمندہ ہیں۔ ہمیں معاف فرمائیں علامہ مجلسیؒ نے ان سب کی معذرت قبول کی اور انہیں توبہ کی تلقین کی۔

کبھی ہم نے سوچا

ہم پوری عمر اپنے پروردگار کی کتنی نمک حرامی کرتے ہیں خدا کی نعمات کا اپنی آنکھوں سے مشاہدہ کرتے ہیں یہ زندگی کی نعمت، عقل کی نعمت اور دیگر نعمات کو ہم نے فراموش کر دیا ہے۔ آیئے یہ رمضان کا مہینہ ہے خانۂ خدا میں جو لغزشیں ہوئیں اور جو خیانتیں ہم سے سرزد ہوئی ہیں پروردگار کے حضور اظہار شرمساری کریں۔

✿✿✿✿✿
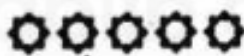
تقریر ۱۴

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم

ولایت اور امامت پر یقین

آج نیمۂ رمضان ہے اور بنا بر روایتِ صحیح شیعہ و سنی آج ولادت باسعادت امام دوم حسن مجتبیٰؑ ہے جو کہ تین یا چار ہجری کو مدینہ میں متولد ہوئے تھے اسی مناسبت سے آج ہماری بحث ولایت اور امامت پر یقین کے بارے میں ہوگی۔

ہم نے بیان کیا کہ آپ ایمان و یقین کے دوسرے ستون ہیں یقین توحیدِ افعالی الٰہی تا عقیدۂ آخرت۔

یقین کا ایک شعبہ جس کی تحصیل ہر مسلمان پر واجب ہے امامت ولایت پر یقین رکھنا ہے اور ان بارہ انوار طیبہ کی پیروی اور محبت واجب ہے اور ان انوار پاکیزہ کے پہلے نور پاک حضرت علیؑ ابن ابی طالبؑ اور جن کا آخر حجۃ ابن الحسنؑ۔ واجب ہے کہ ان ہستیوں پر ایمان پختہ ہو کہ یہ عقیدہ متزلزل نہ ہونے پائے۔ دیکھا گیا ہے کہ بعض ایسے بے یقینی کی کیفیت کے حامل مسلمان اسلامی (غیر شیعہ) ممالک جاتے ہیں یا ان کا عقیدہ متزلزل ہے یا ان کو کوئی شیطانی شبہ عارض ہو جاتا ہے جس سے وہ متاثر ہو جاتے ہیں۔

حضرت علیؑ خدا کی طرف سے ولی ہیں

مثال کے طور پر آپ لوگ کہتے ہیں اشھد ان علیا ولیّ اللّٰہ حالانکہ اللہ کسی ولی کا محتاج نہیں ہے

ولم یکن له ولیّ من الذلّ و کبّره تکبیرا (سورہ اسراء ۱۷: آیت ۱۱۱)

ترجمہ: اور نہ اسے کسی طرح کی کمزوری ہے کہ کوئی اس کا سرپرست ہو اور اس کی بڑائی اچھی طرح کرتے رہا کرو۔

اور نہ ہی اس کا کوئی سرپرست ہے۔ آپ کہتے ہیں علیؑ خدا کے ولی ہیں لیکن خدا کا کوئی ولی و سرپرست نہیں ہے۔ یہ سادہ لوح طبقہ اس بات کی تصدیق کرتا ہے ہم یہ کہتے ہیں کہ آیئے ذرا پوچھئے جو کہتا ہے اشھد ان علیا ولی اللہ اس کا مطلب یہ نہیں معاذ باللہ کہ علیؑ خدا کے سرپرست ہیں لعنت ہو اس پر جو یہ عقیدہ رکھے؟ کہتے ہیں علیؑ اللہ کی طرف ولی ہیں وہ مومنین پر ولی و سرپرست ہیں خدا نے ان کو مومنین پر ولایت عطا کی ہے۔ ولی اللہ ولایت الٰہی کا مظہر ہوتا ہے یہاں ولایت بھی محبت ہے حضرت علیؑ ابن ابی طالبؑ تمام اولیا کے سردار ہیں۔

شیعہ وضو کے وقت پاؤں کیوں نہیں دھوتے

جب مومن یقین کی منزل تک نہ پہنچے تو شبہات اس کے عقیدہ کو

متزلزل کردیتے ہیں۔ اس جاہل آدمی کی طرح جو یہ کہتا ہے کہ سنیوں کا طور طریقہ میرے نزدیک شیعوں کے طریقۂ وضو سے بہتر ہے کیوں کہ وہ لوگ وضو کے وقت پاؤں دھوتے ہیں جب کہ شیعہ ایسا نہیں کرتے اور بدبودار پاؤں لے کر مسجد میں داخل ہوجاتے ہیں اس لحاظ سے وضو کے مسئلے میں سنی صحیح ہیں اور شیعہ غلط ہیں۔ یہ کتنی بڑی جہالت کی بات ہے شیعہ مسح کے بارے میں جو کہتے ہیں وہ از روئے قرآن واہلبیتؑ ہے قرآن میں یہ ہے کہ: وامسحوا برءوسکم وارجلکم الی الکعبین

(سورۂ مائدہ: آیت نمبر ۸)

ترجمہ:۔ اور اپنے سروں کا اور ٹخنوں تک پاؤں کا مسح کرو۔

معصومینؑ نے بھی اسی طرح تاکید فرمائی لیکن ان لوگوں نے امام شافعی اور امام ابوحنیفہ کے مسئلہ کو لے لیا وہ کہتے ہیں (وارجلکم، بفتح، عطف بہ فاغسلوا) اپنے پیروں کو دھولیں۔ ہم ظاہر قرآن اور فرامینِ اہلبیتؑ کے تابع ہیں جب کہ وہ لوگ امام بوحنیفہ کے تابع ہیں۔

پاؤں کا دھونا اگرچہ صفائی اور پاکیزگی کا جز ہے لیکن یہ غیر از وضو ہے۔ وضو ایک عمل خاص ہے جس سے طہارت معنوی ہوتی ہے نہ طہارت ظاہری۔ ممکن ہے کسی کی پیروی کرتے ہوئے بدن کے بعض حصوں کی صفائی ہوجائے۔ صابن وغیرہ سے دھونے سے لیکن ہم یہ کہیں گے صابن کے ذریعے

وضو کیا گیا ہے۔ وضو اس طریقہ سے انجام دینا چاہئے جیسا کہ فرمایا گیا ہے تا کہ اطاعتِ امر مولاً حاصل ہو جائے اور حدث برطرف ہو جائے اور غسل کا حکم اس لئے ہے کہ کثافت معنوی دور ہو جائے۔

لہٰذا اگر کوئی شخص واجب غسل اس نیت سے کرے کہ اس کا جسم صاف شفاف ہو جائے تو اس کا غسل باطل ہے یا وضو صفائی کی نیت سے کرے تو اس کا وضو صحیح نہیں ہے۔ جسم کا ظاہری طور پر پاک صاف ہونا علیحدہ چیز ہے النظافه من الایمان ہر مسلمان پر لازم ہے کہ وہ اپنے بدن کو صاف ستھرا رکھے۔ خاص طور پر مسلمانوں کے اجتماع یا مسجد میں جائے تو خوشبو لگا کر جائے۔ ان چیزوں سے وضو کا کوئی تعلق نہیں تم جو یہ کہتے ہو کہ غیروں کا یہ عمل درست ہے۔ میرے عزیز پاؤں کے دھونے میں اور وضو میں مسح کرنے میں بہت فرق ہے۔ پاؤں دھونا اچھی بات ہے دن رات دھوئیں۔ لیکن کیا اس سے طہارت معنوی حاصل ہو جائے گی؟ یہ بات درست نہیں ہے۔

کلیجی فروش کی موت اور پیسوں کی تھیلی

چاہئے کہ یقین کی منزل حاصل کریں تا کہ شک وشبہ میں مبتلا نہ ہوں سب سے بدتر موت وہ ہے کہ انسان کا دم ایمان کامل کے بجائے شبہ کی حالت میں نکلے۔ ایک کلیجی فروش تھا اس نے پرانے زمانے کے سترہ قران (ایران کے پرانے زمانے کے سکے) ایک تھیلی میں جمع کر رکھے تھے اور وہ

ان پیسوں کی تھیلی کو بہت حفاظت سے بھی رکھتا تھا۔ جب اس کی موت کا وقت آیا تو حالتِ احتضار میں اس کو تلقین پڑھانا شروع کی گئی۔ وہ شہادتین پڑھ کر رک جاتا جب اس سے کہتے پورا کلمہ پڑھو یعنی اشهد ان عليا والائمة احد عشر من ولده حجج الله "میں گواہی دیتا ہوں کہ علیؑ اور ان کے گیارہ فرزند حق پر ہیں اور ان کی اطاعت ہم پر فرض کی گئی ہے۔" جس قدر اس کو یہ کلمہ پڑھنے کی تلقین گئی وہ پڑھ نہ سکا۔ خوش قسمتی سے اس کی طبیعت سنبھل گئی پروردگار نے اس کی موت کو ٹال دیا اور اسے مہلت عطا کردی۔ بعد میں لوگوں نے اس سے پوچھا تم نے ولایت کی شہادت پر خاموشی کیوں اختیار کی جب کہ تم تو زندگی بھر علیؑ اور حسینؑ کا دم بھرتے رہے ہو؟ اس نے کہا کہ بات دراصل یہ ہے کہ میں نے حالت احتضار کے وقت دیکھا کہ ایک شخص میرے پیسوں کی تھیلی لئے کھڑا ہے اور کہہ رہا ہے اگر تم نے یہ کلمہ پڑھا تو میں یہ سارے پیسے ضائع کردوں گا کیوں کہ میں اس پیسوں کی تھیلی کو دل و جان سے زیادہ دوست رکھتا ہوں اس وجہ سے میں یہ کلمہ نہیں پڑھ رہا تھا۔

ایمان کی پختگی کے لئے دعائے حزین

جب انسان یقین کی منزل تک نہیں پہنچتا ہے تو نتیجتاً ایک معمولی فعل اس کو گمراہ کردیتا ہے۔ خدا نہ کرے کہ مال و متاع و جاہ و دنیا دل میں گھر نہ کرلے۔ اس کا انجام بالآخر خطرناک ہے یا مقلب القلوب ثبت قلبي على

دینک یہ وہ دعا ہے جو امام جعفر صادقؑ نے تعلیم فرمائی ہے۔ مولاؑ فرماتے ہیں آخری زمانہ میں انسان صبح دین پر ہوگا شام کو بے دینی اسے گھیرے گی۔ راوی نے عرض کی یا ابن الرسول اللہؐ اس زمانے میں ہوں تو کون سا عمل ہمیں اس کیفیت سے بچا سکتا ہے آپؑ نے فرمایا: ''علیکم بالدعاء الحزین''

یا اللہ یا رحمن یا رحیم یا مقلب القلوب ثبت قلبی علی دینک .

(مفاتیح الجنان)

ترجمہ: ''اے بے حد مہربان نہایت رحم والے پروردگار اے دلوں کو مقلب کرنے والے میرے دل کو اپنے دین پر ثابت رکھ''

آج امام حسنؑ کی ولادت کا دن ہے ہمارا ایمان ہونا چاہئے کہ آپؑ امام دوم ہیں۔ آپؑ کی اطاعت ہم پر واجب ہے۔ آپ سلسلۂ ہدایت کے بارہ آئمہ میں سے دوسرے جانشین پیغمبرؐ ہیں جو کشتی نجات ہیں۔ صرف یہی نہیں بلکہ امام حسینؑ کو بھی یاد کریں بے شک آقا مظلوم تھے اور ہم سب ان کے عزادار ہیں بلکہ آپ پر واجب ہے کہ یہ جانیں یہ ہستیاں خلقِ خدا کے لئے چراغ ہدایت ہیں کہ یہ وہ انوار الٰہی ہیں جن کے نور کی روشنی میں لوگ راہِ ہدایت پر گامزن ہیں۔ ان کی ہدایت سے صراط مستقیم پر چلتے ہیں۔ یہی راہِ سعادت کے ہادیاں برحق ہیں۔ یعنی مولا علیؑ کے بعد آپؑ کے گیارہ فرزند لوگوں کے لئے صراطِ مستقیم کی حیثیت رکھتے ہیں جو کوئی بھی ان کے راستے

سے انحراف کرے گا وہ حقیقی اسلام سے دور ہو جائے گا۔

یوم حساب اور خلق خدا کی جزاء

یہی ہستیاں خدا تک رسائی کا ذریعہ ہیں یہی شفاء روز جزاء ہیں جب روز قیامت یہی ہستیاں مخلوق کا حشر برپا کریں گی یہی معصومینؑ سلاطین برزخ و روز قیامت ہیں جو بہشتی کو جنت میں جگہ دلوائیں گے اور جہنمی کو دوزخ میں ڈلوائیں گے

القیا فی جھنم کل کفار عنید

ترجمہ: (تب حکم ہوگا کہ) تم دونوں ہر سرکش ناشکرے کو دوزخ میں ڈال دو۔

(سورۂ ق ۵۰: آیت نمبر ۲۴)

پروردگار عالم خالقِ کلِ مخلوق ہے جسم و شکل نہیں رکھتا وہ یقیناً کسی کے ذریعہ حساب و کتاب کروائے گا پس اس کام کے لئے کچھ ہستیاں ایسی ہونا چاہئے جو صفات الٰہی کی مظہر ہوں جو عدل و حکومت الٰہی کا اجراء کریں جو ہر فرد کا حساب و کتاب برپا کریں اور وہ ہستیاں اسد اللہ غالب علیؑ ابن ابی طالبؑ اور ان کے گیارہ فرزندوں کی ذوات مقدسہ ہیں۔

قسیم جنت و نار یعنی جنت و دوزخ کو تقسیم کرنے والے ملائکہ کے سردار جو اس بات پر مامور ہوں گے کس کو جہنم میں کتنے عرصہ تک رکھا جائے یہاں تک کہ مومنین کے ساتھ حوروں کی شادی کرنے والے بھی حضرت علیؑ

ہوں گے" السلام علی نعمۃ اللہ علی الابرار و نقمۃ علی الفجار "

وہ آقا و مولاً جن کی محبت خدا اپنے لطف کرم سے جس کے دل میں چاہتا ہے ڈال دیتا ہے ہر وہ شخص جس کے دل میں حب آل محمدؐ جگہ کرے اگر اس کے دل میں یہ خیال پیدا ہو کہ محبت اہلبیتؑ سے بڑھ کر بھی کوئی نعمت ہے تو وہ غلطی پر ہے۔ حب آل محمدؐ ایک ایسا سرمایہ ہے یہ جس کے پاس ہوگا وہاں ایمان، یقین، زہد و تقویٰ ہر چیز موجود ہوگی۔ سچ تو یہ ہے کہ دولت، شہوت خواہشات کی جگہ حب علیؑ و آل علیؑ ادراک کریں تو دل میں ایک وجد کی کیفیت محسوس کریں گے اسی طرح جب محمدؐ و آل محمدؐ کا نام لیا جاتا ہے آپ ان کے فضائل سماعت فرمائیں تو ان کے ذکر کے سرور سے دل میں ایک وجد سے پیدا ہو جاتا ہے۔ اسے کہتے ہیں حقیقی محبت۔

حضرت علیؑ کو سلام کرنے کا بے انتہاء فائدہ ہے

پیغمبر اکرمؐ کی بزم میں ایک صحابیؓ کو لائے اور اس کے بارے میں پیغمبرؐ کو بتایا کہ وہ سفر تجارت سے لوٹا ہے اور بے حد منافع حاصل کر کے آیا ہے اور اس نے اپنا ڈھیروں مال تجارت فروخت کر کے فائدہ حاصل کیا ہے۔ آپؐ نے فرمایا ابھی ایک اور شخص مسجد میں داخل ہو رہا ہے اس نے جو تجارتی معاملہ کیا ہے اس میں دوسرے لوگوں سے زیادہ منافع کمایا ہے تمام اصحابؓ، مسجد کے دروازے کی جانب چلنے دیکھا کہ ایک شخص کو پیغمبر اکرمؐ کے پاس لایا

گیا حضورؐ نے اس سے پوچھا آج تم نے تجارت کا کون سا کام انجام دیا ہے۔ اس نے جواب دیا یارسول اللہؐ آج میں نے کوئی کاروبار نہیں کیا جس کا تذکرہ کیا جائے۔ آپؐ نے فرمایا ایسا نہیں ہوسکتا کہ تم نے کوئی کام انجام نہ دیا ہو۔ اس نے کہا آج میں صبح بازار جلدی چلا گیا دیکھا ابھی بازار کھلنے میں وقت ہے سوچا اپنے مولا علیؑ کی بارگاہ میں سلام عرض کردوں۔ بس میں مولاؑ کے حضور گیا تھا۔ جی ہاں اس نے جو فائدہ حاصل کیا تھا وہ مال تجارت سے کئی ہزار گنا زیادہ تھا۔ جس کے دل میں حب اہلبیتؑ ہو، آیا کسی اور چیز کی محبت اس کے دل میں جاگزین ہوسکتی ہے؟ آیا اس سے بہتر کوئی تجارت ہے اس سے بہتر کوئی معاملہ ہے؟ ان کی محبت امن کے قلعے کی مانند ہے جو کہ پروردگار عالم کا مضبوط قلعہ ہے؟

ولایۃ علیؑ ابن ابی طالبؑ حصنی فمن دخل حصنی امن من عذابی

(عیون اخبار رضاؑ)

ترجمہ: ''پروردگار عالم کہتا ہے علیؑ ابن ابی طالبؑ کی ولایت میرا قلعہ ہے جو اس قلعہ میں داخل ہوگیا وہ میرے عذاب سے محفوظ ہوجائے گا۔''

کوئی وسوسہ کوئی شک اس دل میں پیدا ہو ہی نہیں سکتا جس دل میں اہلبیتؑ کی محبت ہو۔

بشرطیکہ حب کامل ہو محبت کم نہ ہونے پائے شیطان کی کیا مجال جو

دوست دار اہلبیتؑ کے دل میں پنجہ گاڑے۔ اگر ان کی محبت دل میں مرکوز ہو اور شیطان نزدیک آنا بھی چاہے تو تڑپ کر الٹے پیروں واپس چلا جائے گا۔

پیروی محبت کا لازمہ ہے

پیروی محبت کا لازمی نتیجہ ہے اگر کوئی اہلبیتؑ کی محبت کا دم بھرتا ہے اور ان کا دوست دار ہونے کا دعویٰ کرتا ہے تو ان کی پیروی کرنے میں اسے کوتاہی نہیں کرنا چاہیے۔ وہ حضرات جو علیؑ علیؑ اور حسینؑ حسینؑ کرتے ہیں نہ صرف یہ کہ اپنی دنیاوی حاجات کے لئے انہیں یاد کریں بلکہ ان کی معرفت حاصل کریں صرف زبان سے دعویٰ کافی نہیں ہے بلکہ یہ کہیں۔ اے میرے آقا و مولاؑ جو بھی آپؑ کا فرمان ہے میں اسے بجالاؤں گا زیارت جامعہ میں یہی تو پڑھتے ہیں۔

سلم لمن سالمکم وحرب لمن حاربکم ، مطیع لکم ....

ترجمہ: ''اور میری صلح اس سے جس کی آپؑ کے ساتھ ہے اور میری جنگ اس سے ہے جس سے آپؑ کی جنگ اور میں آپؑ کا فرمانبردار ہوں۔''

میں آپؑ کے حکم کا غلام ہوں۔ کیونکہ پروردگار عالم نے آپؑ کو اولوالامر قرار دیا ہے اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول واولی الامر منکم

ترجمہ: اللہ کی اطاعت کرو رسول کی اطاعت کرو اور صاحبان امر کی اطاعت کرو۔ (سورۂ نساء: آیت نمبر ۵۹)

کوئی ان ہستیوں کی معرفت حاصل کر کے ان بارہ انوار طیبہ کو امام، حجت خدا کشتی نجات، صراط مستقیم، مضبوط قلعہ مانے تو اس کی موت معطر و باسعادت موت ہوگی۔ لیکن اگر وہ راہِ سعادت کو نہ اپنائے صرف آلِ محمدؐ کو صدق دل سے دوست رکھتا ہو علیؑ و حسینؑ کا نام سن کر وجدانی کیفیت اس پر طاری ہو جاتی ہو اور ان کی محبت میں اسے موت آجائے تو وہ بھی آخرت میں نجات والوں میں شمار کیا جائے گا۔

موت سے قیامت تک اور آخرت میں شفاعت حاصل کرنا

ایک روایت میں آپ کے سامنے بیان کرتا ہوں راوی نے امام جعفر صادقؑ کی خدمت میں عرض کی مولاؑ! آپؑ اور آپؑ کے پدر بزرگوار نے بار بار یہ فرمایا ہے ہمارے شیعہ اور ہمارے دوست سب کے سب بہشت میں جائیں گے۔ آپؑ نے فرمایا میں اب بھی یہی کہتا ہوں راوی نے عرض کیا جب کہ ان کے گناہ زیادہ ہوں گے تب بھی وہ جنت میں داخل کئے جائیں گے۔ آپؑ نے فرمایا بے شک سب کا حساب و کتاب ہمارے سامنے ہوگا جو بھی علیؑ کا دوست ہے وہ جنت میں جائے گا لیکن برزخ سے لے کر قیامت برپا ہونے تک مجھے تمہارے بارے میں خوف ہے۔

(بحار الانوار جلد ۳)

پتہ نہیں برزخ میں کیا حال ہو۔ کتنا طویل برزخ ہوگا اس کے بعد

قیامت برپا ہوگی۔ فشار قبر سے اللہ کی پناہ ہو اور برزخ کے عذاب سے اللہ ہمیں بچائے۔

ایک اور روایت بیان کرتا ہوں۔ بحار الانوار جلد ۶ میں ایک شیریں داستان ہے جسے کشفِ الغمہ نے بھی نقل فرمایا ہے جو عفراء جن کے بارے میں ہے جنوں میں بھی انسانوں کی طرح مومن اور کافر ہوتے ہیں۔ یہاں تک کہ نصرانی اور دہریے جن بھی ہوتے ہیں۔ ایک مومن جن جس کا نام عفراء تھا پیغمبر اکرمؐ کی خدمت میں مدتوں بعد حاضر ہوا۔ جب وہ آیا تو آپؐ نے اس جن سے پوچھا کہ تم بہت عرصے بعد آئے ہو اتنے عرصے کہاں رہے۔ اس نے کہا میں اپنے ایک مومن دوست سے ملاقات کے لئے گیا ہوا تھا۔ آنحضرتؐ نے اس کو ایک عجیب و غریب بشارت دی آپؐ نے فرمایا پروردگار عالم نے جنت میں ایک ایسا مقام بنایا ہے اس مقام میں ستر ہزار قصر ہیں ہر محل میں ستر ہزار کمرے ہیں اور یہ محلات اور کمرے ان لوگوں کے لئے ہیں جو صرف خدا کی خاطر دوسروں کو دوست رکھتے ہیں۔ اے علیؑ کے چاہنے والو جو سادات اکرام کو خدا کی خاطر دوست رکھے گا۔ اس کے لئے جنت کے محلات کی بشارت ہے۔

پھر آپؐ نے فرمایا تم نے اپنے سفر کے دوران کیا عجائب دیکھے۔ اس نے کہا بہت سارے عجائبات دیکھے۔ آپؐ نے فرمایا سب سے زیادہ عجیب

بات کیا دیکھی۔ اس نے کہا دریائے اخضر میں شیاطین کے سب سے بڑے سردار ابلیس کو اس حالت میں دیکھا کہ اس کے دونوں ہاتھ آسمان کی طرف بلند تھے اور وہ یہ کہہ رہا تھا۔

انی اذاکان یوم القیامة وادخلتنی النار و ابررت قسمک فانی اسئلک بحق محمدؐ و علیؑ و فاطمہؑ و الحسنؑ والحسنینؑ بمانجیتنی (بحارالانوار جلد ۶)

''خدایا! قیامت کے روز تو نے مجھے جہنم میں ڈالنے کی قسم کھائی ہے جب تو اپنی قسم پر عمل کرے گا تو تجھے قسم حق پنجتن کی ان ہستیوں کے صدقے میں مجھے جہنم سے نجات دے دینا۔'' عفراء جن کہتا ہے میں اس کے پاس گیا یہ کون سی ہستیاں ہیں جن کا تو واسطہ دے رہا تھا اور ان کی برکت سے نجات کا طلبگار ہے ابلیس نے کہا حضرت آدمؑ کی خلقت سے چھ ہزار سال قبل میں نے عرش الٰہی پر محمدؐ، علیؑ، فاطمہؑ، حسنؑ، حسینؑ کے نام لکھے ہوئے دیکھے تھے، اسی وقت سمجھ گیا تھا کہ یہ لوگ خدا کے نزدیک تمام مخلوقات عالمین سے افضل اور محترم ہستیاں یہی پنجتن ہیں۔ لہٰذا میں امیدوار ہوں کہ ان کی برکت سے کل روز قیامت میں نجات پا جاؤں۔''

(والیقین ن۔ب صفحہ ۸۱۳)

حضورؐ نے اس جن سے فرمایا:

لو ان اهل الارض اقسمو اللہ بهم لا ستجاب لهم

اگر اہلِ زمین ان لوگوں کا دامن تھام لیں تو خدا نے قسم کھائی ہے کہ ان کی برکت سے میں ان کی دعا قبول کروں گا البتہ ابلیس، صاحب ایمان نہیں ورنہ ان کا معمولی توسل فائدہ پہنچائے گا۔

ہمارے ہاتھ اور تیری بخشش وعطا

عقاب کی سختی جو مجھے درپیش ہے انہی ہستیوں کے ذریعے آسان ترین ہو جائے گی۔ مولا علیؑ قدرتِ خدا کا مظہر ہیں علیؑ کے ذریعہ خدا کی مدد حاصل ہوگی خدا جس کو چاہے گا علیؑ کے ہاتھوں بلند کرے گا جو کوئی جنت میں داخل ہوگا وہ علیؑ کی اجازت سے جنت میں داخل ہوگا۔

آپؑ نے فرمایا کہ جہاں بھی دوستان آلِ محمدؐ ایک جگہ جمع ہو کر ذکر آلِ محمدؐ کرتے ہیں ملائکہ ان کے گرد جمع ہو جاتے ہیں جب یہ لوگ کوئی دعا مانگتے ہیں تو ملائکہ آمین کہتے ہیں اور یہ کہتے ہیں کہ پروردگار ان کی دعا کو قبول فرما پس آیئے ہم سب مل کر دعا کریں:

اللهم انا نسلک بحق محمدؐ و علیؑ و فاطمہؑ والحسنؑ والحسینؑ والائمة المعصومینؑ من ولدالحسین نسئلک العفو والعافیة والمعافاة ....

''خدایا ہماری توبہ اسی طرح قبول فرما جس طرح تو نے ان انوار طیبہ

کی برکت سے حضرت آدمؑ کی توبہ قبول فرمائی تھی۔ہم بھی ان پنجتن پاک کے نور کے صدقے میں یہ التجا کرتے ہیں کہ ہمارے گناہوں کو معاف فرما ہم میں سے جو جو حاجتیں رکھتے ہیں جو محبت اور ولایت اہلبیتؑ کا دم بھرتے ہیں ان کی حاجتوں کو پورا فرما۔

٭٭٭٭٭
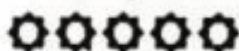
تقریر ۱۵

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

والیقین منها علی اربع شعب:

علی تبصرة الفطنة

وتاوّل الحکمة

وموعظة العبرة

وسنة الاوّلین.

ترجمہ: "یقین کی چار شاخیں ہیں:

(۱) روشن نگاہی (۲) حقیقت رسی (۳) عبرت اندوزی اور (۴) اگلوں کے طور طریقے۔"

(نہج البلاغہ کلمات القصار نمبر ۳ سے اقتباس)

شرح صدر کی نشانیاں

ہم نے کہا ایمان کا دوسرا استون یقین ہے۔ یقین ایک ایسا نور ہے جو پروردگار کی جانب سے بندے کے قلب کو منور کردیتا ہے اس کی تعبیر روایت میں شرح صدر سے کی گئی ہے۔ مجمع البیان اور اس کے علاوہ کتب احادیث وتفاسیر میں درج ہے کہ حضرت خاتم الانبیاء محمد مصطفیٰؐ سے پوچھا گیا کہ شرح صدر سے کیا مراد ہے؟ رسول خداؐ نے فرمایا شرح صدر ایک

نور ہے جو قلب کے پیچھے واقع ہوتا ہے جس کی حقیقت کوئی نہیں سمجھتا پوچھا گیا یارسول اللہؐ ھل فی ذالک علامۃ "اس کی کوئی علامت یا نشانی ہے؟" آیئے دیکھیں آیا یہ نور ہمارے دل میں کوئی چمک پیدا کرتا ہے۔

رسول خداؐ نے جو اس کی نشانی بتائی ہے اپنے اندر نہیں اس کا جائزہ لینا چاہئے اور اس کی تطبیق کرنی چاہئے۔

التجافی عن دار الغرور والانابة الی دار الخلود والاستعداد للموت قبل حلول الفوت (تفسیر مجمع البیان)

ہر وقت تمہارا حال ایسا ہونا چاہئے دنیا کہ یہ دنیا جو غرور تکبر کا گھر ہے اس کی خواہشات ولذات سے الگ تھلگ رہو۔ جب بھی تمہارا دل اس دنیا کی طرف مائل ہو تو آخرت کا خوف پیش نظر رہے۔ یہ تصور ہو کہ بعد از مرگ میرا حشر کس کے ساتھ ہوگا میں کس گروہ سے تعلق رکھتا ہوں میں اصحاب یمین میں سے ہوں یا اصحاب شمال میں سے۔ مجھ سے پہلے کے لوگ اور میرے قرابت دار کہاں اور وہ لوگ کہاں؟ یہ نور، یقین کی علامت ہے یہ مادی زندگی کے لوازمات اس کے نزدیک اہمیت نہیں رکھتے مال کی کمی اور زیادتی جس نے انسان کو آلودہ کیا ہوا ہے۔ جھگڑے فساد معمولی دولت پہ جنگ و جدال کرنا انسان کا بچپنا ہے جو تاریکی دل کا باعث ہوتی ہے۔ اگر انسان کے قلب میں نور آجائے تو انسان روشن فکر ہو جاتا ہے یہ چیزیں اس کے لئے کھیل کا میدان

معلوم ہوتی ہیں رشتہ دار معمولی چیزوں پر ایک دوسرے سے جدا ہو جاتے ہیں۔ یہ قطع رحمی اس دنیا کو اہمیت دینے کے مترادف ہے۔ یہ انسان کا بچپنا ہے جیسے بچپنے میں معمولی چیزوں پر کھیل کے میدان میں ایک دوسرے سے جھگڑتے ہیں۔

شیشے کے فانوس پر ایک طویل مقدمہ

آج سے تیس سال قبل ایک وکیل نے بیان کیا کہ ہندوستان میں تقسیم ہند سے قبل کی بات ہے جب یہ تین ممالک یعنی ہندوستان، پاکستان اور بنگلہ دیش الگ اور آزاد نہیں ہوئے تھے اور انگریزوں کے زیر تسلط تھے۔ ہندوستان کی ایک حصے کی ریاست کے نواب صاحب کی وراثت کا ایک عجیب مقدمہ دس سال تک لڑا گیا نواب صاحب کے انتقال کے بعد طرفین نے دس سال تک مقدمہ لڑا اور اس پر بھاری رقم خرچ ہوئی۔

بالآخر دس سال بعد ایک مقدمہ کی فائل حتمی فیصلے کے لئے لندن بھیجی گئی اور فائل جب چیف جسٹس کی نظر سے گزری اس نے بغور مطالعہ کیا تو معلوم ہوا کہ ایک فانوس پر تنازع ہے۔ اس نے فیصلہ کیا کہ ہندوستان جا کر دیکھوں کہ وہ کونسا انوکھا فانوس ہے جس کی وراثت پر اتنے عرصے جھگڑا رہا اس کا خیال تھا کہ وہ کوئی اہم فانوس ہوگا جس کی کوئی حیثیت ہوگی چنانچہ وہ ہندوستان آیا اور مقدمہ کی سماعت کے لئے فل بینچ کا انعقاد کیا گیا۔

اس نے دیکھا کہ مرحوم نواب صاحب کا سارا ورثہ تقسیم ہو چکا ہے۔ صرف ایک شیشے کے فانوس پر تنازع جاری ہے اس جج نے کہا میں دیکھنا چاہتا ہوں کہ آخر وہ کون سی شی ہے جس پر اتنا پیسہ پانی کی طرح بہایا گیا ہے۔ اس کو اس حویلی میں لے جایا گیا جہاں وہ فانوس آویزاں تھا جب اس نے دیکھا تو بڑی حیرت سے کہا اس معمولی سے فانوس کے لئے دس سال آپس میں تنازع واقع ہوا۔

اس نے کچھ سوچ کر اپنے ماتحت کو حکم دیا کہ ایک کاریگر کو لاؤ اور اس سے کہو کہ وہ خاموشی سے اوپر جائے اور اس فانوس کی رسی کاٹ دے تا کہ فانوس زمین پر گر کر چکنا چور ہو جائے۔ چنانچہ اوپر گیا اور اس کے فانوس کی رسی اوپر سے کاٹ دی فانوس زمین پر گر کر ریزہ ریزہ ہو گیا اور اس طرح اتنا سرمایہ اور وقت صرف ہونے کے بعد اس مقدمہ کا فیصلہ سنا دیا گیا یوں اس کیس کی فائل بند کر دی گئی۔ کیا یہ مقدمہ بچکانہ نہیں تھا؟

نور عقل اور فرق امر حقیقی اور اعتباری

عاقل وہی ہے ایمان ویقین کی روشنی جس کے دل کو منور کر دے اس کو بزرگی عطا کر دے جب وہ بالغ النظر ہو جائے گا تو دنیا کی رنگینیاں اسے بچوں کا کھیل معلوم ہوں گی وہ دنیا کو ایک کھیل کود کا میدان سمجھے گا۔ یہ شیشے کا فانوس تمہارا ہو یا کسی اور کا ہو ایک خیالی اور وہم سے زیادہ نہیں ہے۔ یہ خیال

اسی دنیا میں رہ جائے گا مرنے کے بعد تم کو حمام میں لٹایا جاتا ہے۔ تمہارا لباس اتار دیا جاتا ہے جب تمہیں غسل خانہ میں برہنہ کر دیا جاتا ہے تمہارے پرانے لباس کو تمہارے بدن سے اتار کر غسل کے بعد نیا لباس پہنا دیا جاتا ہے بس وہی تمہارا ہے اس سے کیا فرق پڑتا ہے بینک میں تمہارے دس لاکھ روپے رکھے ہوں یا کچھ پیسے نہ ہوں تمہاری ذات کے لئے کچھ نہیں ہے تمہارا وہی ہے جو تم اپنی قبر میں لے جاؤ گے۔ تمہارا وہی ہے جو تمہارے ساتھ ہے وہ مال تمہارا نہیں جو بینک اور صحرا میں اور تمہاری دوکان میں ہے۔

نجاست خور کیڑا اور چھوٹا سا مل

ان پست ذہن لوگوں کے لئے جو مال جمع کرنے کی طمع میں لگے رہتے ہیں بھونرے کی مثال بہترین اور حقیقی مثال ہے۔ بھونرا ایک ایسا حیوان ہے جس کی خوراک انسان کی نجاست ہے۔ لہٰذا صحرا میں جس جگہ کوئی قافلہ ایک دن قیام کرتا ہے اور اس حصے میں بھونروں کے عیش ہو جاتے ہیں کہ یہ بھونرے اس جگہ آتے ہیں نجاست کو اٹھانا شروع کر دیتے ہیں اور ایک دوسرے پر جھپٹتے ہیں اور اس نجاست کو جمع کر کے ان کی گولیاں بنا کر ان کو سینے کی مدد سے لڑھکاتے رہتے ہیں۔ کیونکہ ان کو کل کی فکر ہوتی ہے اس لئے وہ اس پر اکتفا نہیں کرتے جو نجاست ہاتھ آتی ہے اسے بڑی مشقت کے ساتھ دھکیل کر لے جاتے ہیں۔ یہ سب آئندہ کیلئے ذخیرہ ہو رہا ہے یہاں تک

کر اپنے بلوں تک پہنچتے ہیں اس نجاست کے ذخیرہ کو دیکھتے ہیں کہ وہ اتنے سے سوراخ میں نہیں سمائے گا۔ یہ بدقسمت بے چینی سے بل میں داخل ہوتے ہیں اور پھر باہر آ کر حسرت سے دیکھتے ہیں کہ ہماری محنت کا تو کوئی فائدہ نہ ہوا۔ اسی طرح انسان اتنی محنت اور مشقت کے ساتھ مال جمع کرتا ہے لیکن بجز چند میٹر لٹھے کفن کے وہ اس قبر کے سوراخ میں کچھ اور نہیں لے جاسکتا۔

فکر فردا نیز توکل علی اللہ ہے

بھونرا کی فکر ونظر صرف اپنے مستقبل پر ہے وہ نہیں سمجھتا کہ مستقبل کی حد کیا ہے لیکن انسان کی عقل وسیع ہوتی ہے وہ سمجھتا ہے کہ جس خدا نے آج تک رزق سے نوازا ہے وہ آئندہ بھی عطا کرے گا آئندہ کے لئے کس پر توکل کیا جائے اسی پر جس نے اب تک ہمیں روزی بخشی وہی کارساز ہمیں کل بھی رزق عطا کرے گا بچے نہ بنو عقل اور ایمان ویقین تو بزرگی کی علامت ہے التجا فی عن الدار الغرور ''کسی سے کوئی سروکار نہ رکھو'' یہ بھی صرف اپنے اوپر منطبق کرو تمہیں حق نہیں کہ تم دوسروں پر ان باتوں کا قیاس کرو مالدار کہتے ہیں ہر ایک کو اپنی حد میں رہنا چاہئے۔ اے خاتون کیا آپ چاہتی ہیں کہ فاطمہ زہرا تک رسائی حاصل کریں......! کبھی آپ نے یہ سوچا کہاں زہراؑ کی عظمت و بلندی، آپ بہت چھوٹی ہیں حقیر اور پست ہیں۔ زہراؑ کے مقام کا ادراک ممکن نہیں بفرض محال اگر فاطمہؑ کی قربت آپ کو حاصل بھی ہو جائے

تب بھی کوئی فائدہ نہیں اس لئے کہ آپ مرتبہ میں بہت ادنیٰ درجہ پر ہیں اور فاطمہؑ اعلیٰ درجہ کی مالکہ ہیں۔

اسی طرح انسان کو چاہئے وہ چھوٹا بنے اپنے کو حقیر جانے۔اے برادر گرامی! تم ذرا سوچو، تم کس فکر میں ہو آیا عالم بالا کی فکر میں یا وہم وگمان کی عارضی دنیا اور فانی چیزوں کی سوچ میں ہو۔ ذرا غور کرو تمہاری ذہانت تمہاری حکمت اور عبرت کہاں گئی؟

معمولی مدت زندگی اور دارلامارہ کے کٹے ہوئے سر

گذشتہ نیک اور بد لوگوں کے کردار کو دیکھ کر عبرت حاصل کریں اور نیک لوگوں کی پیروی کریں۔

تاریخ میں لکھا ہے قبل اس کے کہ عبدالملک مروان مسندِ خلافت پر متمکن ہو مصعب ابن زبیر جس کے پاس عراق کا علاقہ تھا اپنی فوج لے کر اہلِ شام سے جنگ کرنے نکلا عبدالملک مروان شام سے فوج لے کر آیا آخر کار مصعب ابن زبیر کو شکست ہوئی اس کو فتح کرکے عبدالملک نے کوفہ پر قبضہ کرلیا اور بڑی شان وشوکت کے ساتھ کوفہ کے دارلامان میں بیٹھا اور خوشی اور مروت کے عالم میں اس نے مصعب ابن زبیر کے بریدہ سر کو لانے کا حکم دیا سر مصعب لایا گیا ایک عرب کانپنے لگا اور گھبراہٹ کے عالم میں عبدالملک سے مخاطب ہوا کہ اے امیر چند دنوں پہلے کی بات ہے یہی مصعب ابن زبیر اسی

دربار میں اسی چھت کے نیچے بیٹھا تھا اور مختار کا سر اس کے سامنے رکھا تھا اور مصعب سے پہلے کی بات ہے جب میں اس دربار میں حاضر تھا تو اسی دارلامارہ میں مختار امیر بن کر بیٹھا تھا اور ابنِ زیاد کا کٹا ہوا سر اس کے سامنے پیش کیا گیا تھا اور یہی مقام ہے جہاں میں نے دیکھا کہ ابن زیاد بیٹھا تھا اور زہراؑ کے لعل حسینؑ کا سر لایا گیا تھا۔

عجیب بات یہ ہے کہ ابن زیاد کو دس محرم کو ہی قتل کیا گیا۔ بنی ہاشم چھ سال تک حسینؑ کے عزادار رہے سیاہ کپڑوں میں ملبوس رہے یہاں تک کہ ابن زیاد کا سر لایا گیا تب جا کر ایک گونہ دل کو قرار آیا۔

اسی روز عاشورہ کے دن جس دن حسینؑ کو شہید کیا گیا ابراہیم ابن مالک اشتر نے ابن زیاد کو اسی مقام پر قتل کیا جس مقام کے سبب وہ بے انتہاء مشک چھڑکا کرتا تھا مشک چھڑکنے کا سبب جو تاریخ میں درج ہے کہ جب ۱۲ محرم کو زہراؑ کے لعل کے مقدس سر کو دربار ابن زیاد میں لایا گیا ابن زیاد نے سر کو اپنے ہاتھ میں لیا اس ملعون نے تمسخرانہ انداز میں سر حسینؑ سے بے ادبی کرنا شروع کی کہنے لگا اے حسینؑ تم بہت جلدی بوڑھے ہو گئے تمہارے ہونٹ اور دندان کتنے خوبصورت ہیں۔

اسی وقت چشم بریدہ سے پانی نکلا حضرتؑ کے گلوے مبارک تک پہنچا اور خون آلود ہو کر اس ملعون کی ران پر ٹپکا اور ران کو سوراخ کرتا ہوا زمین پر

گر گیا ابن زیاد نے گھبرا کر سر مبارک کو زمین پر پھینک دیا۔

وہ ہمیشہ کے لئے پیپ کی وجہ سے متعفن ہو گیا تھا وہ آخر عمر تک اس کی بدبو کی اذیت میں جتلا رہا جس کی وجہ سے وہ بے انتہا مشک چھڑکا تا تھا تا کہ اس کی بو کم تر ہو جائے۔

ریاست طلبی وبال اور دردسر ہے

معرفۃ العبرہ تمہاری آنکھوں کے سامنے ہے لہٰذا جاہ طلبی کے پیچھے نہ لگو ایسا نہ ہو کہ کسی کو گرانے کے بجائے خود گر جاؤ۔ اپنے انجام پر نگاہ رکھو۔ جو کسی دوسرے کو گرانا چاہتا ہے آخر کار خود گر جاتا ہے ایسی چیز کا کیا فائدہ۔

اے علیؑ کے شیعہ تم کس فکر میں ہو! اگر تم ذات علیؑ کے متوجہ رہے تو سعادت تمہارے حصہ میں آئے گی اور اگر تم علیؑ کے مخالف معاویہ کی روش پر چلو گے جو کہ خود پسندی، خود پرستی اور شہوت پرستی پر مبنی ہے تو تم معاویہ کے شیعہ (یعنی پیروکار) کہلاؤ گے۔

عیون الاخبار الرضاؑ میں درج ہے اگر کسی شخص کی نگاہ جوئے خانے یا شراب کے دسترخوان پر پڑ جائے تو اسی وقت قاتلان حسینؑ پر لعنت کرے تو خداوند متعال ہزار نیکیاں اس کے نامۂ اعمال میں درج کرے گا اس لعنت کا مطلب یہ نہیں کہ میں حسینؑ کا پیروکار

ہوں یزید کا نہیں میں یزید کے ساتھ محشور نہیں ہونا چاہتا بلکہ میں حسینؑ کے ساتھ وابستہ رہنا چاہتا ہوں علاوہ یہ کہ عبرت اندوزی ایک انتہا ہے کہ خداوند کریم مجھے ان ہستیوں کی پیروی کی توفیق عطا کرے اور ہدایت عقل مرحمت فرمائے سینے کو کشادہ کرے کہ ہمیں بزرگی نصیب ہو اور ہم ان بزرگوں کے پیروکار ہو جائیں جناب سلمانؓ موت کے وقت گریہ فرماتے ہوئے یہی جملے ادا کر رہے تھے کہ آیا میں محمد تک رسائی حاصل کر سکوں گا کیا میں نے احکام محمدیؐ کو بھی انجام دیا یا نہیں۔

(نفس الرحمٰن، حاجی نوری۔ عدۃ الداعی)

آخر میں ہماری دعا ہے کہ حسینؑ اور ہماری درمیان فاصلہ نہ ہونے پائے بیشک حسینؑ کا راستہ تقویٰ کا راستہ ہے۔

لادار للمرء بعد الموت یسکنها

الاالذی کان قبل الموت بانیها

مرنے کے بعد انسان کا کوئی گھر نہیں مگر یہ کہ اس نے خود کچھ مقدار بنیاد رکھی ہو دس میٹر، سو میٹر یا اس سے بھی وسیع جہاں تک تمہاری وسعت نظر ہے اپنی قبر اور برزخ کے لئے اسی دنیا میں فکر کرو کہ تمہیں کیا چیز تیار کرنا ہے اگر جنتی گھر تعمیر کیا تو ہمیشہ عیش و عشرت اور نعمات سے بھرپور زندگی میں رہو

گے ورنہ ہمیشہ دوزخ کے کنویں میں تمہارا ٹھکانا ہوگا اور جہنم کتنا دردناک ٹھکانہ ہے تمہیں ابھی اس کا ادراک نہیں۔

اپنی ذہانت کے ذریعہ خدا پر ایمان رکھنا

ذہین اور عقلمند انسان ہمیشہ اپنے انجام پر نظر رکھتا ہے جب تمہیں یہاں سے لوگ قبرستان لے جاتے ہیں تو تم کیا چاہتے ہو ان ۵۰ یا ۶۰ سال زندگی کے بعد لوگ تمہاری تعریف کریں یا برا کہیں۔

عقلمندی سے کام لو اپنے آپ کو اس عالم آخر میں مخلوق اور مصنوعی جانو اور یہ سوچا کہ میرا کوئی بنانے والا ہے میرا کوئی خالق ہے تمہارا ایمان فہم وفراست پر مبنی ہونا چاہئے نہ کہ تقلید پر عجیب بات ہے انسان مختصر سا ایمان واعتقاد پیدا کرتا ہے اور اس کے بعد دنیا سے رخصت ہو جاتا ہے خدا کرے ایمان کا جوش اور زیادہ ہو جب تم شیر خوار تھے اس وقت پروردگار تمہیں روزی پہنچاتا تھا کیا اب نہیں پہنچائے گا اس وقت ماں کے دودھ کے ذریعے پہنچاتا تھا اب کسی اور ذریعے پہنچائے گا روزی کی فکر میں کیوں لگے رہتے ہو روزی کے چکر میں کیوں حریص بن جاتے ہو کیا تم اپنی زندگی کو اپنے کندھے کا بوجھ سمجھتے ہو ان لوگوں کی طرح جو اپنے پالنے والے پر یقین نہیں رکھتے ہیں تمہارا پالنے والا تمہارے امور کی فکر کرنے والا اور رزق عطا کرنے والا کون ہے؟ جان لو کہ تم مخلوق اور مرزوق اور مصنوع ہو یہ خلق خدا کا روزی کے پیچھے بھاگنا یہ

سب کفر کی علامت ہے مجھے نہیں معلوم کہ اس مجلس میں ڈرائیور حضرات بھی ہیں یا نہیں دوسروں تک بھی یہ بات پہنچادیں ڈرائیوری کے دوران خطرناک حد تک اورٹیک کرنا حرام ہے جب کہ میرے نزدیک کفر ہے اس لئے کہ وہ چاہتا ہے کہ دوسری گاڑی سے آگے نکل جائے اتنی تیزی اپنی روزی کے لئے میری روزی میرے ہاتھ میں ہے تم تو مسلمان ہو لا الہ اللہ الا اللہ پڑھتے ہو جانتے ہو کہ رزق خدا کے ہاتھ میں ہے تمہاری تیز رفتاری تمہاری روزی کو نہیں بڑھائے گی۔

اللہ یبسط الرزق لمن یّشآء و یقدر

ترجمہ: اور خدا ہی جس کے لئے چاہتا ہے روزی بڑھا دیتا ہے اور جس کے لئے چاہتا ہے روزی تنگ کر دیتا ہے۔

(سورۂ رعد ۲۶)

جو رزق اس کی تقدیر میں لکھ دیا گیا ہے کم یا زیادہ وہ اس کو مل کر رہے گا کتنے جلد بازوں کا رزق کم ہوتا ہے اور کتنے آہستہ چلانے والوں کا رزق زیادہ ہوتا ہے کیوں تم لوگ ایسا کرتے ہو کہ حادثہ پیش آجائے ٹکر مارتے ہو دوسرے کو اور اپنے آپ کو نقصان پہنچاتے ہو تمہاری فراست کہاں چلی گئی تمہارا دین کہاں رخصت ہو گیا قرآن میں پروردگار عالم فرماتا ہے:

و لا تقولنّ لشایٔء انّی فاعل ذالک غداً الاّ ان یّشآء اللّٰہ

ترجمہ: اور کسی کام کی نسبت یہ نہ کہا کرو کہ میں اس کو کل کروں گا مگر انشاء اللہ کہہ کر۔

(سورۂ کہف: آیت ۲۳، ۲۶)

یہ نہ کہو کل میں ایسا ویسا کام انجام دوں گا بلکہ یہ جملہ کہو اگر اللہ کی مرضی شامل رہی۔ ہرگز نہ کہو کہ میں کل یہ کروں گا تمہاری حیثیت کہ تم اپنے امور کو انجام دے سکو ارے تمہاری زندگی تو خدا کے ہاتھ میں ہے تمہارا سانس لینا باذن اللہ ہے جب تک اللہ کی اجازت نہ ہو اگر تم چاہو بھی کہ تمام اسباب فراہم کر لو تب بھی تمہارا اسباب پیدا کرنا محال ہے جب تک کہ مسبب الاسباب نہ چاہے۔

ایک زہر خور نے اپنے آپ کو عمارت سے نیچے گرایا لیکن......

دوسرے زاویے سے ایک داستان میں یہاں پیش کرتا ہوں چند سال پہلے ایک رسالے میں میں نے پڑھا امریکہ کے کسی شہر کا ایک ثروت مند باشندہ اپنی دولت کی زیادتی سے فکر مند تھا اس نے سوچا کیوں نہ اس دولت سے ایک عمارت تعمیر کرائی جائے اور اس بلڈنگ کو کرائے پر اٹھا کر مزید فائدہ حاصل کیا جائے چنانچہ جب اس نے عمارت بنوانا شروع کی تو ساری دولت صرف ہوگئی لیکن عمارت مکمل نہ ہو پائی ناچار اسے سود پر قرض لینا پڑا یہاں تک عمارت نہ مکمل ہوئی اور سود میں اضافہ ہوتا چلا گیا۔ ابھی نصف عمارت ہی تعمیر

ہوئی تھی کہ قرض خواہوں کا مطالبہ شروع ہوگیا اس آدمی نے دیکھا کہ ایک طرف ابھی عمارت آدھی تعمیر ہوئی ہے اور اوپر سے قرض خواہوں کا دباؤ بھی بڑھتا جارہا ہے قرضے کی مقدار اتنی زیادہ ہے جو ادا نہیں کی جاسکتی۔

نتیجتاً اسے خودکشی کے علاوہ اور کچھ چارہ نظر نہ آیا عجیب بات یہ ہے کہ وہ زندگی سے اتنا تنگ آگیا تھا کہ اس نے اپنی خودکشی میں بھی اتنی احتیاط برتی سوچا اگر میں زہر کھاؤں گا تو لوگ شاید مجھے ہسپتال لے جائیں اور میں بچ جاؤں لہٰذا میں دونوں کام کرتا ہوں زہر بھی کھالیتا ہوں اور بلڈنگ سے چھلانگ بھی لگاتا ہوں چنانچہ وہ زہر کھا کر عمارت کی آخری منزل پر گیا اور اوپر سے چھلانگ لگادی اتفاق یہ ہوا کہ عمارت کی نچلی منزلوں کی تعمیری تختے ہٹائے نہیں گئے تھے وہ قلابازی کھاتا ہوا اس پر گرا اور جو زہر اس نے کھایا تھا وہ سب اس کے منہ سے باہر آگیا۔

کیا عقل مند آدمی یہ نہیں جانتا کہ جان لینا خدا کے ہاتھ میں ہے اگر وہ نہ چاہے تو ایسے اسباب فراہم کردے گا کہ انسان کے اسباب دھرے کے دھرے رہ جائیں گے ذرا ہوش سے کام لو اور خدا کی معرفت حاصل کرنے کے بعد اس کے غیب کا مشاہدہ کرو۔

"سبحان الذی بیدہ الملکوت کل شئی"

"ذرا غور کرو کہ جو تیزی تم دکھا ہے ہو" اس کا مطلب یہ ہے کہ تم

خدا کو رازق اور مدبر نہیں سمجھتے یہ چیزیں خدا کے انکار کے مترادف ہیں تم تو پیغمبرؐ کے پیروکار ہو آپ فرماتے ہیں۔ "جلد بازی ہر کام میں پشیمانی کا سبب ہوتی ہے۔ آہستگی سلامتی کا باعث ہوتی ہے۔" مع التثبت تکون السلامة و مع العجلة تکون الندامة (بحار الانوار جلد ۱ صفحہ ۱۲۹)

کسی خبر پر فوراً عملدرآمد نہ کریں جب کہ پہلے تحقیق کریں۔

یا ایها الذین آمنوا ان جائکم فاسق بنباء فتبینوا

ان تصیبوا قوماً بجهالة فتصبحوا علی ما فعلتم ندمین

ترجمہ: اے ایمان داروں اگر کوئی بد کردار تمہارے پاس کوئی خبر لے کر آئے تو خوب تحقیق کرلیا کرو (ایسا نہ ہو) کہ تم کسی قوم کو نادانی سے نقصان پہنچاؤ پھر اپنے کیئے پر نادم ہو۔

(سورۂ حجرات ۴۹: آیت نمبر ۶)

یہ ہے طریقہ کار، پانچ منٹ تاخیر بہتر ہے اس سے کہ اپنے آپ کو اور دوسروں کو زحمت میں ڈالا جائے اور کبھی بھی انسان اپنی منزل مقصود تک پہنچ نہ پائے البتہ چند چیزیں ایسی ہیں جن میں جلدی کرنا چاہیے پر وہ چیزیں ہماری بحث سے خارج ہیں۔

خدا کس طرح ایک نابینا پرندے کو دانہ پہنچاتا ہے

پیغمبر اکرمؐ ایک درخت کے نیچے زمین پر لیٹے ہوئے تھے جناب

ابوذرؓ تشریف لائے تو آپؐ نے فرمایا" اے ابوذرؓ ذرا درخت پر نظر کرو تمہیں کچھ دکھائی دے رہا ہے" ابوذرؓ نے دیکھا ایک پرندہ ہے جس کی آنکھیں ضائع ہو چکی ہیں حضور اکرمؐ نے فرمایا ذرا رکو اور دیکھو ابھی کیا ہوتا ہے ایک لمحہ بعد دوسرا پرندہ دانہ لے کر آیا اور اس نابینا پرندے کی چونچ کے قریب لا کر اس کے منہ میں ڈال دیا (امالی الاخبار)

آپ نے دیکھا خدا اپنی کسی مخلوق سے غفلت نہیں برتتا جس کو اس نے خلق کیا ہے اس کا رزق بھی اس تک پہنچاتا ہے رزق کے سلسلہ میں پریشان مت ہوں۔

اے ساٹھ سال کے لوگو! آپ کو یاد ہوگا کہ جب شیراز کی آبادی موجودہ آبادی سے آدھی تھی اس وقت یہ پھل و درخت اور نعمتیں اس وقت بھی تھیں اس زمانہ میں آبادی کم تھی تو خوراک اور خدا کی نعمتیں بھی اسی تناسب سے تھیں اس زمانہ میں پھلوں کی چند دکانیں تھیں اب کتنی زیادہ ہیں۔ اس وقت چاول اس شہر میں کتنا آتا تھا اب کتنا آتا ہے۔

آپ کو خداوند متعال پر بھروسہ کرنا چاہئے کہ وہ اپنی مخلوق پر اتنا مہربان کہ ہم اس کا تصور بھی نہیں کر سکتے روایت میں ہے کہ پروردگار عالم اپنے بندوں سے والدین سے سو گنا زیادہ مہربان اور شفیق ہے جبکہ کہ والدین خود اپنی اولاد سے کتنی محبت رکھتے ہیں اس سے زیادہ خدا محبت کرتا ہے پس وہ

کس طرح آپکو بے یار و مددگار چھوڑ دے گا ہمارے اور آپ کے کاموں میں عیب ہو سکتا ہے اس کے کام میں کوئی خرابی نہیں ہے۔

پرندے کی چوزوں سے محبت اور خدا کی بندوں پر شفقت

ایک شخص مدینہ آیا تو اپنے ہمراہ چوزے لایا حضور اکرمؐ خدمت میں حاضر ہو کر عرض کی یا رسول اللہؐ میں مدینہ آ رہا تھا تو میں نے ان دو چوزوں کو دیکھا میں نے چاہا کہ ان کو پکڑ کر آپؐ کی خدمت میں بطور ہدیہ پیش کروں جیسے ہی اس شخص نے ان دو چوزوں کو رسولؐ کی بزم میں چھوڑا سب نے دیکھا ان چوزوں کی ماں آئی اور اپنے بچوں کے گرد منڈلانے لگی اس کی بے چینی کو دیکھ کر سب ترس کھانے لگے حضرتؐ نے فرمایا ان کو آزاد کر دو۔

اس موقع پر آپؐ نے فرمایا تم نے دیکھا ایک ماں اپنے بچوں سے کس قدر محبت کرتی ہے سب نے کہا بے شک یہ بات عجیب و غریب ہے کہ وہ پرندہ جو آدمی سے دور بھاگتا ہے کیسے اپنے بچوں کی خاطر اپنے آپ کو خطرے میں ڈال لیتا ہے۔

آنحضرتؐ نے فرمایا قسم اس خدا کی جس نے مجھے پیغمبر بنا کر بھیجا ماں کی اپنے بچے سے محبت کے مقابلے میں خدا کی محبت سو گنا زیادہ ہوتی ہے بلکہ ایک دوسری روایت کے مطابق ہزار گنا زیادہ ہوتی ہے۔ (لئالی الاخبار)

پس وہ پروردگار تم سے یہ چاہتا ہے اور تاکید کرتا ہے کہ اے میرے

بندے میری بارگاہ میں آجاؤ میرے غیر کی طرف کبھی رخ نہ کرو اپنے قلوب کو خدا سے وابستہ کرلو پھر دیکھو وہ تمہیں کس قدر چاہے گا وہ خدا کہ جس نے مخلوقات میں سے اپنی معزز اور مشرف ترین ہستی خاتم الانبیاء محمدؐ جو کہ سید انبیاءؑ ہیں کس طرح عرش سے فرش پر بھیجا کہ وہ تم کو اپنے گھر کے دروازہ سے لے آئیں اور تمہارے چہروں کو خدا کی طرف پھیر دیں۔

ففرّوا الی اللہ الی اللہ انّی لکم منہ نذیر مبین

ترجمہ: تو خدا ہی کی طرف بھاگو میں تم کو یقیناً اسی کی طرف سے کھلم کھلا ڈرانے والا ہوں۔

(سورۂ ذاریات ۵۱: آیت ۵۰)

خدا کو فراموش نہ کرو اس لئے کہ خدا تم سے بے حد مہربان ہے وہ سب سے زیادہ تم سے قریب ہے۔

اس قدر ہمیں پکارو کہ جیسے تم ہمارے محتاج ہو

حضرت امام زین العابدینؑ فرماتے ہیں خدا نے اپنے بندوں کو تاکید کی ہے کہ اے میرے گنہگار بندوں مجھ سے دوری اختیار نہ کرو مجھ سے ناامید اور مایوس نہ ہو میری بارگاہ میں آؤ میں تمہارے تمام گناہ معاف کردوں گا جتنے مغفرت کے تم طلبگار ہو۔

اے میرے (ایماندار) بندو جنہوں نے (گناہ کر کے) اپنے نفوس

پر زیادتیاں کی ہیں تم لوگ خدا کی رحمت سے نا امید نہ ہونا بے شک خدا تمہارے تمام گناہوں کو معاف کردے گا وہ بے شک بڑا بخشنے والا مہربان ہے اور اپنے پروردگار کی طرف رجوع کرو اور اس کے فرمانبردار بن جاؤ مگر اس وقت سے قبل کہ تم پر عذاب نازل ہو اور پھر تمہاری مدد نہ کی جا سکے گا۔

(سورۂ زمر آیت ۵۳_۵۴)

ہر مصیبت و گرفتاری میں خدا پر توکل کرو ہر پریشانی میں اپنے پرودگار کی طرف رجوع کرو اپنے خدا کو یاد کرو خدا کے ناشکرے بندہ نہ بنو جو گناہ تم سے سرزد ہو گیا ہے اسکا ازالہ کرو۔

باز آ باز آ ھر آنچہ ھستی باز آ
گر کافر و گبر و بت پرستی باز آ
این در گہ ما در گہ نومیدی نیست
صد بار اگر توبہ شکستی باز آ

ترجمہ: لوٹ آ لوٹ آ، تو جو کوئی ہے گرچہ کافر و متکبر و بت پرست ہی کیوں نہ ہو۔ پلٹ آ اپنے پروردگار کی بارگاہ میں۔ ہماری اس بارگاہ سے کوئی ناامید نہیں لوٹا سو بار بھی اگر توبہ شکنی کی ہے تب بھی توبہ کے دروازہ تیرے لیے کھلے ہیں۔

ان راتوں میں آپ کو معلوم ہے آپ دعائے افتتاح میں کیا پڑھتے

ہیں:

تتحبب الیٰ فاتبغض منک و تتودد الی فلا اقبل منک کان لی التطول علیک فلم یمنعک ذلک من الرحمة والاحسان الی والتفضل علی بجودک وکرمک فلم ارمولاً کریماً اصبر علی عبد لئیم منک علی.....

کون ایسا کریم مولا ہے جو ایک دفع ہو یا سو دفعہ اپنے بندے کی خطا بخش دے۔ اس کا مولا اس پر احسان کرے، ایسا مو: نہیں دیکھا۔ اے خدا تو کتنا کریم ہے کہ میں سراپا گناہ ہوں پھر بھی تو ہم پر اپنا لطف و کرم کر رہا ہے مہلت بھی دیتا ہے نعمت بھی دیتا ہے اس گناہ سے :۔ زبان کو تو ہی محفوظ رکھتا ہے یہاں تک کہ ماہ رمضان آجاتا ہے اور میں اپنا چ ہ تیری طرف کر کے بولتا ہوں یااللہ، الٰہی العفو

⚙⚙⚙⚙⚙
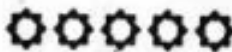
تقریر ۱۲

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

غرض یہ کہ انسان کی خلقت اس ہستی کا مکمل جائزہ ہے کہ اپنے پروردگار کی معرفت حاصل کرے اور اس کی وحدانیت کو اپنی زندگی کا خلاصہ قرار دے اور انسان کو چاہئے کہ بلندی کی طرف سفر کرے۔ تاکہ ملائکہ اور ان سے بھی بلند معراج کو پالے اور جب تو اس عروج کو حاصل کرے گا تب تجھے یہ حدیث قدسی سمجھ میں آئے گی کہ پروردگار نے ہر شے کو تیرے لئے خلق کیا اور تجھے اپنے لئے خلق کیا وہ عظیم خدا بھی ہے جس نے اٹھارہ ہزار عالم خلق کئے۔

تو ہی دراصل اس عالم کا پھل ہے تو ہی اس عالم وجود کا نورانی پھول ہے۔ پس میں کیوں خاک نشین بن جاؤں بلندی کی فکر کیوں نہ کروں کیوں اعلیٰ علّیین کی جستجو نہ کروں یہ ذہانت اور حکمت تمہیں آخرت تک لے جائے گی یہی وہ فکری رشتہ ہے کہ اس کے تعاقب میں انسان لگا رہے اگر تم چاہتے ہو کہ یقین حاصل کرلو تو اسی جستجو میں لگے رہو ذہانت اور حکمت کا دامن نہ چھوڑو یہاں تک کہ تم یقین کی منزل تک رسائی حاصل کرلوگے۔

اسباب عبرت کتنے زیادہ ہیں اور عبرت حاصل کرنے والے کتنے کم۔ یہی اسلاف کی راہ و روش مقام علم و یقین یہی روحانیت ہے۔ ہمارے معلم،

طبیب امیر المومنینؑ سید و سردار یعنی اسد اللہ الغالب علی بن ابی طالبؑ ہمیں سبق دے رہے ہیں ایسا سبق جو ایک معلم شاگرد کو دیتا ہے۔ اے وہ شاگرد جو اپنے استاد کے سبق سے روگردانی کرتا ہے سن! حضرت علیؑ فرماتے ہیں، یہ یقین کا راستہ ہے عبرت اور اپنے اسلاف کی سنت یعنی طور طریقے ان دو چیزوں کے تعاقب میں رہو۔ اگر کوئی چاہے کہ عبرت حاصل کرے تو مولا کے اس قول پر غور کرے جس میں مولا فرماتے ہیں: ما اکثر العبر واقل الاعتبار (نہج البلاغہ) اسباب عبرت کتنے زیادہ ہیں لیکن عبرت لینے والا کتنے کم۔

جو لوگ اسباب عبرت جاننا چاہتے ہیں اور عبرت حاصل کرنا چاہتے تو زمان و مکان کھانے پینے اور سفر و وطن، گھر اور باہر ہر چیز پر غور کریں تو یہی اسباب عبرت ہیں۔ اپنے مطلب کی وضاحت کے لئے یہاں ایک روایت بیان کرتا ہوں:

کشاف حقائق سے روایت ہے لوگوں نے امام جعفر صادقؑ سے پوچھا کہ آپ کے جد بزرگوار حضرت رسول خداؐ سے یہ روایت ہم تک پہنچی ہے (البتہ روایات مختلف مفاہیم کی حامل ہیں اور فکری توجیہ کے اعتبار سے ان میں فرق پایا جاتا ہے) ایک گھنٹہ فکر و نظر کرنا ایک رات کی عبادت سے بہتر ہے (سفینۃ البحار جلد ۲) ضمناً عرض کروں کہ احیاء کا مطلب یہاں جاگنا نہیں۔ احیاء سے مراد حیات ہے یعنی دل یادِ خدا سے زندہ ہو جائے رات سے صبح تک

جس گھڑی چاہیں یاد خدا سے دل کو حیات بخش سکتے ہیں۔ خلاصہ یہ کہ وہ دل جو دوسری راتوں میں مردہ ہو گیا تھا اسی میں زندگی نہ تھی خدا سے غافل تھا آج کی رات خدا کی یاد میں کھو گیا تو وہ گھڑی جس میں دل یادِ خدا میں مشغول ہے وہ احیاء ہے۔ لوگوں نے کہا پیغمبر اکرمؐ نے ایسا فرمایا ہے ایک گھنٹہ کا غور و فکر تمام رات کی عبادت سے افضل ہے۔ حضرتؐ کا اشارہ کون سی فکر کی طرف ہے؟ (سفینۃ البحار جلد ۲) امامؑ نے فرمایا جب تم ایک بوسیدہ عمارت کے پاس سے گزرو تو اس آثار بوسیدہ سے مخاطب ہو کر کہو وہ سب کہاں ہیں جنہوں نے تجھے بنایا تھا وہ ہاتھ کہاں ہیں جنہوں نے اس عجیب و غریب عمارت کی تعمیر کی تھی۔

بس کہ دربن خاک ممزق شدہ

صورت خوباں عدیم المثال

لو کشف التربہ عن وجھھم

لم ترا الاّ کدقیق الھلال

وہ تو بس اس خاک کا پیوند ہو گئے۔ نیک لوگوں کی صورت عدیم المثال ہو گئے۔ اگر ان کے چہرے سے خاک ہٹا دی جائے تمہیں نہیں دکھائی دے گا مگر یہ کہ ایک چاند کا باریک ٹکڑا عبرت اور تنبیہ حاصل کرنے والے لوگ کہاں ہیں ورنہ جہاں جائیں گے وہاں عبرت کے اسباب پائیں گے۔

مدائن کا محل تاریخی عبرت گاہ

حضرت امیر المومنینؑ جب صفین کے سفر پر تھے تو آپ کا گزر تخت کسریٰ کے پاس سے ہوا تو آپ نے اس آیہ شریفہ کی تلاوت فرمائی۔

کم ترکوا من جنات وعیون وزروع
و مقام کریم ونعمۃ کانوا فیھا فاکھین

یہ لوگ اپنے کتنے باغ، چشمے، کھیت اور محلات
دنیا میں چھوڑ کر دنیا سے رخصت ہو گئے۔

ھان ای دل عبرت بین از دیدہ نظر کن ہان
ایوان مدائن را آئینہ عبرت دان

ترجمہ: ''خبردار اے دل! دیدۂ عبرت سے کام لے ہوشیار آثار قصر مدائن کو اپنے لئے آئینۂ عبرت قرار دے۔''

کبھی آپ شام جائیں تو معاویہ کی قبر کو تلاش کریں تو ایک گرد آلود مقام ہے جس کا دروازہ ہر وقت بند رہتا ہے اگر آپ سوراخ سے اندر جھانکیں گے تو مٹی سے اٹی ہوئی ایک قبر آپ کو نظر آئے گی جس میں چوہوں نے جا بجا سوراخ کئے ہوئے ہیں جو انہوں نے قبر کی مٹی کو کھود ڈالا ہے وہ ایک سوراخ سے داخل ہوتے ہیں دوسرے سوراخ سے باہر آ جاتے ہیں۔ یہ ملک شام وہی مقام ہے جہاں اس جابر شخص نے چالیس سال حکومت کی اور کون سی شقاوت

وجنایت ایسی نہیں جس کا یہ مرتکب نہیں ہوا (آج وہ سامان عبرت بنا ہوا ہے اور چوہے اس کی قبر پر حکومت کر رہے ہیں)

قبر یزید اور آتش خدا کی گرفت

کچھ پہلے کے مورخین لکھتے ہیں کہ ہمارے زمانے سے یہاں ایک ویرانہ ہے۔ مشہور ہے کہ یہاں یزید کی قبر ہے اس مقام کی خصوصیت ہے ہے کہ جو بھی یہاں سے گزرتا ہے اور کوئی حاجت رکھتا ہے اس مقام پر پتھر پھینکے تو اس کی حاجت پوری ہو جاتی ہے۔ وہ قبر کیا ہے گوبر کا ڈھیر ہے ہمارے اس زمانے میں تو اس کی قبر کا کوئی نشان نہیں ہے۔ جب بنی عباس شام آئے تھے تو انہوں نے بنی امیہ کی جو بھی قبر تھی اس کو کھود کر میت نکال کر اسی مقام پر جلا دیا تھا۔ یزید کی قبر کے مقام پر ایک لمبا سا راکھ کے ڈھیر کا ٹیلہ بنا ہوا ہے۔ آتش خدا نے اس کی قبر کو خاکستر کر دیا۔ معتبر مورخین نے یہی کچھ لکھا ہے چند سال قبل وہ جگہ اب کھنڈرات میں تبدیل ہو چکی ہے بلکہ اب تو وہ کھنڈرات بھی موجود نہیں ہیں۔

ارشاد باریٔ تعالیٰ ہے:

فقطع دابر القوم الذین ظلموا

(سورہ انعام: آیت ۶۰)

کیا تم نے ان لوگوں کا ٹھکانہ نہیں دیکھا۔ اب دوبارہ معاویہ اور یزید

کی پیروی نہ کرنا یعنی ان کے بد اعمالیوں کو مت اپنانا جو کہ ہوس پرستی اور شہوت پرستی پر مبنی ہیں اور نہ ہی دنیا طلبی کی طرف مائل ہونا۔ حسینؑ اور آخرت کی راہ کو اپناؤ جو حق کا راستہ ہے۔ یہ ہیں عبرت و تنبیہ کے سامان۔

پروردگار ہم سب کو سامانِ عبرت کی معرفت عطا فرما۔

بغیر رنج والم کے یقین کی منزل تک رسائی ممکن نہیں

اگر کوئی انسان مومنین کے اس کمال و یقین و ایمان کو حاصل کرنا چاہے اور وہ ان کے ساتھیوں کے ساتھ محشور ہونے کا خواہاں ہو تو اس کے لئے رنج والم اور زحمات کا سامنا کرنا پڑے گا اس کو چاہئے کہ وہ عمل سے اپنے اندر تحرک پیدا کرنے کی کوشش کرے اگر وہ جناب سلمانؓ کے مرتبہ تک رسائی حاصل کرنا چاہتا ہے تو وہی مراحل طے کرے جو سلمانؓ نے طے کئے تھے جو کوئی دنیاوی جاہ طلبی چاہتا ہے وہ کتنی جانفشانی سے اس مرتبہ پر پہنچتا ہے اپنا مال اپنی عمر صرف کرتا ہے کہ اقتدار حاصل کرے کسی وزارت تک پہنچ جائے اسے چاہئے کہ وہ دنیاوی منصب کے بجائے محمدؐ و آل محمدؐ کے درجہ تک رسائی حاصل کرنے کی کوشش کرے جیسا کہ دعا ندبہ کے الفاظ ہیں۔

و شیعتک علی منابر من نور بیضه وجوهم حولی فی الجنة وهم جیرانی

نور محمدؐ و آل محمدؐ کے ساتھ متمسک رہئے رنج والم اٹھائے بغیر خزانہ حاصل نہیں ہوتا مزدوری اس وقت ملتی ہے جب مزدور اپنی محنت سے خون

پیدا کر دیتا ہے۔ وہ لوگ جو یہ چاہتے تھے کہ کمال یقین کی منزل تک پہنچیں، علیؑ کے شیعہ بنیں جنت میں علیؑ کے ہمسائے قرار پائیں۔ انہوں نے کس قدر زحمتیں اٹھائیں جو لوگ سلمانؓ و ابوذرؓ کے راستہ پر چلنا چاہتے ہیں یقیناً انہیں بھی بہت محنت اور زحمت درکار ہے۔

یقین حاصل کرنے کے لئے عبرت اندوزی کا دوام ضروری ہے

یقین حاصل کرنے کیلئے مسلسل عبرت اندوزی کی ضرورت ہے اور یہ عمل ایک یا دو روز کا عمل نہیں یہ عبرت حاصل کرنا دائمی ہونا چاہئے جب بھی گھر سے قدم باہر نکالیں ہمیں عبرت کے سامان نظر آئیں گے جو کچھ دیکھیں عبرت کی نگاہ سے دیکھیں تو کبھی گمراہ نہ ہوں گے۔ مثال کے طور پر آپ کہیں سے گزر رہے ہیں کسی میک اپ زدہ خاتون پر نظر پڑ گئی تو یہ نظر بھی عبرتناک ہونی چاہئے فوراً یہ تصور ذہن میں آ جائے کہ یہی عورت جب اس آراستہ لباس سے عاری کفن میں لپٹی ہوگی اس کی صورت پر اگر نگاہ پڑے تو یہ سوچیں ایک دن یہی چہرہ اس کی قبر کے اندر خاک پر پڑا ہوگا۔

سب سے پہلے جس عضو کو قبر کے کیڑے کھائیں گے وہ انسان کی آنکھ ہے۔ یہی آنکھ جس سے وہ یہ خیانت کر رہا ہے یعنی نامحرم پر نگاہ ڈال رہا ہے۔ خلاصہ یہ کہ آدمی کو چاہئے کہ عبرت کا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑے۔

سیکسی تصاویر کی جگہ مردہ تصویریں

بعض متدین جوان ہم سے یہ پوچھتے ہیں کہ ہم اس دور میں کیسے اپنے آپ کو بچائیں جب کہ پورا معاشرہ عریانیت کی لپیٹ میں آچکا ہے ہر طرف شہوت رانی کا ماحول ہے جو ہمیں غفلت میں مبتلا کر دیتا ہے سنا ہے کہ آج کل عورتوں کی برہنہ سیکسی تصاویر جوانوں میں عام ہیں۔

میں نے اس کے جواب میں کہا اگر تم اس شیطانی ماحول سے بچنا چاہتے ہو تو اپنے کسی ہم کلاس دوست کی تصویر جو فوت ہو چکا ہے اپنے پاس رکھو جب بھی ایسے عریاں مناظر دیکھنے میں آئیں اپنے اس مردہ دوست کی تصویر دیکھ لو اور تصور کرو آج کہاں ہے زیر خاک مدفون ہے مجھے بھی ایک دن زیر خاک دفن ہونا ہے۔ یہی خیال اگر میں چند روز اپنے دل میں لے آؤں تو میں کبھی شہوت رانی کی طرف مائل نہیں ہو سکتا۔ میں اپنے آپ سے کہوں گا مجھے یقین و ایمان کا راستہ درکار ہے مجھے ان شیطانی باتوں سے کیا سروکار اگر مجھے یقین کی منزل تک رسائی حاصل کرنی ہے تو ان چیزوں کو یاد کرنا چاہئے جو ذکر عبرت اور تنبیہ کا موجب بنیں۔

موت کی یاد دل کو زندہ کرتی ہے

محجۃ البیضاء میں درج ہے کہ حضرت عائشہ نے پیغمبر خداؐ سے

پوچھا: یارسول اللہؐ کوئی ایسا بھی ہے جو بغیر حساب جنت میں داخل ہوگا؟ آپؐ نے فرمایا جو شخص بھی دن و رات بیس مرتبہ اپنی موت کو یاد کرے گا وہ سیدھا جنت میں جائے گا اور حقیقت بھی یہی ہے۔ ہماری بدقسمتی کی اصل وجہ اپنی موت سے غفلت ہے۔

میرا کہنا یہ ہے کہ تم جب دکان کے دروازہ پر گاہک کے انتظار میں بیٹھتے ہو ارشاد القلوب کی اس روایت کو یاد کرو جو ابن مسعود سے مروی ہے وہ کہتے ہیں کہ ایک روز ہم پیغمبرؐ کے ہمراہ ایک محلے سے گزر رہے تھے کہ آپؐ کی نظر اس جگہ کے کوڑے کرکٹ پر پڑی آپ رک گئے اور ہمارے طرف رخ کر کے فرمانے لگے۔ اے میرے اصحاب ذرا اس نجاست اور غلاظت پر نگاہ ڈالو یہ سب شہوات دنیا کا نتیجہ ہے تم ان پرانے کپڑوں کو دیکھ رہے ہو وہ دنیا میں کبھی کسی کا لباس تھا اس سڑے ہوئے کھانے کو دیکھ رہے جو کبھی دنیا کی بہترین لذیذ طعام کی مانند تھا، یہ کھانے کی بچی ہوئی ہڈیاں یہ دنیا میں کھانے اور لذت اٹھانے کے بعد پھینک دی گئیں جو چیز بھی تم اپنے جسم کو پروان چڑھانے کے لئے استعمال کروگے اس کا انجام آخرکار مٹھی بھر ہڈیوں کی راکھ ہے۔ سو سال بعد میری اور تمہاری قبر میں مشت خاک سے زیادہ کچھ نہیں ہوگا۔ ابن مسعود کہتے ہیں خطاب کے بعد آپؐ اور ہم سب کے آنکھوں سے آنسو جاری ہوگئے۔

خدا کرے مسلمان عبرت حاصل کرے اور اس طرح لذاتِ دنیا اسے تباہ نہ کردے۔ اس سے پہلے کہ تمہارا نفس کسی چیز کا تقاضا کرے۔ سامانِ عبرت مہیا کرلو۔ شہوت آدمی کو حیوانیت کی طرف مائل کرتی ہے۔ جب کوئی خواہش پیدا ہو عبرت اور تنبیہ کے ذریعے اپنے نفس کو روک لو خداوند متعال تمہیں شیطان اور نفس کے غلبے سے بچائے گا۔

خلاصۂ کلام یہ ہے کہ اگر تم ایمان و یقین کے طلبگار ہو تو اپنے اندر اپنے نفس پر قابو پانے کا جذبہ پیدا کرو۔ جہاں جاؤ جس جگہ پہنچو عبرت حاصل کرو۔ ایک چھوٹے سے امکانِ عبرت کو بھی نظر انداز نہ کرو یہاں تک مکانِ عظمت پر فائز ہو جاؤ۔ میں بس یہی عرض کرنا چاہتا ہوں باقی آپ خود سنجیدگی سے غور فرمالیں۔

بیت الخلاء سے عبرت حاصل کرنا

مقامات میں پست ترین جگہ بیت الخلاء ہے جس سے عبرت حاصل کرنے سے غافل نہیں رہنا چاہئے۔ بیت الخلاء میں داخل ہوتے ہوئے خدا کا نام لے کر دایاں پاؤں رکھیں، سر برہنہ نہ جائیں کیونکہ یہ شیاطین کا مرکز ہے۔ ایسا نہ ہو شیطان آپ کو بہکائے مستحب ہے کہ اپنی شرمگاہ برہنہ کرتے وقت خدا کا نام لیں کیونکہ اس موقع پر شیاطین انسان کے سب سے زیادہ نزدیک ہوتے ہیں لہٰذا اس وقت یہ دعا پڑھنا چاہئے۔

اعوذ باالله من الرجس النجس المخبث الشیطان الرجیم

پھر بیٹھنے کے بعد یہ پڑھیں:

اللھم اطعمنی طیبا فی عافیة واخرجه منی خبیثاً فی عافیة

(مفاتیح الجنان)

"اے میرے پروردگار جس طرح تو نے پاک پاکیزہ غذا عافیت کے ساتھ میرے پیٹ میں اتاری اسی طرح عافیت کے ساتھ اس کی کثافت کو مجھ سے دور کردے قبل اس کے کہ نعمت خداوندی انسان تک پہنچے۔ انسان اس نعمت کو پہنچان لے قبل اس کے کہ اس کا پیشاب پاخانہ بند ہو جائے اور پیشاب بند ہونے کی تکلیف کی بنا پر اس کو ہسپتال لے جایا جائے اور سلائی ڈال کر قطرے پیشاب جاری کیا جائے اس کو اس دعا کے ساتھ۔

"یا لھا نعمة یا لھا نعمة لا یقدر القادرون قدرھا"

شکر خدا کرنا چاہئے کہ وہ آرام سے پیشاب خارج کر دیتا ہے یہی پیشاب اگر جسم انسانی میں جمع ہو جائے تو انسان ہلاک ہو جائے اور یہ بات وہی سمجھ سکتا ہے جو اس کرب ناک اذیت سے گزر چکا ہو۔ میرے ایک مرحوم دوست نے مجھ سے بیان کیا کہ میں کافی عرصے تک حبس پیشاب کی بیماری میں مبتلا رہا اور علاج کے بعد میرا پیشاب بحال ہوا اب میں جب بھی پیشاب کے لئے بیٹھتا ہوں کیونکہ وہاں سجدہ ممکن نہیں لہٰذا اپنے ہاتھوں پر سجدۂ شکر بجا

لاتا ہوں۔

روایت میں ہے کہ بیت الخلاء ایک ایسا مقام ہے جس سے عبرت حاصل کرو جب فارغ ہو کر پلٹ کر اپنی نجاست پر نگاہ کرو اور سوچو کہ تم سے کیا نجاست دور ہوئی ہے تم کس کثافت کو اپنے ساتھ لئے پھرتے ہو یہ وہی شئی ہے کہ جس کو حاصل کرنے کے لئے لوگوں کو فریب دیا تھا کم تولا تھا، ملاوٹ کی تھی اب جب تم اپنے کاروبار کے لئے بازار جاؤ تو کبھی حرص نہ کرو بلکہ عبرت اور تنبیہ کو ہمیشہ جاری رکھو۔

سب سے پہلی عبادت گاہ خانہ کعبہ

یہاں ہم روئے زمین پر اشرف ترین عبادت گاہ کی مثال دیتے ہیں اس میں کوئی شک نہیں کہ قرآن مجید میں خانہ خدا کو لوگوں کے لئے اولین عبادت گاہ قرار دیا ہے جو سرزمین مکہ میں واقع ہے جو خلق خدا کے لئے باعث برکت وہدایت ہے۔ (آل عمران: آیت ۹۵)

اے حاجیان وعمرہ کنندگان محترم اگر آپ ایمان ویقین کے راہ پیاس ہیں تو بازار کی خریداری کی فکر میں نہ رہیں لوگوں کے لئے سوغات کی خریداری میں اپنا وقت صرف نہ کریں بلکہ زیادہ وقت فکر وتنبیہ عبرت وآخرت میں صرف کریں یہ وہ مقدس مقام ہے جہاں انسان کو زیادہ سے زیادہ روحانی فائدہ اٹھانا چاہیے مختصراً عرض کرتا ہوں۔

سب سے پہلے یہ غور کریں کہ یہ سب سے پہلا قطعۂ زمین ہے جس کو ذاتِ اقدس واحدیت نے مومنین کے لئے عبادت گاہ قرار دیا ہے کہ وہ اس کی عبادت کریں خالقِ عالم و خالقِ تمام خطۂ زمین کے اس جگہ کا انتخاب فرمایا اور انبیاء نے بھی اسی قطعہ زمین کی سفارش کی اور اس کی تعمیر کے لئے پیغمبران میں سے اشرف ترین ہاتھوں کو مامور کیا گیا حضور اکرم حضرت محمدؐ کے بعد حضرت ابراہیمؑ تمام پیغمبران میں افضل و برتر ہیں حضرت ابراہیمؑ نے حضرت اسمٰعیل ذبیح اللہ کی مدد سے اس جگہ کی بنیاد رکھی حضرت اسمٰعیلؑ پتھر لاتے حضرت ابراہیمؑ نصب فرماتے۔ ایسا مقام جو ایسے بزرگ پیغمبر اور اسماعیلؑ کی مدد سے بنایا گیا ہو۔ (سورہ بقرہ: آیت ۱۲۶)

پیغمبرانِ خدا نے جس مکان کا طواف کیا ہو اے حضراتِ گرامی جب آپ خانۂ کعبہ کا طواف کریں تو بہت احتیاط کے ساتھ، بڑے وقار اور ادب کے ساتھ آپ اس مقام پر قدم رکھ رہے ہیں جہاں حضرت محمدؐ کے نشانِ قدم ہیں۔ اولیاء اللہ نے جس مقام کا طواف کیا ہے بے شک کعبہ پر نگاہ ڈالنا خود عبادت ہے (سفینۃ البحار جلد ۲ صفحہ ۵۹۶)

کعبہ پر نظر پڑتے ہی اصحابِ فیل کو یاد کرنا

جیسے ہی کعبہ پر نظر پڑے چودہ سو سال کے اس واقعہ کو یاد کریں جب مقتدر بادشاہ ابرہہ اپنے ہاتھی پر سوار لشکریوں کے ساتھ یمن سے مکہ آیا تھا

تا کہ اس بنیاد کو زمین بوس کردے اور عالم یہ تھا کہ قریش اور اہلِ مکہ اس کے لشکر سے تاب و مقاومت نہ رکھتے تھے مکہ چھوڑ کر چلے گئے جد پیغمبر خداؐ حضرت عبدالمطلب نے اپنے فرزند عبداللہ سے کہا "کوہ ابوقبس پر چڑھ کر دیکھو آسمان کی جانب کیا نظر آرہا ہے؟ حضرت عبداللہ نے فرمایا سمندر کی جانب سے ابر کی مانند ایک کالی گھٹا اٹھ رہی ہے وہ ابابیل کا لشکر ابرہہ کی فوج کی جانب بڑھ رہا تھا۔ ہر پرندے کے پاس چنے کے دانے کے برابر تین کنکریاں تھیں ایک چونچ میں اور دو ان کے پنجوں میں گویا ہر پرندہ تین افراد کو قتل کرنے پر مامور تھا۔ ہر ابابیل ہاتھی سوار کے سر پر کنکری مارتا اور وہ اس سوار کے مقعد سے ہوتا ہوا ہاتھی کے پیٹ میں پیوست ہو کر باہر نکل جاتا۔ اتنی سی مخلوق نے دیو ہیکل ہاتھیوں کو سوار سمیت ہلاک کردیا اور وہ کھائے ہوئے بھوسہ کے مانند ہو گئے۔ اس بڑے لشکر کو تباہ کردیا اس طرح تاریخِ عرب میں اس کے بعد کسی کی ہمت نہ ہوئی۔ یہ ایسی جگہ ہے جہاں پروردگار اپنے بندے پر لطفِ خاص فرماتا ہے۔ پس یہاں جو بھی عبادت بجالائیں خضوع وخشوع کے ساتھ بہت ہی مودبانہ انداز میں اپنے آپ کو ذلیل سمجھ کر حاضر ہوں بے شک ہمیں اور تمام مخلوقات کو پروردگار نے ایک مشت خاک سے پیدا کیا ہے۔

حرم کے کبوتر بھی کعبہ کا احترام کرتے ہیں

مسجد الحرام میں خدا کی واضح نشانیاں موجود ہیں۔ حرم میں کتنے کبوتر

ہیں اور کتنے لوگ ان کے لئے گندم ڈالتے ہیں جو ان کی مقدار سے کہیں زیادہ
ہیں اور یہ سب کبوتر ایک مقام پر نہیں اڑتے اگر ان کی پرواز پر غور کریں تو وہ
خانہ کعبہ کی چھت پر سے پرواز نہیں کرتے۔ میں نے خود یہ مشاہدہ کیا ہے۔
ایک پرندہ بھی کعبہ کی چھت پر سے نہیں گزرتا اور اس سے زیادہ عجیب بات یہ
ہے کہ اپنا فضلہ نہیں پھینکتے اگر یہ اس کی چھت پر سے گزرتے تو کوئی جگہ ان
کے فضلات سے باقی رہ سکتی تھی حتیٰ کہ غلاف کعبہ پر بیٹھتے ہوئے نظر آتے
ہیں لیکن ان کی بیٹ پردہ پر کہیں نظر نہیں آتی کیونکہ یہ جگہ ان کبوتروں کے
نزدیک بھی عزیز و محترم ہے حیوان بھی تکوینی طور پر اس مقام کا ادب کرتا ہے
آپ تو عاقل ہیں آپ لوگوں کو تو ہزار گنا زیادہ اس مقام کا ادب و احترام کرنا
چاہئے بعض لوگ جو حج پر جاتے ہیں بقول امیر المومنینؑ کے جب وہ حج سے
لوٹتے ہیں تو گناہوں سے ایسے پاک و پاکیزہ ہو جاتے ہیں جیسے ماں کے
پیٹ سے پیدا ہونے والا نومولود بچہ۔

(ثواب الاعمال صدوق)

بعض لوگ ایسے بھی ہیں اونٹ کی مانند عرفات جاتے ہیں اور واپس
آجاتے ہیں لیکن ان میں کوئی تبدیلی واقع نہیں ہوتی۔ پروردگار خانۂ خدا کے
حج کو ہمارے لئے باعثِ عبرت قرار دے ہم معرفت کے ساتھ پوری توجہ سے
مناسک حج بجالائیں۔

پسران آدمؑ باعث عبرت برائے بنی آدمؑ ہیں

اے منزل یقین کو حاصل کرنے والے تمہیں چاہئے کہ تم اپنے گزشتگان کی روش کو اختیار کرو تا کہ مولا علیؑ کے فرمان پر پورے اترو آپؑ فرماتے ہیں "جس نے خدا کی بندگی کی اس نے اس کے عیوض نجات پائی اور جس نے اپنے پروردگار کی نافرمانی کی وہ ہلاک ہوا۔" (اصول کافی)

ذرا اپنے ماضی کی طرف نظر دوڑاؤ اپنے سے پہلے گزرے ہوئے لوگوں کے حالات کی طرف توجہ کرو اور بنی آدمؑ کی سب سے پہلی مخلوق حضرت آدمؑ اور ان کے فرزندان کے واقعات پر غور کرو (سورہ مائدہ: آیت ۵) جس میں سے ایک فرزند جس نے نجات پائی اور دوسرا فرزند جو ہلاک ہوا ذرا سوچو آدمؑ کے دو بیٹے تھے۔ ایک بیٹا تھا وہ اہلِ نجات سعادت میں سے تھا اور دوسرا بیٹا قابیل اپنے پروردگار کی بارگاہ سے ملعون و مردود اور ہلاکت ابدی کا مستحق قرار پایا ایک نبی کے دو بیٹے تھے لیکن ان دونوں کا انجام مختلف تھا۔ خداوند کریم نے ان کے واقعہ کو قرآن میں نقل فرمادیا تا کہ ہمیشہ کے لئے بنی آدم کے واسطے باعث عبرت بن جائے کہ ایک کے ساتھ کیا ہوا اور دوسرے کا انجام کیا ہوا۔ اس کا سبب حسد ہے کیوں ہابیل کی قربانی قبول ہوئی کیوں ہابیل حضرت آدمؑ کے نزدیک عزیز ترین قرار پائے اور اپنے باپ کے جانشین بن گئے۔

یہ سب کیا تھا حسد تھی جس کا انجام کار یہ ہوا کہ قابیل نے اپنے بھائی

ہابیل کو پتھر مار کر قتل کر دیا اور قابلِ نفرت بن گیا۔ اے میرے بھائیوں اور بہنوں میری آپ سے گزارش ہے کہ اپنے بہن بھائیوں سے کبھی حسد نہ کرنا۔ چہ جائیکہ دوسروں کے ساتھ حسد کریں یہ نہ کہا کریں کہ فلاں کیوں ترقی کر گیا اس کے پاس لاکھوں روپے کہاں سے آگئے اس کی فکر نہ کرو اپنی آخرت کی فکر کرو کہ تمہارا انجام کیا ہوگا اس وقت ہوش نہیں ہوتا کہ حسد کی وجہ سے کون سے گناہ کا مرتکب ہو رہا ہے اگر شروع میں ہی اپنے آپ کو انسان کنٹرول کر لیتا یعنی اپنے انجام کو دیکھ لیتا تو وہ ان مصائب میں کبھی مبتلا نہ ہوتا۔
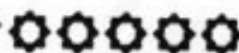
تقریر ۱۷

بسم اللہ الرحمن الرحیم

یقین

(چوتھا حصہ)

بندگی میں نجات اور معصیت میں ہلاکت ہے

ایمان و یقین کا متلاشی جو عمل انجام دے وہ اپنے گذشتہ لوگوں کی تاریخ کے آئینے میں انجام دے۔ اپنے زمانے کے اور گزشتہ زمانے کے لوگوں کے ساتھ پیش آنے والے واقعات سے عبرت حاصل کرے۔ وہ لوگ جو ہلاکت میں پڑے اس کا کیا سبب تھا وہ لوگ جو نجات پا گئے ان کا کیا وسیلہ تھا کہ انہیں یہ سعادت حاصل ہوگئی۔ شرپسند اور نیک لوگوں کے حالات کا مشاہدہ کریں گے تو آپ کو پتہ چلے گا کہ والعاقبۃ للمتقین نیک انجام کس کا ہے وہ جس نے اپنی ساری زندگی پاک دامنی، تقویٰ کی راہ میں صرف کردی یا اس بدقسمت شخص کا کہ جس نے اپنی تمام عمر ہوسرانی، بے راہ روی اور لاپرواہی میں گزار دی آپ کو ان دونوں کی زندگی پر نظر کرنی چاہیے۔ آپ حضرات جو سن رہے ہیں کیا ان افراد کی زندگی پر غور کر رہے ہیں کہ جن کا کام صرف مال جمع کرنا تھا، جائداد خرید نا تھا، اپنی آخری سانس تک انہوں نے

اپنے مال سے کیا فائدہ حاصل کیا۔

یہ دیکھیں کہ عمر کو کیسے گزارا اور اپنی زندگی سے کیا فائدہ حاصل کیا اور اس کے برعکس ان لوگوں کی زندگی کو دیکھیں ہر چند کہ ان افراد کی تعداد بہت کم ہے جن کا کام لوگوں کو فائدہ پہنچانا تھا لوگوں کی مدد کرنا تھا انفاق و بخشش تھا حالانکہ ان دونوں کی زندگی مختصر اور مخفی ہے لیکن اس کا انجام جو انفاق کرتا ہے پُر سعادت ہے اور وہ بدقسمت جو حسرت و یاس کے عالم میں کہے گا کاش میں خدا کے دیئے ہوئے مال میں سے کچھ فائدہ حاصل کرتا۔ مسلمانوں کو چاہئے کہ وہ قرآن کا مطالعہ کریں اور مواعظ حسنہ سے کچھ درس حاصل کریں قرآنی واقعات اسی لئے ہیں کہ ان سے کچھ سبق حاصل کیا جائے یعنی معرفۃ الاولین تاکہ وہ جان لیں گزشتہ لوگ کون تھے؟ اور کیسے انہوں نے نجات حاصل کی تھی۔ کیا اس کا سبب بندگی خداوندی تھا۔

قرآن میں دو بھائیوں یہود اور پطروس کا واقعہ

آج میں نمونے کے طور پر قرآن سے ایک واقعہ نقل کر رہا ہوں تاکہ اس واقعہ سے تمام لوگ نصیحت حاصل کریں۔

و اضرب لهم مثلاً رّجلين جعلنا لاحدهما جنّتين من اعناب وّ حففنهما بنخل وّ جعلنا بينهما زرعاً O

كلتا الجنّتين اٰتت اكلها و لم تظلم منه شيئاً وّ فجّرنا خللهما نهراً O

ترجمہ: اور (اے رسول) ان لوگوں سے ان دو شخصوں کی مثل بیان کردو کہ ان میں سے ایک کو ہم نے انگور کے دو باغ دے رکھے ہیں اور ہم انے ان کے چوگرد خرمے کے درخت لگا دیئے ہیں اور ان دونوں باغوں کے درمیان کھیتی بھی لگائی ہے۔ وہ دونوں باغ خوب پھل لائے اور پھل میں کوئی کمی نہیں کی اور ہم نے ان دونوں باغوں کے درمیان نہر بھی جاری کردی ہے۔

(سورہ کہف: آیت ۳۲-۳۳)

تفاسیر میں یوں بیان کیا گیا ہے بنی اسرائیل میں دو بھائی یہودا اور پطروس تھے۔ جب ان کے والد کی وفات ہوئی تو مرحوم نے ورثہ میں آٹھ ہزار دینار چھوڑے جو دونوں بھائیوں میں برابر یعنی چار ہزار فی کس کے حساب سے تقسیم ہوگئے۔ یہودا نے اپنے حصے کے چار ہزار دینار بچائے نہیں بلکہ سب راہِ خدا میں صرف کردیئے جس کسی فقیر کو دیکھتا اس کی مدد کرتا اور اس کے بھائی پطروس نے اپنے چار ہزار کو اپنی ذات کے لئے صرف کیا یعنی ان پیسوں سے دو باغ جن کا ذکر "جنتین" کے الفاظ کے ساتھ آیا ہے۔ قرآن میں ہے کہ اس نے ان دونوں باغوں میں مختلف پھلوں کے درخت لگائے انگور، کھجور، وغیرہ ان دونوں باغوں کے درمیان لگوائے دونوں باغوں کو پھلدار درختوں سے بھر دیا ان دونوں باغوں کے درمیان خداوند کریم نے اس کے لئے ایک نہر جاری کردی۔ اس کے علاوہ اس رقم سے اسنے غلام و کنیز

خریدے باغ میں اپنے لئے ایک عالیشان محل تعمیر کرایا خلاصہ یہ کہ وراثت کا سارا پیسہ اس نے اپنی ذات کے لئے خرچ کیا۔

یہودا کو جب قرض کی ضرورت ہوئی تو وہ اپنے دولتمند بھائی پطروس کے پاس آیا اور اس سے قرض طلب کیا۔ اس احمق اور مغرور شخص نے پہلے تو اپنے بھائی کو حقارت سے دیکھا (اے وہ بھائی جو ثروت مند ہیں خدارا اپنے غریب بھائی کو کبھی حقارت سے نہ دیکھنا) اور اس کو برا بھلا کہنا شروع کردیا (حیف ہو تجھ پر، غرور کے ساتھ سرزنش بھی کرتا ہے) تم بہت ہی سادہ ہو باپ کے ورثہ کو کہاں خرچ کردیا کہ اب محتاج ہو کر میرے پاس آئے ہو۔ اس کو ناراض کردیا اور کہنے لگا میں نے اپنے باپ کی دولت کی قدردانی کی جس کے نتیجہ میں میری خوشحال زندگی ہے۔

کیا یہ دنیا فانی نہیں ہے

و کان له ثمر فقال لصاحبه و هو یحاوره

انا اکثر منک مالاً وّ اعزّ نفراً

اور اسے پھل ملا تو اپنے ساتھی سے جو اس سے باتیں کررہا تھا کہنے لگا کہ میں تو تجھ سے مال میں بھی زیادہ ہوں اور جتھے میں (بھی) بڑھ کر ہوں۔

(سورہ کہف: آیت ۳۴)

دیکھو یہ شرک کرنے لگا کہتا ہے میرا باغ، میری زندگی، میرا باغ یہ

نہیں سمجھتا کہ یہ ساری چیزیں خدا کی ملکیت ہیں جو تجھے عارضی طور پر مل گئی ہیں میں ایک ایسے شخص کو جانتا ہوں جو یہ کہتا تھا کہ میرے پاس ایسی دولت ہے کہ میری ساتھویں پشت تک ختم نہیں ہوگی اور میں نے دیکھا کہ اس کی پہلی پشت بھیک مانگنے لگی۔ کتنے غرور وتکبر سے کہتا تھا کیا یہ قیامت کے آثار نہیں؟ (اس زمانے میں بھی کم وبیش یہی الفاظ بولے جاتے ہیں کہ کب ہم دنیا میں آتے ہیں اور کب ہمیں جانا ہے۔ اگر ہمیں معلوم ہو کہ اپنے پروردگار کی جانب واپس جانا ہے ہم یہاں سے زیادہ وہاں پائیں گے وہ مقام یہاں سے زیادہ بہتر اور منظم ہے۔

یہاں بھی میں حقدار ہوں اگر مجھے معلوم ہو، ہاں بھی میں حقدار ہوں لیکن کتنا انسان نادانی اور غرور میں مبتلا ہے۔ اس نے اپنے بھائی سے کہنا شروع کیا ذرا میری دولت کو دیکھو تم سے کتنی زیادہ ہے ذرا میرے غلاموں اور کنیزوں کی تعداد دیکھو افراد اور تعداد کے لحاظ سے کثرت سے ہیں اس کے مومن بھائی نے اسے نصیحت کی کیا تم خدا کا کفر کر رہے ہو یاد رکھو ایک مٹھی خاک سے خدا نے تمہیں بنایا ہے پھر ایک نطفہ کے ذریعے تمہیں مرد بنایا۔

قال له صاحبه وهو يحاوره أكفرت بالّذی خلقک من تراب ثم من نطفة ثم سوّٰک رجلا O

ترجمہ: اس کا ساتھی جو اس سے باتیں کر رہا تھا کہنے لگا کہ کیا تو اس

پروردگار کا منکر ہے جس نے پہلے تجھے مٹی سے پیدا کیا پھر نطفہ سے پھر تجھے بالکل ٹھیک مرد (آدمی) بنا دیا۔

(سورۂ کہف: آیت ۳۷)

ذرا اپنے باپ کی قبر کو کھول کر دیکھو وہاں کیا ہے۔ اے مٹھی بھر خاک، نجس نطفہ یہ ترا فخر و مباحات کرنا میں میں کرنا کفر خدا ہے۔ خدا کو فراموش نہ کرو یہ مال، خدا کا مال ہے تم خدا کی ایک کمزور اور ادنیٰ مخلوق ہو۔ تمہیں حق نہیں کہ تم اس مال پر فخر کرو جو خدا کا مال ہے اور تم خود بھی اسی کی ملکیت ہو۔

جبکہ میں نے کسی وقت بھی شرک نہیں کیا۔ خدا کی خاطر میں کسی کو اپنا شریک نہیں بناتا۔

لکنّا هو الله ربّی و لا اشرک بربّی احداً

ترجمہ: لیکن ہم تو یہ کہتے کہ وہی خدا میرا پروردگار ہے اور میں تو اپنے پروردگار کا کسی کو شریک نہیں بناتا۔

(سورہ کہف: آیت ۳۸)

نہ مال نہ شان و شوکت میرا سب کچھ خدا ہے میں اپنے پروردگار پر توکل کرتا ہوں میرے دل کی طاقت مال نہیں صرف خدا کی ذات ہے جو تقویت بخشتی ہے۔

ولولا اذ دخلت جنتک قلت ماشآء اللہ

خدا جو چاہتا ہے کرتا ہے

اے میرے ناداں بھائی جب تم اپنے باغ میں داخل ہو تو غرور کے عالم میں یہ نہ کہو میرے درخت میری دولت اور جب اپنے باغ سے باہر نکلو تو کہو لا حول ولا قوۃ الاّ باللہ ، ماشاء اللہ یعنی خدا جو چاہتا ہے کرتا ہے خدا نے چاہا تو تم اس قابل ہوئے کہ اس باغ سے فائدہ حاصل کرسکو اگر وہ نہ چاہتا تو ایک باغ تو کیا اگر سو باغ بھی ہوتے تو تم اس کی مرضی کے بغیر ان سے کوئی فائدہ حاصل نہیں کرسکتے تھے۔ ابھی تم نے اپنے خدا کے باغ کو اپنا باغ قرار دیا تم باغ میں داخل ہوتے وقت یہ کیوں نہیں کہتے یہ طاقت خدا کی ہے نہ کہ میری طاقت ہے لا قوۃ الاّ باللہ ماشاء اللہ خدا جو کچھ چاہتا ہے وہی ہوتا ہے وہ کتنی برکت اور منفعت عطا کرتا ہے۔ اے میرے مالدار بھائی تم اپنے چھوٹے کمزور بھائی کے ساتھ اتنا غرور و تکبر کرتے ہو فخر کرتے ہو میں اپنے پروردگار پر پورا بھروسہ رکھتا ہوں کہ وہ مجھے تمہارے باغ اور سرمائے سے بہتر عطا کرے گا اگرچہ دنیا میں میرے پاس نہ باغ ہے اور نہ سرمایہ اور میری دولت بہت کم ہے کوئی بعید نہیں کہ میرا پروردگار مجھے اس سے زیادہ عطا کرے لیکن تم اپنے بارے میں سوچو ایسا نہ ہو پروردگار عالم کوئی بلا نازل کرے اور تمہارے باغ و شان شوکت سب تباہ و برباد ہوجائے۔

بہرحال وہ دونوں بھائی ایک دوسرے سے جدا ہوئے آدھی رات کو ایک زوردار بجلی کڑکی اور اس بجلی نے اس کے باغ کے تمام درختوں کو جلا کے خاک کر ڈالا ایک بھی پھلدار درخت اس کے لئے نہیں بچا اس کی حویلی زمین بوس ہوگئی اس عمارت میں ایک کمرہ بلکہ اس کے لئے کوئی سر چھپانے کی جگہ بھی باقی نہ بچی۔ اس بدقسمت شخص نے جب یہ منظر دیکھا کہ اس کا سرمایہ اس سے نکل گیا ہے تو اپنے منہ پر ہاتھ مارنے لگا اور نالہ وفریاد کرتا جاتا اور کہتا جاتا کاش میں اپنے آپ کو اپنے پروردگار کا شریک نہیں ٹھہراتا اپنے آپ کو خدا کے مقابل نہ کھڑا کرتا لیکن اس کی اس حسرت ویاس کا اب کوئی فائدہ نہ تھا۔ (سورۂ کہف ۱۸: آیات ۳۸۔۴۰)

اس قصے کو آپ قرآن میں مطالعہ فرمائیں اور عبرت حاصل کریں.

کہ کس طرح یہودا نے نجات پائی اور کس طرح پطروس ہلاک ہوا اور حضرت علی علیہ السلام فرماتے ہیں:

انما هلک من هلک بمعصية الله ونجیٰ من نجیٰ بطاعة الله

”بے شک وہ شخص ہلاک ہوا جس نے اپنے پروردگار کی نافرمانی کی اور وہ شخص نجات یافتہ قرار پایا جس نے اپنے پروردگار کی اطاعت کی۔“

بنی امیہ ناکام زمانہ

ملاحظہ فرمائیں وہ لوگ جو حق کو مٹانے میں کوشاں تھے اور چاہتے تھے

کہ نور حق کو بجھادیں۔

يُرِيْدُوْنَ لِيُطْفِئُوا نور الله بافواههم والله متمّ نوره ولو كره الكفرون

(سورۂ صف ۶۱: آیت ۸)

ترجمہ: یہ لوگ اپنے منہ سے (پھونک مارکر) خدا کے نور کو بجھانا چاہتے ہیں حالانکہ خدا اپنے نور کو پورا کر کے رہے گا اگرچہ کفار برا ہی (کیوں نہ) مانیں۔

ان کا انجام کیا ہوا کیا ان کی آرزو پوری ہوگئی کیا وہ حق کو مٹانے میں کامیاب ہوگئے وہ لوگ جنہوں نے ہمیشہ حق کے مقابل جنگ کی اور چاہا کہ دین خدا باقی نہ رہے کیا وہ اپنے مقصد میں کامیاب ہوگئے؟ ہرگز نہیں وہ اپنے زمانے کے ناکام اور نامراد لوگ تھے۔

تمام بنی امیہ نے اپنی ایڑھی چوٹی کا زور لگالیا کہ آل محمدؐ کو بالکل ختم کردیں علیؑ کا نام اچھے الفاظ میں نہ لیا جائے لیکن میں نے یزید (لعین) جیسا ناکام و نامراد شخص دنیا میں نہیں دیکھا کیونکہ اس کا اور اس کے باپ معاویہ کا یہ کام تھا کہ کوئی علیؑ اور اولاد علیؑ کا نام لیوا دنیا میں نہ ہو جو بھی علیؑ کا نام اچھے الفاظ میں لیتا تھا اس کو صفحۂ ہستی سے مٹادیا جاتا۔ جو کوئی بیت المال کا وظیفہ خوار تھا اگر وہ علیؑ کا شیعہ ہوتا تو اس کا نام اس فہرست سے حذف کردیا جاتا ان کی

آرزو یہ ہوتی کہ نور خدا کو کسی طور پر بجھا دیں۔ لیکن اے بدبخت اور ناکام تیری آنکھیں پھوٹ جائیں جس قدر یہ زمانہ گذرتا جا رہا ہے جو علیؑ کے ذکر کو بلند کرتے ہیں ان کی تعداد میں اضافہ ہوتا چلا جا رہا ہے۔ معاویہ نے تو ایسے حالات پیدا کر دیئے تھے کہ اگر خود مولا علیؑ وصیت نہ کرتے اپنے جسدِ مبارک کو پوشیدہ رکھنے کو تو یہ شقی آپ کے جسم اقدس کو سالم نہیں چھوڑتا آپؑ نے آخری وقت فرمایا حسنؑ بیٹا میرے چار جنازے تیار کر کے چار سمت روانہ کرنا تاکہ میری قبر مشتبہ رہے اور آشکار نہ ہونے پائے۔

لہٰذا ایک کے بعد ایک جنازہ نکالا گیا ایک کو مکہ کی جانب دوسرے کو بیت المقدس کی سمت۔ ایک جنازے کو گھر میں رکھا اور ایک جنازہ کو جس میں آپؑ کا جسم مطہر تھا رات کے وقت اس جائے مقدس کی جانب لے گئے جس میں چند خاص افراد کے علاوہ کوئی نہ تھا مولا علیؑ کی قبر پوشیدہ رہ گئی پھر کافی عرصے بعد جیسا کہ ابن طاؤس نے اپنی معتبر کتاب ہے "فرحۃ الغری" میں قبر کے دوبارہ آشکار ہونے کی کیفیت نقل فرمائی ہے۔

"والعاقبۃ للمتقین"

سعادت مند وہی شخص ہے جس کی نظر اپنے انجام پر ہو امام موسیٰ کاظمؑ کا راستہ اختیار کرے ہارون کا راستہ ترک کر دے شہوت پرستی اور نفس پرستی کو چھوڑ کر خدا کا بندہ بن جائے اور ملائکہ اور عالم ملکوت کی بادشاہت حاصل

کرے۔

خیال سلطنتم بود بندگی تو کردم   ھوای خواجگیم بود بندگی تو کردم

اپنی سلطنت کا خیال تھا تو تیری بندگی کی۔ اپنی عزت کی خواہش تھی تو تیری بندگی کی۔ اپنی بڑائی چاہتے ہو تو اپنے خدا کے سامنے حقیر بن جاؤ اپنے نفس میں عاجزی پیدا کرو۔ امام موسیٰ بن جعفرؑ کی طرح بارگاہِ خداوندی میں اپنے چہرے کو خاک پر رکھ دو۔ "خلیف السجدہ الطویلة"

آپؑ کس قدر خدا سے راز و نیاز کرتے تھے زندان ہارون میں آپؑ کتنے سجدے کرتے نالہ وفریاد وزاری میں گذارتے اور آپؑ کی بندگی میں کتنا خضوع وخشوع تھا آپؑ خود تنہائی کی جگہ پسند فرماتے تھے لیکن اس کے باوجود آخر تک آقا یہی فرماتے رہے۔ پروردگارا! مجھے نجات عطاء فرما۔

✿✿✿✿✿

تقریر ۱۸

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

عدل

العدل منھا علی اربع شعب غائص الفھم و غورالعلم ونصرۃ الحکم و رساخۃ الحلم فمن فھم علم غور العلم ومن علم غورالعلم صدر شرائع الحکم ومن حلم لم یفرط فی امرہ وعاش فی الناس حمیداً

(نہج البلاغہ)

ترجمہ: "عدل کی بھی چار شاخیں ہیں گہرائی تک پہنچنے والی فکر اور علمی غور، فیصلہ کی خوبی اور عقل کی پائیداری چنانچہ جس نے غور و فکر کیا وہ علم کی گہرائیوں سے آشنا ہوا اور جو علم کی گہرائیوں میں اترا وہ فیصلہ کے سرچشموں سے سیر آب ہو کر پلٹا اور جس نے حلم اور بردباری اختیار کی اس نے اپنے معاملات میں کوئی کمی نہیں کی اور لوگوں میں نیک نام ہو کر زندگی بسر کی۔"

مولائے موحدین امیر المومنینؑ کے کلام کا خلاصہ یہ ہے کہ عدل کی چار شاخیں ہیں "غائص الفہم" ضروری مشکلات کی سمجھ رکھتا ہو جو مومن فہم و فراست کا حامل نہیں اس کی کوئی قیمت نہیں فہم وادراک بہت ضروری ہے "غور

العلم" ایسا علم ہو جس کے ذریعے حقائق کی گہرائی میں ڈوب جائے چیزوں کی حقیقت سمجھ لے تا کہ عدل سے کام لے۔

"زھرۃ الحکم" حکمت ظاہر رکھتا ہو۔ روشن فکر ہو یعنی حکمت شناس ہو بعض نسخوں میں تغاوص آیا ہے جو تغوص سے لیا گیا ہے چنانچہ غوطہ خور سمندر میں جواہرات حاصل کرنے کی غرض سے گہرائی تک اترتا ہے۔ پس مومن کو بھی چاہئے اپنے فہم و ادراک کے ذریعے حقائق کی گہرائی تک رسائی حاصل کرے۔ حکمت کے گوہر حاصل کرے اور ان سے فوائد حاصل کرے۔

دوسرے یہ کہ مومن کو بردبار ہونا چاہئے۔

عدل کی بنیادیں فہم وفراست پر استوار ہیں

حضرت علیؑ نے عدل کی شاخوں کو فہم کا حصہ قرار دیا ہے عدل کی بنیادیں فہم وفراست پر قائم ہیں فہم و عدل میں باہمی ربط کیا ہے؟ پہلا مرتبہ عدل کا ہے خدا کے ساتھ عدل کرنا اس کے بعد خلق خدا کے ساتھ عدل اور تیسرے اپنے ساتھ عدل کرنا۔

خدا کے ساتھ اس وقت عدل صحیح ہے جب آدمی عقلمند اور باریک بین ہو اور حقائق کو سمجھتا اور پہچانتا ہو۔ اس وقت انسان عدل سے کام لے گا پہلے یہ عرض کروں کہ آپ سب مسلمان، احکام ضروریہ عقلیہ شرعیہ سے واقف ہیں کہ کسی کی ملکیت میں مالک کی اجازت کے بغیر تصرف صحیح نہیں اور شرعاً حرام

ہے۔ کیا اس مثال میں کسی کو کوئی شک ہے کہ صاحب خانہ کی اجازت کے بغیر گھر میں داخل ہونا عقل کہتی ہے؟ صحیح ہے؟ شرع کہتی ہے حرام ہے؟!

خدا کی اجازت کے بغیر اس کی ملکیت میں تصرف کرنا

یہ جسم اور اس کے اعضاء و جوارح کس کی ملکیت ہیں؟ اس سوال پر ذرا غور کریں تو سمجھ میں آجائے گا اور ہم خود بخود عدل کی پاسداری کرنے لگیں گے۔

یہ جو آنکھ ہے کیا تم نے اس کیمرے نما آنکھ کو خود بنایا ہے یہ سات پرتیں Layers کس تنظیم کے ساتھ ایک دوسرے سے متصل ہیں یہاں تک کہ ان پرتوں کے درمیان جو رطوبت ہے اگر کسی ایک پرت کی رطوبت خشک ہوجائے تو انسان نابینا ہوجائے۔ ان کانوں پر ذرا غور کرو۔ جس میں تیس لاکھ خلیئے موجود ہیں طنطاوی مصری اپنی تفسیر میں لکھتا ہے: قدرت نے اس کان کو تیس لاکھ خلیوں کے ذریعے بنایا ہے تب ہم قوت سماعت سے بہرہ مند ہوتے ہیں یہ کان کس کی ملکیت ہیں؟

یہ اسی کی ملکیت ہیں جس نے انہیں بنایا۔ زبان کس کی ملکیت ہے کیا تمہاری ملکیت ہے؟ کیا تم نے خلق کیا ہے جس کے ذریعے تم بولتے ہو۔ یہ سب اسی کی ملکیت ہیں جس نے ان چیزوں کو خلق کیا اور اسی طرح سرتا پا جتنے بھی اعضاء و جوارح ہیں سب خدا کی ملکیت ہیں پس اس کی رضامندی کے بغیر

تم کیسے استعمال کر رہے ہو۔ کسی دوسرے کے مال میں تصرف ظلم ہے۔ عدل کا تقاضا یہ ہے کہ کسی دوسرے کی چیز بغیر اس کی رضا مندی کے تم صرف نہیں کر سکتے یہ سراسر ظلم ہے کہ بغیر مالک کی اجازت کے تم تصرف کرو۔

کوئی اگر زبان سے گالی دیتا ہے تو اس نے خدا کی ملکیت پر ظلم کیا اور تصرف بے جا کیا ہے اور اسی طرح اگر آنکھ سے کوئی خیانت کی ہے تب بھی۔ خلاصہ یہ کہ ہر وہ حرکت جو خدا کی ملکیت میں کی جائے بغیر خدا کی رضا کے تو یہ ظلم ہے۔ اس کے علاوہ جن چیزوں سے تم تعلق رکھتے ہو مثلاً تمہاری اولاد وہ بھی خدا کی امانت ہے جو عارضی طور پر تم کو دی گئی ہے وہ مال و دولت جو خدا نے تم کو دی ہے دوسری چیزوں کی طرح وہ تم سے نسبت ضرور رکھتی ہیں لیکن ان کا مالک حقیقی خدا ہے تمہارا یہ گھر بھی حتیٰ کہ اینٹ، ریتی، لوہا، لکڑی وغیرہ سب خدا کی ملکیت ہیں۔ اور اس کی بنیاد اور تعمیر کرنے والے بھی خدا کے بندے ہیں۔ "الا الی اللّٰہ تصیر الامور" اگر ملک خدا کو اپنا مال سمجھ کر استعمال کرو اور یہ کہو کہ میرا مال، میرا مال تو تم نے ظلم کیا چاہے وہ تصرف بے جا اعضاء بدن کا ہو چاہے کسی دوسرے مال کا اگر تم نے اسراف کیا تو تم ظالم ہو۔

وَالَّذِينَ اِذَآ اَنفَقُوا لَمْ يُسْرِفُوْا وَلَمْ يَقْتُرُوْا وَكَانَ بَيْنَ ذٰلِكَ قَوَامًا

ترجمہ: وہ لوگ کہ جب خرچ کرتے ہیں تو نہ فضول خرچی کرتے ہیں

اور نہ تنگی کرتے ہیں اور ان کا خرچ اس کے درمیان اوسط درجہ کا رہتا ہے۔

(سورۂ فرقان ۲۵ آیت ۶۷)

مگر یہ کہ جتنی حیثیت ہے مالک نے جتنا مال صرف کرنے کی اجازت دی ہے یعنی حد اعتدال تک نہ یہ کہ جو مال تم کو خدا نے عطا کیا ہے اسے پوشیدہ کرو اور خزانہ اکٹھا کرنے لگو۔ کل یہی مال آگ کے شعلے بن جائے گا اور تم کو جلا ڈالے گا اور حد سے زیادہ فضول خرچی بھی نہ کرو کیونکہ اس کا مالک راضی نہیں کہ تم اس کے مال کو بے جا صرف کرو اور پیسہ پانی کی طرح بہاؤ۔

والّذین یکنزون الذّھب و الفضّۃ و لا ینفقونھا فی سبیل اللّٰہ فبشرھم بعذاب الیم

ترجمہ: اور جو لوگ سونا چاندی جمع کرتے جاتے ہیں اور اس کو خدا کی راہ میں خرچ نہیں کرتے تو (اے رسول) ان کو دردناک عذاب کی خوشخبری سنا دو۔

(سورۂ توبہ ۹: آیت ۳۴)

روایت میں ہے کہ ایک روز حضرت امام جعفر صادقؑ نے اپنے گھر کے باہر آدھا کھایا ہوا تربوز پڑا ہوا دیکھا آپؑ بہت ناراض ہوئے اور اس شخص کو بلوایا جس نے یہ حرکت کی تھی اور اس کی اس حرکت پر شدید احتجاج کیا اس سے پوچھا تم نے ایسا کیوں کیا جب کہ آدھا تربوز کھایا جا سکتا تھا اگر تمہیں

ضرورت نہیں تھی تو کسی ضرورت مند کو دے دیتے۔ دنیا میں بہت سے محتاج ہیں۔(امالی الاخبار صفحہ ۵۱۱)

ہر قسم کی فضول خرچی جو بغیر مالک کی اجازت و رضا مندی کے تصرّف ظالمانہ ہے۔ یہ مال مالِ خدا ہے تم بھی مشت خاک کی مانند ہو جو خدا کی ملکیت ہے۔

حضرت امام سجادؑ اور اونٹ کو تازیانہ

امام سجادؑ کی سیرت میں درج ہے کہ آپؑ پندرہ مرتبہ حج سے مشرف ہوئے ان عمروں کے علاوہ جس میں غالباً آپؑ رجب میں رک جاتے کبھی ماہِ رمضان میں توقف فرماتے۔

امامؑ کے پاس ایک اونٹ تھا جس پر آپؑ سفر فرماتے۔ اتنے سفر مولاؑ نے کیے لیکن اپنے اونٹ کو ایک تازیانہ بھی کبھی نہیں مارا ایک مرتبہ راستے میں آپؑ کے اونٹ نے چلنے سے انکار کر دیا۔ چارہ چرنے میں مشغول ہو گیا۔ امامؑ نے دیکھا کہ وقت زیادہ ضائع ہو رہا ہے آپؑ نے صرف تازیانہ اٹھایا لیکن مارا نہیں اور فرمانے لگے: لولا خوف القصاص مجھے قصاص کا خوف ہے کیونکہ یہ اونٹ خدا کی ملکیت ہے اس حد تک اجازت دی ہے کہ اس پر حمل برداری کر سکتے ہو۔ سوار ہو سکتے ہو۔ لیکن اگر تم نے بے جا اس کو مارا تو تم جواب دہ ہو گے۔ کیا ہمیں یقین ہے کہ اگر ہم ایسا کریں تو خدا ہم سے راضی

ہوگا کہ جسے جس وقت چاہا مار دیا ہر ایک کو اپنا مال سمجھا بغیر کسی احساس مسئولیت کے ایسا شخص ظالم ہے چاہے وہ کتنی شان وشوکت والا ہو۔

مولا علیؑ کی مناجات میں درج ہے:

مولای مولای انت المالک و انا المملوك

انت صانع وانا المصنوع

میں محکوم ومملوک اور مجبور خلق کیا گیا ہوں۔ جو بھی شی مجھ سے متعلق ہے وہ سب تیری ملکیت ہے۔ اگر اس کے معنی کسی پر روشن ہوجائیں تو اسے حقیقی تقویٰ حاصل ہوجائے گا۔ عدلِ حقیقی، تقویٰ ہے اپنے آپ کو آزاد اور صاحب اختیار نہ سمجھنا تقویٰ ہے۔

مخلوق کے ساتھ عدل کے لئے بھی فہم وفراست درکار ہے وہ حکمت و دانائی کا مالک ہوتا جو یہ سمجھ لے کہ اس میں اور باقی چیزوں درحقیقت فرق ہے۔ حقیقت میں تمام اشیاء مٹی ہیں ان کا انجام خاک ہے تمام مخلوق رب العالمین بلاآخر فانی ہیں نہ دنیا میں آنا اس کے اختیار میں تھا نہ دنیا سے جانا اس کے اختیار میں ہے۔ پس انسانوں میں خلقت وتکوین کے لحاظ سے کوئی فرق نہیں سب برابر ہیں پھر کیوں انسان تکبر کرے۔ اپنے آپ کو برتر دوسرے کو پست تر سمجھے۔

غزالی سے منقول ہے اپنے ولی عہدی کے دور میں امام رضاؑ ایک

مرتبہ غسل کی غرض سے حمام (یہاں حمام سے مراد ایرانی حمام ہیں) تشریف لے گئے۔ تھوڑی دیر بعد حمام کا مالک آیا کہ دیکھوں امامؑ کو کسی چیز کی ضرورت نہ ہو۔ کیا دیکھتا ہے کہ کیسہ امامؑ کے ہاتھ میں ہے کسی دوسرے شخص کی پیٹ صاف کر رہے ہیں۔ اس نے چاہا کہ اس شخص کو امامؑ کے بارے میں بتائے امامؑ نے اسے اشارے سے خاموش رہنے کو کہا۔ معلوم ہوا کہ وہ شخص حضرتؑ کو نہیں پہچانتا تھا۔ امامؑ سے کہنے لگا کیا تم میری پیٹ پر کیسہ رگڑ رہے ہو امامؑ نے فرمایا ہاں رگڑ رہا ہوں (محجة البیضاء)

مخلوقِ خدا بندگی کے لحاظ سے ایک جیسے ہیں مقامِ امامت ونبوت یہ خدا کے عطا کردہ درجات ہیں لیکن خلقت کے لحاظ سے عدل ہے۔ اگر ذرہ برابر بھی انسان اپنے آپ کو بالاتر سمجھے یہ ظلم ہے۔

وہ لوگ آخرت میں جن کی حسرت دوسروں سے زیادہ ہوگی

تین گروہ ایسے ہیں جن کی حسرت تمام لوگوں سے زیادہ ہوگی پہلا گروہ علماء کا ہوگا وہ حسرت ویاس کے عالم میں ہوگا جو دنیا میں لوگوں کو وعظ و نصیحت کرتا تھا لوگ اس کی پندونصیحت پر عمل کریں گے اور پل صراط سے باآسانی گزر جائیں گے یہ بدقسمت چوں کہ لوگوں کو نصیحت کرتا ہوگا لیکن خود عمل نہیں کرتا ہوگا وہ جہنم میں گر جائے گا اور جہنم سے مشاہدہ کرے گا کہ اس کے مرید اور عقیدت مند سلامتی کے ساتھ پل صراط سے گذر رہے ہوں گے۔

حسرت سے ان کو دیکھتا ہوگا دوسرا گروہ ان ثروتمندان کا ہوگا جنہوں نے خدا کے دیئے مال میں سے خدا کی راہ میں انفاق نہیں کیا ہوگا اور مرجائے گا اس کے ورثہ اس کے مال میں سے انفاق کریں گے وہ مالدار جہنم سے ان وارثوں کو حسرت سے دیکھے گا وہ مال جو اس نے دنیا میں جمع کیا تھا اس مال سے اس کے وارث کن درجات پر فائز ہوگئے اور میں انفاق نہ کرکے کس وبال اور مصیبت میں گرفتار ہوگیا۔(محجۃ البیضاء)

اور تیسرا گروہ ان خواتین وحضرات کا ہوگا جو دنیا میں غلام وکنیز اور نوکر چاکر وغیرہ رکھتے ہوں گے وہ دیکھیں گے کہ کل ہم جن پر حکم چلاتے تھے اور حقیر سمجھتے تھے جنت میں کس شان وشوکت والی زندگی گذار رہے ہیں اور ہم جہنمی بن بیٹھے۔ وہ مالک جو اپنے کارندوں کو کرسی پر بیٹھ کر حکم چلاتا تھا آج وہ خود حکم چلا رہے ہیں اور یہ بے چارہ مالک بغل میں ہاتھ ڈالے ان لوگوں کو حیرت سے دیکھ رہا ہوگا۔" اشد الناس حسرة یوم القیٰمة ثلاثه"

دولت مند گرفتار بلا ہوں گے سوائے ان لوگوں کے جو عادل تھے۔(لیالی الاخبار)

حاصل روایت یہ ہے کہ جو بھی دنیا میں حکومت وبادشاہت رکھتا ہوگا کل قیامت کے روز مشکیں بندھی ہوئی حاضر کیا جائے گا۔ سوائے عدل کے کوئی شی اسے رہائی نہیں دلوا سکتی ورنہ وہ اسی عالم میں ہاتھ بندھے ہوئے پریشان بالوں کے ساتھ جہنم میں جھونک دیا جائے گا۔(لیالی الاخبار صفحہ ۵۷۹)

اپنی اولاد کے سامنے خاص طور پر احتیاط کریں کل میں نے عرض کیا تھا کہ اپنی حد سے ہرگز تجاوز نہ کریں اگر آپ نے اپنے بچوں کے سامنے کوئی گالی دی تو آپ ظالم ہیں کیونکہ آپ کا بچہ بھی گالی دینے والا نکلے گا تربیت اولاد کے سلسلے میں حکم یہ ہے کہ اگر آپ نے اپنے بچے کے ساتھ کوئی وعدہ کیا ہے تو اسے پورا کریں میری تالیف گناہان کبیرہ باب پیمان شکنی میں یہ حکم موجود ہے۔ اگر آپ نے بچے سے کہا آج میں تمہارے لئے فلاں چیز خرید کر لے آؤں گا اور نہیں خرید کر لائے بلکہ کل پر ٹال دیا تو آپ ظلم کے مرتکب ہوئے بچے پر اس کا برا اثر پڑے گا۔ یہاں وعدہ خلافی یا ایفائے عہد کی بحث نہیں ہے اولاد سے وعدہ یا نیکی کرنا چاہئے کہ جھوٹ کا شائبہ نہ ہو بچپن ہی سے فطرتاً سچائی کا خوگر بن جائے۔

اگر آپ نے اولاد کے سامنے کوئی برائی کی تو اولاد پر اس کا حتمی اثر پڑے گا۔ افسوس ہے ان والدین پر جو اپنی اولاد کو خود اپنے ساتھ سینما اور دیگر مراکز فسق و فجور لے جاتے ہیں یہ جانتے ہوئے کہ کل روز قیامت یہی بچہ اپنے والدین کا دامن پکڑ کر کہے گا آپ لوگوں نے دنیا میں مجھ پر ظلم کیا مجھے بے دینی کی طرف مائل کیا۔

والدین پر اولاد کا حق

ہماری بحث مخلوق کے ساتھ عدل کے بارے میں تھی کہ ادائے حقوق

جن کو عقل و شرع نے واجب قرار دیا ہے ان کی شرح و تفصیل کتب فقہ کے باب معاشرت میں موجود ہے۔ شوہر اور بیوی کے حقوق، اولاد اور والدین کے ایک دوسرے پر کیا حقوق ہیں ساتھ رہنے والے ہمسائے کے حقوق، خریدار اور فروخت کرنے والے کے حقوق، ہمسفر اور ساتھ اٹھنے بیٹھنے والے کے حقوق مختصراً جن حقوق کا تذکرہ کل آیا وہ اولاد کے والدین پر کیا حقوق ہیں آج والدین پر اولاد کے حقوق کا قاعدہ کلی بیان کیا جائے گا۔

تمام والدین پر یہ لازم ہے کہ وہ اپنی اولاد کو ترک گناہ کی تلقین کریں اور ہر وہ گناہ جو فساد کا باعث ہو واجب ہے کہ اس سے اپنی اولاد کو بچائیں یہ نہ کہیں کہ بچہ مکلف نہیں ہے لہٰذا جو گناہ چاہے کرے۔ وہ گناہ جو مفاسد کا باعث نہیں بنتے بہتر ہے کہ تمرین کے طور پر بچہ کو گناہ سے بچنے کی تربیت دیں مثال کے طور پر بچہ کا کھڑے ہو کر یا بیٹھ کر رو بقبلہ یا پشت بقبلہ پیشاب کرنا جو کہ تمام مکلف یعنی بالغان کے لئے حرام ہے لیکن بچے کے لئے حرام نہیں کیونکہ بچہ نابالغ ہے وہ مکلف نہیں اور نہ ہم پر واجب ہے کہ اس کو منع کریں لیکن بہتر یہ ہے کہ تمرین اور تربیت کے طور پر بچپن سے اس کو اس بات کا عادی بنا دیں۔ البتہ ماں باپ کو چاہئے کہ وہ خود سے بچہ کو کبھی رو قبلہ یا پشت بقبلہ بیٹھنے کے لئے نہ کہیں بلکہ منع کریں۔

مثال کے طور پر نماز ہے۔ یہ درست ہے کہ بچہ پر واجب نہیں لیکن

والدین کو چاہئے کہ بالغ ہونے سے پہلے بچے کو نمازی بنادیں خاص طور پر لڑکے کو بارہ سال کے اندر اور لڑکی کو سات سال میں نمازی بنادیں اگر ایسا نہ کیا تو یہ حق والدین کی گردن پر ہمیشہ رہے گا۔ اگر لڑکی نو سال کی ہوگئی اور وہ نمازی نہ بنی یا لڑکا پندرہ سال کا ہوگیا اور بے نماز رہا تو ان کا گناہ آپ کی گردن پر ہوگا کہ آپ نے دس سال کی عمر میں کیوں نماز کا عادی نہ بنایا۔

اولاد کو جھوٹ اور چغلخوری سے باز رکھیں

والدین پر واجب ہے کہ بچوں کو ان گناہوں سے بچائیں جو باعث عذاب ہیں بچپن ہی سے ان گناہوں سے بچائیں جو باعث فساد ہیں مثلاً جھوٹ، بچہ کو جھوٹ کا عادی نہ بنائیں یا اگر بچہ غیبت یا چغلخوری کرے تو آپ اس کی بات پر حوصلہ افزائی نہ کریں کہ وہ باعث فتنہ وفساد بن جائے فوراً اس کو روکیں کہ بیٹا جو کچھ تم نے کہیں سنا ہے کسی سے بیان نہ کرو۔ یہ نہ کہیں کہ بہت خوب یہ بتاؤ پھر اس نے کیا کہا پھر اس نے کیا کیا۔ بعض عورتیں آپ نے دیکھی ہوں گی جو فتنہ انگیزی میں بے باک ہوتی ہیں وہ یہی وجہ ہے کہ مائیں اپنی بچیوں کو آداب دینی نہیں سکھاتیں نتیجتاً وہ غیبت کرنے لگتی ہیں خدارا آپ ان کے جیسے نہ ہوجایئے گا۔

ایک شخص کا اپنی ماں کو مکہ و مدینہ لے جانا

اولاد پر حقوق والدین کے بارے میں ایک روایت کے ذریعے عرض کرتا ہوں کہ امام جعفر صادقؑ کے چاہنے والے شیعہ کی ایک ماں تھی اس نے اس مومن سے کہا بیٹا تم مکہ مدینہ کی زیارت کے لئے جارہے ہو مجھے بھی ساتھ لے چلو۔ اس جوان نے بھی مردانگی دکھائی اور ہمت کرکے اپنی ماں کو پیٹ پر بٹھایا اور ایک ماہ تک سفر کرکے راستے بھر اس کے کھانے پانی کا خیال رکھا اور بڑی زحمت کے بعد مدینے پہنچا اور امام جعفر صادقؑ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کی مولاؑ میری ماں معذور ہے میں بڑی زحمت کے بعد اسے مدینے لایا ہوں۔ کیا میں نے اپنی ماں کا حق ادا کر دیا امامؑ نے فرمایا اگرچہ تم اپنی ماں کو پیٹ پر سوار کرکے یہاں تک لائے۔ راستے میں تم نے اپنے ہاتھوں سے اسے کھانا کھلایا اس کے آرام و آسائش کا خیال رکھا اس کے باوجود جب تم اسکے شکم میں تھے ان ایام کا حق بھی ادا نہیں کیا۔ چہ جائے کہ پوری پرورش کا! کیونکہ اس نے نو مہینے اپنے شکم میں تمہاری حفاظت کی اور تمہاری صحت و سلامتی کی آرزو کرتی رہی۔ وہ جو آٹھ یا نو مہینے حاملہ ہوتی کتنی زحمت اور تکلیف اٹھاتی ہے تمہیں اس کا ادراک کہاں ہے۔

اس حالت میں ایک سیڑھی اس کے لئے چڑھنا کتنا دوبھر ہوتا ہے۔ چلنا پھرنا اور وضع حمل اس کے لئے کتنا دشوار ہوتا ہے اگر وہ مومنہ اور صابرہ ہو اور اس عالم میں بچے کو جنم دے تو وہ گناہوں سے ایسے پاک ہو جاتی ہے جیسے

نوزائیدہ بچہ پیدا ہونے کے بعد پاک ہوتا ہے۔

عن الصادقؑ: النفسا تبعث من قبرها بغیر حساب
لانها ماتت فی غم نفاسها (سفینۃ البحار جلد ۲ صفحہ ۶۰۲)

یعنی امام صادقؑ سے روایت ہے کہ وہ مومنہ عورتیں جو وضع حمل کے مرحلے سے گذرتی ہیں وہ بغیر کسی حساب و کتاب اپنی قبر سے اٹھائی جائیں گی کیونکہ وہ زچگی کی تکالیف سہہ کر دنیا سے رخصت ہوتی ہیں۔ خلاصہ یہ کہ امامؑ فرماتے ہیں تمہاری ماں یہ ساری تکالیف اس لئے اٹھاتی ہے کہ تم زندہ و سلامت پروان چڑھو اور تمہاری یہ تمنا ہوتی ہے کہ جلد از جلد تمہاری بوڑھی ماں دنیا سے اٹھ جائے تاکہ تمہیں آرام مل جائے۔

ماں کی مار کو برداشت کرنا اولاد کے حق میں بہتر ہے

کبھی بھی اپنی آواز کو اپنے والدین سے بلند نہ کرو افسوس ہے اس اولاد پر جو اپنے والدین کو غیض و غضب کی نگاہ سے دیکھتے ہیں بدزبانی اور گالی تو دور کی بات ہے ایک معمولی لفظ ایسا منہ سے نکالنا جو ان کی ناراضگی کا سبب ہو حرام ہے اپنے والدین کے سامنے "اف" کہنا بھی نص قرآن کے مطابق حرام ہے روایت میں ہے کہ "اف" سے زیادہ کمتر اگر کوئی لفظ ہوتا تو خدا وہ لفظ استعمال کرتا خلاصہ کلام یہ ہے کہ معمولی لفظ بھی جو ان کی ناراضگی کا سبب بنے ممنوع ہے۔

ولا تقل لهما اف ولا تنهر هما وقل لهما قولاً کریماً

(سورۂ اسراء: آیت نمبر ۲۳)

ترجمہ: "اور تم اپنے والدین کے سامنے اف تک نہ کرو اور نہ ہی
ان کو جھڑکو یہ کہ جب بھی ان سے بات کرو تو نرمی سے کرو۔"

پہلی بات تو یہ ہے کہ ماں کبھی نہیں چاہتی کہ اپنی اولاد کو مارے مجبوراً وہ اس وقت مارتی ہے جب وہ بے ادبی کرتا ہے اور وہ بھی بہت آہستہ با دلِ ناخواستہ۔ بہر حال ماں باپ کی مار کو برداشت کرنے کا بے حد ثواب ہے اسی وجہ سے کہا گیا ہے کہ ان کے غصے کو برداشت کرو۔ حیف ہے اس اولاد پر جو اپنے ماں باپ پر ہاتھ اٹھاتے ہیں وہ جان لے کی اس کی عاقبت خیر پر نہ ہوگی۔

اولاد کو بددعا دینے کا نتیجہ برا ہوتا ہے

افسوس ہے اس ماں پر جو ناراضگی کے سبب اپنی اولاد کو بددعا دے کسی نے امامؑ سے شکایت کی میری اولاد ایسی ہے ویسی ہے۔ امامؑ نے فرمایا معلوم ہوا ہے کہ تم اپنی اولاد کو لعنت ملامت کرتے ہو اس نے کہا یہ سچ ہے حضرتؑ نے فرمایا پس تم قصوروار ہو۔ یاد رکھو کبھی بھی اپنی اولاد کو بددعا نہ دینا اس لئے کہ اولاد کے حق میں ماں باپ کی بددعا باعث فقر و فاقہ ہوتی ہے۔ تمہیں چاہئے کہ بردباری اور شفقت کا مظاہرہ کرو اولاد کی بداخلاقی کا بدلہ یہ ہے کہ

اسے نظر انداز کر کے اس کے سامنے سے ہٹ جائے ان کو مارنا پیٹنا یا لعنت ملامت کرنا بالکل غلط ہے۔

چڑیا اور زمخشری کا پاؤں سے معذور ہونا

زمخشری صاحب تفسیر کشاف ایک پاؤں سے معذور ہو گئے تھے۔ وہ خود فرماتے ہیں کہ میں اپنی والدہ کی بددعا کے سبب ایک پاؤں سے معذور ہوا۔ جب ایک موقع پر میری والدہ نے مجھے کہا خدا کرے تو لنگڑا ہو جائے۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ ایک دن بچپن میں ایک چڑیا کو پکڑنے کے لئے دیوار پر چڑھا جیسے ہی میں نے چڑیا کے گھونسلے میں ہاتھ ڈالا اس کا پاؤں میرے ہاتھ میں آ گیا میں نے بہت کوشش کی کہ چڑیا ہاتھ آ جائے لیکن اس نے مزاحمت کی یہاں تک کہ اس کا پاؤں جدا ہو گیا۔ میں اس کا پاؤں لئے نیچے اتر آیا جب میری والدہ نے یہ منظر دیکھا تو وہ بہت ناراض ہو گئیں اور انہوں نے جلے ہوئے دل سے یہ جملہ ادا کیا: خدا تجھے بھی اسی طرح لنگڑا کر دے۔

ہو سکتا ہے بعض لوگ یہ کہیں گے کہ ہماری ماں تو دنیا میں ہے ہی نہیں جو ہمیں بد دعا دے ایسا نہیں ہے ان کے مرنے کے بعد اگر اولاد نے ان کے لئے کوئی نیکیاں نہیں بھیجیں تو وہ نفرین کر سکتے ہیں۔ لہٰذا جب وہ دنیا سے رخصت ہوں ان کے لئے دعا و استغفار کرو اور ان کے لئے ایصال ثواب کیا کرو۔

ہمسائے کا حق

ہمسائے کا حق ادا کرنا بھی بہت ضروری اور اہم ہے۔ حضرت علیؑ فرماتے ہیں پیغمبر خداؐ نے ہمسائے کے حقوق کے بارے میں اس قدر تاکید فرمائی کہ بعض اصحابؓ نے تو یہ گمان کیا کہ شاید رسولؐ ان کو ہمارے ارث میں شامل کردیں گے۔

ہمسائے کے حقوق یہ ہیں کہ اس کی باتوں کو پوشیدہ رکھے۔ اگر کوئی بات پتہ چلی ہے تو اس کو دوسروں کے سامنے آشکار نہ کرے، چھت پر چڑھ کر اس کے گھر میں نہ جھانکے کیونکہ یہ حرام ہے، ایسا کھانا نہ پکائیں کہ جس کی بو ہمسائے کے گھر تک پہنچے۔ اگر پکائیں تو انہیں بھی اس طعام میں شریک کریں، اپنے گھر کی کوئی بھی چیز ان کے گھر میں نہ پھینکو کوڑا کرکٹ وغیرہ ہمسائے کے دروازے کے سامنے نہ ڈالو، ہمسائے کے مددگار رہو۔ اس کے غم میں برابر کے شریک رہو۔ ان کے ہمراہ اور ہمراز رہو ان کے خوشی اور غم میں شریک رہو۔ قرآن میں سورۂ ماعون کی تفسیر ہے۔ وہ یہی ہے بعض وہ چیزیں جو ضروریات زندگی میں دوسروں کو فراہم کرے اگر ہمسایہ گھر کے برتنوں میں سے مہمانداری کے لئے تم سے پتیلا، کاسہ، گلاس، پلیٹیں وغیرہ مانگے یا قالین مانگے اس میں ہچکچاہٹ محسوس نہ کرو۔ میں آپ کو ایک ایسا واقعہ سناتا ہوں جس سے کرامت علماء بھی ظاہر ہوجائے گی۔

بحرالعلوم کا اپنے شاگرد کے پڑوسی کو کھانا بھجوانا

فقیہ عادل مرحوم جواد عاملی صاحب کتاب مفتاح الکرامۃ ایک رات کھانا کھانے کی تیاری کر رہے تھے کہ ان کے استاد سید بحرالعلوم نے بلا بھیجا۔ فوراً حاضر خدمت ہوئے۔ دیکھا استاد محترم کے سامنے طشت میں کھانا رکھا ہے اور ناراضگی کے عالم میں بیٹھے ہوئے ہیں۔ آقای جواد عاملی نے غصے کا سبب پوچھا تو فرمانے لگے کہ ایک عرصہ گزر گیا تمہارے ہمسائے کے گھر میں ذرہ برابر بھی راشن نہیں ہے اور اس ہفتے اس نے قریب کے دوکاندار سے بطور قرض کھجور لے کر گذارا کیا ہے اور آج جب وہ ادھار پر کھجوریں لینے گیا تو کھجور فروش نے یہ کہہ کر معذرت کر لی کہ تمہارا پہلے ہی قرض بہت زیادہ ہو گیا ہے۔ اور یہ بے چارہ شرمندہ ہو کر خالی ہاتھ واپس آ گیا۔ اس کے بچے بھوک کی وجہ سے رات بھر سو بھی نہیں سکے۔

سید جواد نے کہا آقا مجھے بالکل ان کی حالت کے بارے میں علم نہیں تھا۔ آقا بحرالعلوم نے فرمایا اگر تم جانتے ہوتے اور ان کی مدد نہ کرتے تو اسلام سے خارج ہو جاتے زندہ زمین میں گڑ جاتے۔ میرا اعتراض تو اس بات پر ہے کہ تم اپنے ہمسائے کی حالت سے ایک ہفتے تک کیسے غافل رہے۔ بہر حال یہ کھانے کی طشت لو میرے خادم کے ساتھ اپنے ہمسائے کے گھر جاؤ اور ان کے ساتھ بیٹھ کر انہیں بھی کھلاؤ اور خود بھی کھاؤ اور یہ رقم کی تھیلی بھی انہیں دے

دو اور واپس آ کر مجھے بتاؤ تا کہ میں بھی اطمینان سے کھانا کھالوں۔

ہم نے ایسا ہی کیا جب ہمسائے نے آقا کے خادم کو دیکھا تو سمجھ گیا کہ یہ کھانا سید جواد کے گھر سے تو نہیں آیا وہ کہنے لگا کہ جب تک آپ یہ نہیں بتائیں گے کہ یہ کھانا کس نے بھیجا ہے اس وقت تک میں نہیں کھاوں گا۔ سید جواد نے اس سے بہت کہا لیکن وہ نہ مانا آخر کار مجبوراً انہوں نے پورا ماجرا بیان کر دیا کہ آقائے بحر العلوم نے بھجوایا ہے۔ وہ ہمسایہ تعجب خیز انداز میں کہنے لگا خدا گواہ ہے کہ خدا نے علاوہ ہمارے اس حال کے بارے میں کوئی نہیں جانتا تھا۔

میں چاہتا ہوں کہ آقائے بحر العلوم کے جملے کی وضاحت کروں کہ اگر آپ کو معلوم ہے کہ آپ کا پڑوسی پریشانی میں مبتلا ہے اور آپ نے اس کی کوئی مدد نہ کی تو آپ کے اسلام کا کوئی فائدہ نہیں۔

ضمناً عرض کروں کہ آج کل لاؤڈ اسپیکر کا بڑا رواج ہے لیکن یہ معلوم ہونا چاہئے کہ پڑوسیوں کو تکلیف دینا حرام ہے۔ خواہ لاؤڈ اسپیکر پر قرآن خوانی ہو یا مجلس عزا، دیر تک جاری رہے۔ ہوسکتا پڑوس میں کوئی بیمار ہو یا چھوٹے بچے ہوں جو سو نہ سکیں۔

من کان یومن باالله و الیوم الا خر فلیومن جاره بوائقه

(بیت الاحزان قمی)

ہر حال میں شریک ساتھی کے حق کا خیال کرنا

اس شخص کے حقوق ادا کرنے میں عدل سے کام لینا چاہیئے جو آپ کے ساتھ کسی عنوان سے شریک سمجھا جاتا ہو چاہے وہ آپ کے گھر میں ساتھ رہتا ہو یعنی آپ کے گھر کا فرد ہو یا کاروبار و دیگر معاملات میں شریک ہو یا سفر میں شریک ہو۔ ہر حال میں اس کے حق کا خیال رکھنا چاہیئے۔

کسی بھی مال مشترک میں واجب ہے کہ اپنے شریک ساتھی کی اجازت اور رضا مندی کے ساتھ تصرف کرے اور اپنے شریک ساتھی کی غیر حاضری میں اس مال کی حفاظت کرے چاہے وہ مال خصوصی ہو یا مال مشترک۔

اگر اس کا ساتھی کسی کام میں زحمت اور محنت کر رہا ہے تو اسے بھی اپنے شریک ساتھی کے ساتھ محنت اور مشقت کرنا چاہیئے یعنی عدالت کا دامن نہ چھوٹنے پائے۔ عام طور پر ہوتا یہ ہے کہ اگر گھر میں دو خاندان کے افراد رہتے ہیں اگر ان کے بچے آپس میں جھگڑتے ہیں تو یہ لڑائی ان کے ماں باپ تک پہنچ جاتی ہے یہ عمل انکی جاہلانہ تعصب کی عکاسی کرتا ہے۔ چنانچہ بچوں کی معمولی سی لڑائی بڑوں کو اپنی لپیٹ میں لے لیتی ہے۔ بڑے یہ نہیں سوچتے یہ بچے ہیں ابھی لڑائی ہوئی ابھی دوبارہ کھیلنے لگیں گے۔ آپس میں ایک دوسرے کے حقوق کا صدق دل سے احترام کریں میں آپ کے

سامنے ایک روایت بیان کرتا ہوں تا کہ بات اور واضح ہو جائے۔

کھجور کا درخت اور سمرہ کی روایت

ایک مسلمان شخص نہ ایمان سے آشنا تھا نہ عدل سے واقف تھا اس کا نام سمرہ بن جندب تھا۔ وہ بے حد ضدی، نا سمجھ اور ہتک آمیز رویے کا مالک تھا۔ اس کا ایک کھجور کا درخت ایک انصار کے گھر میں لگا ہوا تھا۔ جب بھی وہ درخت کی دیکھ بھال کے لئے جاتا تو بغیر کسی اطلاع کے وہ اس انصاری کے گھر میں داخل ہو جاتا ایک روز اس انصاری نے اس سے کہا اے سمرہ بے شک تمہیں حق ہے کہ تم اپنے درخت کی دیکھ بھال کی غرض سے میری چار دیواری میں داخل ہو سکتے ہو لیکن کم از کم آواز تو دے دیا کرو اطلاع تو دے دو۔ یعنی آج کل کے رواج کے مطابق ''یا اللہ'' تو کہہ دیا کرو اس نے بڑی بدتمیزی سے جواب دیا: ''تمہارے گھر میں داخل ہونا میرا حق ہے میں کس بات کی اجازت لوں۔''

بے چارے انصاری نے پیغمبر خداؐ سے اس شخص کی شکایت کی کہ یا رسول اللہؐ! سمرہ کھجور کے درخت کی وجہ سے میرے گھر میں داخل ہونے کا مجاز ہے میں نے اتنی اس سے التماس کی کہ گھر میں داخل ہونے سے پہلے آواز دے دیا کرو۔ میرے بیوی بچے گھر میں ہوتے ہیں لیکن وہ میری بات ہی نہیں سنتا۔ آپؐ نے فرمایا سمرہ کو میرے پاس لاؤ جب وہ حضورؐ کے پاس

حاضر ہوا تو آپؐ نے فرمایا تمہارا پڑوسی تم سے یہ چاہتا ہے کہ جب تم اس کے گھر میں داخل ہو تو اطلاع دے دیا کرو۔ وہ کہنے لگا کھجور کا درخت میرا ہے میں داخل ہوسکتا ہوں پھر میں اجازت کیوں لوں۔

آنحضرتؐ نے فرمایا تم اس کھجور کے درخت کو فروخت کر دو۔ اس کے بجائے میں تمہیں دوسری جگہ کھجور کا درخت دے سکتا ہوں۔ جنس کے بدلے جنس۔ اس نے کہا میں نہیں بیچ رہا آپؐ نے فرمایا دو درخت اس کے عیوض لے لو۔ کہا: نہیں! یہاں تک کہ دس درختوں کی پیشکش کی گئی تب وہ نہ مانا (حقیقت ہے ایسے سنگدل لوگ بھی دنیا میں موجود ہیں جو ایک معمولی شی کے لئے رسول خداؐ کے ساتھ ہٹ دھرمی کا مظاہرہ کر رہا تھا) آپؐ نے فرمایا: چلو دوسرا سودا کرتے ہیں تم اپنا فانی کھجور کا درخت جنت کے باقی درخت کے عیوض مجھے بیچ دو۔ اس بہشتی کھجور کے درخت کے بدلے جس کو کوئی فنا نہیں ہے۔ اس نے کہا ہرگز نہیں بالاخر رسولؐ نے بنا بر روایت یہ جملہ ارشاد فرمایا:

لااراک الامضار، لا ضرر ولا ضرار فی الاسلام

اقلع بها و ارم الیها

"میں نے تجھے نہیں پایا مگر (اسلام کو ضرر) پہنچانے والا۔ اور اسلام نہ ضرر برداشت کرنے کا حکم ہے اور نہ ضرر رساں مذہب ہے۔ آپؐ نے حکم دیا کہ اس کا کھجور کا درخت اکھاڑ کر اس کے سامنے ڈال دو پھر جہاں وہ چاہے

اسے لگا لے۔"

بہر حال اس کا علاج یہی تھا ایسا شقی اور بے رحم شخص جو اسلام کو نقصان پہنچانے والا تھا ایسے ہی فیصلے کا حقدار تھا اگر اس کے دل میں ذرہ برابر بھی ایمان ہوتا تو وہ ہرگز ایسا نہ کرتا۔

حضرت علیؑ پر تہمت لگانے کا انجام

اس حریص مال دنیا کا انجام کیسا ہوا جو مال دنیا کے عیوض علیؑ کا دشمن بن بیٹھا ایک صحابیؓ نے پیغمبرؐ کی وفات کے بعد دیکھا کہ مال و دولت کی فراوانی تو معاویہ کے پاس ہے اس لالچ میں وہ شام چلا گیا۔ معاویہ نے اسے بلا کر کہا میں تمہیں ایک لاکھ درہم دوں گا اگر تم منبر پر جا کر اس آیہ "من الناس من یشری نفسہ ابتغاء مرضات اللّٰہ" لوگوں میں سے ایک ایسا ہے کہ جس نے اللہ کی خوشنودی کے عیوض اپنی جان کو فروخت کر دیا یہ آیہ جو شان علیؑ میں ہجرت و جانثاری کے موقع پر نازل ہوئی ہے یہ کہہ کہ میں نے اس آیت کے ذیل میں رسول خداؐ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ یہ آیت ابن ملجم مرادی، قاتل علیؑ کی شان میں نازل ہوئی ہے۔ اس نے کہا کہ یہ تو بہت بڑا جھوٹ یہ صرف ایک لاکھ درہم میں نہیں بولا جائے گا معاویہ نے کہا ٹھیک ہے دو لاکھ لے لو اور یہ حدیث لوگوں تک پہنچا دو کہ یہ آیت جو شان علیؑ میں نازل ہوئی وہ قاتل علیؑ کی شان میں نازل ہوئی ہے۔ وہ شخص تین لاکھ درہم

پر بھی راضی نہ ہوا آخرکار چار لاکھ درہم نقد پر طے پایا اور وہ جمعہ کے دن منبر پر گیا اور مسلمانوں کے اجتماع سے خطاب کرتے ہوئے کہا میں نے خود پیغمبرؐ سے اس آیت کے بارے میں سنا ہے کہ آپؐ نے فرمایا کہ یہ آیت قاتلِ علیؑ کی تعریف میں نازل ہوئی ہے۔

یہ سننے کے بعد ایک فرد نے بھی اٹھ کر اعتراض نہیں کیا!

خود رسول خداؐ اس شخص کے بارے میں فرما چکے تھے (جو کوئی ابتدائے عمر سے دولت پرست ہو) بالآخر اسے دنیا کی آگ میں جلنا اور مرنا ہے۔

اس دولت پرست شخص کے ساتھ بھی یہی ہوا کہ ایک بڑی دیگ میں پانی گرم ہوا تھا اس کا پاؤں لڑکھڑایا اور وہ دیگ میں جا گرا اور گرتے ہی جل کر مر گیا۔ جو دنیا پر ایمان رکھتا ہے اس کے دل میں خدا اور آخرت کے بارے میں کوئی ایمان نہیں ہوتا۔

ہم مومنین کے لئے دولت نہیں جنت چاہتے ہیں

کہتے ہیں کہ ایک مومن مسجد میں بیٹھا مومنین کے لئے دعائیں مانگ رہا تھا کہ پروردگار جو مومنین تیری بارگاہ میں حاضر ہیں انہیں بخش دے جب وہ نماز اور دعاؤں سے فارغ ہو کر مسجد سے باہر نکلا ایک اجنبی مسافر اس کے پاس آیا اور اس نے خوشخبری سنائی کہ تمہارے دور کے رشتہ دار کا انتقال ہو گیا ہے اور اس کی تمام دولت کے وارث تم قرار پائے ہو اس نے ایک تھیلا نکالا

اور کہا یہ سونے کی اشرفیاں اب تمہاری ملکیت ہیں اس مومن نے وہ بے انتہاء دولت لی اور واپس آ کر مسجد میں بیٹھ گیا۔ تمام نمازیوں کو مخاطب کر کے کہا جو کوئی بھی قرضدار ہے یا مالی پریشانی میں مبتلا ہے وہ اپنی پریشانی دور کرے مومنین اپنی حاجت کے مطابق اشرفیاں لیتے رہے یہاں تک کہ اس مومن کے پاس کوئی اشرفی نہیں بچی اس کے ایک دوست نے کہا تم نے کتنی بڑی بے وقوفی کی ہے کہ تمام دولت بانٹ دی اور اپنے لئے کچھ نہیں رکھا۔

اس نے جواب دیا ابھی کچھ دیر پہلے جب یہ دولت مجھے نہیں ملی تھی انہیں کے لئے دعا کر رہا تھا کہ پروردگار مومنین کو آخرت میں جنت عطا فرما۔ میں جب ان کے اخروی فائدے کے لئے جنت کا خواستگار ہو سکتا جو کہ ہمیشہ باقی رہنے والی ہے تو کیا اس فانی دنیا کے فوائد سے ان کو محروم رکھوں۔

اے مومنو! اگر آپ چاہتے ہیں کہ آپ کے مرحوم ماں باپ کو برزخ کے عذاب سے نجات حاصل ہو جائے تو جب کسی ضرورت مند یا پریشان حال قرضدار کو دیکھیں تو اپنے والدین کے ایصال ثواب کی نیت سے اس کی ضرورت کو پورا کر دیں خدا اس کے عوض آپ کے مرحومین کو نجات عطا کرے گا۔

بہر حال جس طرح بھی آپ زندگی گذار رہے ہیں اسی طرح خدا آپ کے ساتھ پیش آئے گا۔ وہ شخص جو کسی کے راز کو فاش کرتا ہے کسی کی

پوشیدہ باتوں کو آشکار کرتا ہے یہ توقع نہ رکھے کہ خدا اس کے عیوب کو پوشیدہ رکھے گا اس کے راز کو پوشیدہ رکھے گا یا کسی کے ساتھ سختی یا بداخلاقی کے ساتھ پیش آئے اور وہ لوگوں سے بچا رہے گا یہ اس کی خام خیالی ہے اور وہ یہ توقع نہ رکھے کہ خدا اس کے گناہانِ کبیرہ کو معاف کردے گا۔ خلاصہ یہ ہے کہ میزانِ عدل آپ خود ہیں اگر آپ چاہتے ہیں کہ لوگ آپ کے ساتھ اچھا برتاؤ کریں تو آپ کو بھی چاہئے کہ ان کے ساتھ اپنے معاملات کو درست رکھیں۔

خصوصی دعا کرنے والوں کے ہاتھ میں نجات ہے

دعائے ابوحمزہ ثمالی کے جملے ان راتوں میں فراموش نہ کریں۔

"ومن ایدی لخصماء غداً من یخلصنی وبحجل من اتصل ان انت قطعت حبلک عنی"۔

کل جب قیامت کا دن ہوگا وہ جن کے تم پر حقوق ہوں گے یہاں تک تمہارے والدین اور تمہاری اولاد چاروں طرف سے تمہیں گھیرے ہوں گے افسوس یہ عارضی دولت اس وقت کچھ کام نہ آئے گی۔ بحار الانوار کی تیسری جلد میں درج ہے ایک موقع پر پیغمبر خداؐ نے مسلمانوں سے پوچھا یہ بتاؤ مفلس کون ہے سب نے کہا: **من لادرھم له ولادینار** "وہ شخص جس کے پاس پیسہ نہیں ہے وہ مفلس ہوتا ہے۔" آپؐ نے فرمایا نہیں میری امت کا مفلس وہ شخص ہے جس پر بندوں کے حقوق رہ گئے ہوں گے اور وہ بندے قیامت کے

روز اس شخص کا دامن پکڑے اپنے حقوق طلب کریں گے اور وہ شخص ان کے حقوق کی تلافی نہ کر پائے گا۔ اس وقت اس کا کیا عالم ہوگا کیا وہ اپنی مراد کو پہنچ پائے گا۔ اے برادرانِ عزیز جب تک یہ سانس آ جا رہی ہے کوشش کریں کہ جس کا جو حق ہے وہ ادا کردیں اگر وہ زندہ ہے تو اس کو راضی کرلیں اور خدا نخواستہ وہ مرگیا ہے تو اسکے اور اپنے لئے دعا استغفار کریں۔ جن جن کے جو جو حقوق ہماری گردن پر ہیں ہمیں یادنہیں ان کے بابت بھی طلب مغفرت کریں۔ اس کا علاج یہ ہے کہ خدا سے گڑگڑا کر دعا کرو کہ خدایا میں غریب ہوں مفلس ہوں تو اپنے خزانے سے ان لوگوں کا حق ادا کردے جن لوگوں کا حق میری گردن پر باقی ہے۔

اے بندۂ خدا اپنی تقدیر سنوارنے کے لئے خدا سے فریاد کر

جب روز محشر اپنے حق کے طلبگار کسی بندہ مومن کے دامن گیر ہوں گے اس کے والدین بیوی بچے، ہمسائے، شریک کار، دوست اور وہ افراد جن کی اس نے غیبت کی ہوگی تہمت لگائی ہوگی وہ اس وقت بے یارو مددگار ہوگا اگر دنیا میں اس نے خدا سے عہد و پیمان کیا ہوگا اور گناہوں پر اصرار نہ کیا ہوگا اور زندگی میں اپنے لئے استغفار کیا ہوگا اور ندا آئے گی اے میرے وہ بندے کہ جو اپنے حقوق کے طلبگاروں کے محاصرے میں ہے اور میرے بندوں کے حقوق کے محاسبے میں کھڑا ہوا ہے۔ گھبراؤ نہیں تمہیں بخش دیا گیا ہے ذرا اوپر

میری جنت کا مشاہدہ تو کرو اور یہ مکانات تو دیکھو جب وہ نگاہ کرے گا تو شاندار کمروں کا مشاہدہ کرے گا۔

آواز آئے گی اور میرے مومن بندے سے اپنے حقوق کے طلبگار جو شخص یہ چاہتا ہے کہ جنت میں ان کمروں کو حاصل کرے میرے بندہ مومن کو معاف کردے۔ اپنے غصب شدہ حقوق سمجھ کر طلب کرے۔ اگر آپ خدا کے بندے بن گئے تو یقیناً خدا بھی روز قیامت آپ کے معاملات کو درست کردے گا۔ (بحار الانوار جلد نمبر ۲)

امام موسیٰ بن جعفرؑ کا حاجی معتمد کی فریاد کو پہنچنا

ناصر الدین شاہ کے چچا معتمد الدولہ کا ایک سچا خواب مجھے یاد آیا۔ یہ وہ شخصیت تھی جس نے حضرت موسیٰ بن جعفرؑ کے حرم کی بڑی خدمت کی انہوں نے امام موسیٰ کاظمؑ کے روضہ کا صحن اور سامنے کی ڈیوڑھی تعمیر کرائی تھی جب حاجی معتمد الدولہ کا انتقال ہوگیا تو اسی زمانے کے ایک عالم دین نے خواب میں دیکھا۔ ان کی قبر امام موسیٰ کاظمؑ کے پائینتی تھی کیا دیکھتے ہیں کہ اپنے حقوق کے طلبگار سب ان کے گرد جمع ہیں اور اپنے حقوق کے طالب ہیں اسی اثناء میں قبر مطہر امام موسیٰ بن جعفرؑ سے ایک ندا آئی اس کو چھوڑ دو اور جو کچھ تمہارے حقوق ہیں اس کی طرف سے میں دینے کے لئے تیار ہوں کیونکہ یہ میری پناہ میں ہے۔

مرحوم نے وصیت کی تھی کہ میری قبر کے کتبہ پر لکھ دینا

"وکلبھم باسط ذراعیه بالوصید" میں امام موسیٰ بن جعفرؑ کے در کا کتا ہوں اور اس صاحب قبر کی پناہ میں ہوں جو یقیناً مجھے اپنی پناہ میں رکھیں گے۔

"الکھف الحصین وغیاث المضطر المسکین"

یہ حقیقت ہے ہمیں خدا اور رسولؐ و آلِ رسولؑ سے روز قیامت کے لئے وابستگی برقرار رکھنا چاہئے اور اپنے استغفار کے لئے انہیں کا وسیلہ اختیار کرنا چاہیئے جیسا کہ ہم اعمال شب قدر میں پڑھتے ہیں:

بک یا اللہ ....
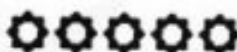
✿✿✿✿✿

تقریر ۱۹

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ان اللہ یا مر بالعدل والاحسان و ایتاء ذی القربیٰ و ینھی عن الفحشا والمنکر والبغی، یعظکم لعلکم تتقون

خدا کی مخلوق کے ساتھ عدل کے بارے میں ہماری گفتگو جاری تھی کل ہم نے اس موضوع پر مولائے متقیان علی بن ابی طالبؑ کے کلمات کا ذکر کیا تھا اور ایک میزانِ کلی عرض کیا تھا اگر کوئی یہ چاہتا ہے کہ میں دوسروں کے ساتھ عدل سے پیش آؤں:۔

ان تجعل نفسک میزاناً بینک و بین غیرک

تم اپنے نفس کو اپنے اور دوسرے کے درمیان میزانِ عدل قرار دو معاشرے میں جیسا وہ اپنے بارے میں چاہتا ہے کہ لوگ اس سے حسنِ اخلاق سے پیش آئیں اسے بھی چاہئے کہ وہ دوسروں کے ساتھ اچھا برتاؤ کرے۔ جو توقع تم دوسروں سے رکھتے ہو تو خلقِ خدا کی توقعات پر بھی پورا اترو یعنی ان کو اپنی جگہ پر رکھ کر دیکھو کہ جو توقعات میں اس سے وابستہ رکھے ہوئے ہوں مجھے بھی اس کی توقعات پر پورا اترنا چاہئے۔

مثال کے طور پر ہم چاہتے ہیں کہ ہم پر کوئی عیب نہ لگائے۔ اگر آپ عدل سے کام لینا چاہتے ہیں تو دوسروں پر عیب لگانے سے پرہیز کریں۔ یہ تو

کوئی بات ہوئی کہ دوسروں میں تو آپ ہزار عیب نکالیں اور آپ پر کوئی عیب نہ لگائے۔ ظلم کے یہی معنی ہیں کہ لوگوں سے اسی چیز کی توقع رکھتے ہیں جو خود کے پاس نہیں ہے۔ اگر آپ کو کوئی تھپڑ رسید کردے تو کیا آپ اسے معاف کردیں گے۔ خود چاہے آپ اسے دس تھپڑ ماردیں تو اس سے یہ چاہیں گے کہ وہ آپ کو معاف کردے حالانکہ آپ نے اس پر ظلم کیا ہے۔

تین گروہ روزِ قیامت عرش الٰہی کے سائے میں ہوں گے

تمام امور میں آپ اپنے آپ کو میزانِ عدل قرار دیں۔ میں یہاں آپ کے سامنے ایک روایت بیان کرتا ہوں۔ یہ روایت پڑھ کر آپ کو یقیناً خوشی ہوگی۔ اس روایت میں ان لوگوں کو بشارت دی گئی ہے جو تمام امور میں عدل کو میزان قرار دیتے ہیں۔ حضرت امام جعفر صادقؑ سے لمالی الاخبار میں ایک روایت درج ہے کہ تین گروہ ایسے ہیں جو قیامت کے روز عرشِ الٰہی کے زیرِ سایہ ہوں گے۔ جس دن سورج سوا نیزے پہ ہوگا اور ظلِ الٰہی (لطفِ الٰہی) کے سوا کوئی سایہ نہ ہوگا۔

ثلثه یسکنون تحت ظل عرش اللّٰه یوم لا ظلّ الّا ظلّه:

۱۔ رجل اعطی الناس ما هو سائلهم عنه

۲۔ ورجل لا یتدم رجلا ولم یوخر رجلا الا برضی اللّٰه

۳-ورجل لا یعیب احداً بما هو فیه حتّٰی ینفی عنه ذٰلک العیب

(امالی الاخبار)

عرشِ الٰہی کا سایہ انبیاء، واولیاء اور اوصیاء کا مقام ہے اگر تم بھی ان کے جیسی خصوصیات اور اوصاف کے حامل ہو تو تم بھی ان کے ہمراہ ہو گے۔

پہلا گروہ: ان لوگوں کا ہے جو چیز خود اپنے لئے پسند کرتے ہیں وہی دوسروں کو بھی دیتے ہیں۔ اے بنیے صاحب جب آپ پنساری سے زعفران خریدتے ہیں تو یہ چاہتے ہیں کہ وہ زیادہ تول کر دے وزن میں کمی نہ کرے۔ آپ بھی جب اسے بیچیں تو برابر دیں تول میں کمی نہ کریں۔ تیل بیچیں تو خالص دیں اگر آپ چاہتے ہیں کہ وہ آپ کو خالص چیز دے ملاوٹ والی نہ دے تو آپ کو بھی لازم ہے کہ اسے جعلی یا ملاوٹ والا تیل نہ دیں۔ جو چیز آپ لوگوں سے چاہتے ہیں وہی چیز لوگوں کے لئے بھی چاہیں۔

دوسرا گروہ جو زیرِ عرشِ الٰہی قرار پائے گا ان لوگوں کا ہے جو رضائے الٰہی کے بغیر کوئی قدم نہیں اٹھاتے اور بغیر پروردگار کی خوشنودی کے نہ قدم آگے بڑھاتے ہیں اور نہ قدم پیچھے ہٹاتے ہیں۔ کون ایسا شخص ہے ایسے لوگ کہاں ہیں جو صرف رضائے الٰہی کے پیچھے چلتے ہیں یہ اس وقت ممکن ہے جب آپ اپنے نفس کے حکم کے برخلاف عمل کریں کیونکہ رضائے الٰہی مخالفتِ نفس میں مضمر ہے۔

روایت میں وارد ہوا ہے کہ امامؑ سے کسی نے سوال کیا مولاؑ اگر ہمیں ایک وقت میں دو جگہ جانا ہے۔ ایک تشیعِ جنازہ ہے ایک جگہ شادی ہے ہم کس کو اختیار کریں امامؑ نے فرمایا جہاں تمہارا نفس جانے کی خواہش نہ ہو اس مثال میں تشیعِ جنازہ کو ترجیح دینا چاہئے۔

تیسرا گروہ ان لوگوں کا ہے جو کسی دوسرے پر عیب نہیں لگاتے جب کہ ان میں خود کوئی عیب نہیں ہوتا اور اگر آپ کسی کی برائی کریں اور وہ عیب خود آپ میں موجود ہو تو یہ بات باعث شرم ہے۔ کوئی اگر یہ کہے کہ فلاں شخص لالچی اور کنجوس ہے۔ اور عیب جوئی کرنے والا خود لالچ اور بخل رکھتا ہو وہ اپنی حد تک تم اپنے حد تک ان عیوب کے مالک ہو وہ چاہے لاکھ میں بخیل ہے اور تم سو روپے کی حد تک بخل سے کام لیتے ہو۔

اپنے عیوب کی تلاش میں رہو

برعکس ہونا چاہئے۔ ہر شخص دوسروں کے بجائے اپنے عیب خود تلاش کرے۔

دیدہ زعیب دگراں کن فراز　　　　صورت خود بین و دراو عیب ساز

"دوسروں کی عیب بینی سے اپنی آنکھ بند کرلو اپنی صورت دیکھ کر خود اس میں اپنے عیب تلاش کرو۔"

آپ کہتے ہیں کہ فلاں اپنے واجبات ادا نہیں کرتا آپ نے اپنے

آپ کو دیکھا ہے آپ کیا ہیں آپ تمام واجبات ادا کرتے ہیں؟ آپ واجب انفاق کرتے ہیں خمس و زکوۃ و صلہ رحمی (اس صورت میں جب کوئی رشتہ دار ضرورت مند ہے اور اس کی ضرورت پوری نہ کی جائے تو یہ بھی قطع رحمی ہے) اور اس کے علاوہ جو لوگ واجب النفقہ ہیں کیا ہم ان کا حق ادا کرتے ہیں۔ اپنے بیان کی تائید کے لئے اور اپنی گفتگو کو ایک دوسرے انداز سے واضح کرنے کے لئے یہاں ایک واقعہ نقل کر رہا ہوں۔

اپنے بدنما سینگ کو نہیں دیکھتا لیکن......

ہندوستان کے قدیم زمانے کے بارے میں لکھا ہے جب ہندوستان صاحبان حکمت و دانش کا مرکز تھا اور یونان کے بعد ہندوستان کے لوگ حقائق کو سمجھنے میں زیادہ ذہین اور ہوشیار سمجھے جاتے تھے کتاب "کلیلہ و دمنہ" جو فارسی میں ترجمہ ہو چکی ہے ہندوستان میں تالیف کی گئی۔ جس کے مؤلف حکیم ہندی ہیں جنہوں نے حیوانات کی زبان کے بارے میں بڑی حکمتیں بیان کی ہیں اور وہ دوسری زبانوں میں بھی شائع ہوئی ہے۔

اس زمانے میں اس ملک کے دارالخلافہ کے صدر دروازے پر دو مجسمے آمنے سامنے نصب تھے سیدھے ہاتھ والے مجسمے کو ہندی اور چینی مجسمہ ساز نے تیار کیا تھا اور اس مجسمہ کی خصوصیت یہ تھی کہ اس کے خدو خال انتہائی خوبصورتی کے ساتھ سیاہ رنگ کی مدد سے ابھارے گئے تھے تاکہ اس کے حسن میں اور

اضافہ ہو جائے اور اس کے مقابل جو مجسمہ نصب تھا وہ بہت بدنما شکل میں بنایا گیا تھا اور جتنی بدصورتی ظاہر کی جاسکتی تھی وہ نمایاں کی گئی۔ اس کے علاوہ دو خوفناک سینگ نکالے گئے تھے جو اس کی بدنمائی میں اور اضافہ کر رہے تھے اور اس بدصورت مجسمے کے ہاتھ کا اشارہ اس سیاہ رنگ کے خوبصورت مجسمے کی طرف دکھایا گیا تھا۔ اس سینگوں والے مجسمے کے نیچے لکھا ہوا تھا کہ گویا یہ بدصورت مجسمہ اس خوبصورت مجسمے سے یہ کہہ رہا ہو" تم کتنے بدنما خدو خال کے مالک ہو" یعنی وہ اپنے بدنما سینگ والے چہرے کو نہیں دیکھ رہا تھا اور اس خوبصورت خدو خال والے چہرے میں عیب نکال رہا تھا۔ سچ ہے اس قصے میں پرکشش حکمت بھری پڑی ہے۔ اگر آپ چاہتے ہیں کہ آخرت میں عرشِ الٰہی کے سائے میں جگہ ملے تو آپ امام جعفر صادق ؑ کے فرامین کو فراموش نہ کریں۔ آپ میں کوئی برائی ہے تو دوسروں پر وہ عیب نہ لگائیں۔ بعد میں خود امام فرماتے ہیں کسی عیب کو اس وقت تک برطرف نہیں کیا جاسکتا جب تک وہ دوسروں کا عیب اپنے اندر تلاش نہ کرے۔ یعنی کوئی ایسا شخص نہیں جس میں کوئی عیب نہ ہو۔ لہٰذا اس روایت کے معنی یہ ہوئے کہ کبھی بھی کوئی عیب دوسرے پر نہ لگائیں اگر کوئی ایسا ہے جو یہ سمجھتا ہے کہ اس میں کوئی عیب نہیں ہے تب وہ دوسرے پر عیب لگا سکتا ہے لیکن ایسا کون ہے جو یہ دعویٰ کرے کہ مجھ میں کوئی عیب نہیں یا کوئی نقص نہیں ہے۔ سوائے نور پاک چہاردہ معصومینؑ

کے جنہیں خدا نے خود نقص سے پاک رکھا ہے۔

انما یرید اللّٰہ لیذھب عنکم الرجس اھل البیت ویطھر کم تطھیرا

(سورۂ الاحزاب ۳۳: آیت نمبر ۳۳)

کوئی بھی ایسا نہیں جس میں کوئی عیب نہ ہو مگر یہ کہ وہ خود یہ سمجھتا نہیں جو سمجھنا چاہتا ہے حقیقی آئینہ سیرت کو دیکھ لے۔ اپنے اعمال کو مولائے متقیان کی سیرت کے آئینے سے جانچ لے مولا علیؑ کی ذات میزان ہے کسوٹی ہے اپنے آپ کو مولاؑ کی ذات سے وابستہ کرلیں تا کہ اپنے عیوب کو تلاش کرسکیں ہم یہی تو کہتے ہیں: ''السلام علی میزان الاعمال''؟

اپنے نفس کے ساتھ عدل یا ظلم کرنا

خود اپنے ساتھ بھی عدل سے کام لیں افسوس ہے اس شخص پر جو اپنے اوپر ظلم کرتا ہے۔ اپنے نفس پر ظلم نہ کریں۔ اپنے ساتھ ظلم کرنے کے بھی کئی مراتب اور مقامات ہیں روٹی کھانے میں، نماز پڑھنے میں، ذرا وقت سے کام لیں افراط وتفریط کا شکار نہ ہوں یہ ظلم ہے۔ میانہ روی عدل ہے۔ ایک لقمہ بھی ضرورت سے زیادہ کھایا یہ اپنے نفس کے ساتھ ظلم سے تعبیر کیا جائے گا۔

نه چندان بخور که از دها نت بر آید

نه چندان که از ضعف جانت بر آید

ترجمہ: اتنا سیر ہو کر نہ کھاؤ کہ کھانا تمہارے منہ سے باہر آ جائے اور نہ

اتنا کم کھاؤ کہ ضعف سے تمہاری جان نکل جائے۔

اے لوگو! ایسا نہ کرو کہ شکم پر ہونے کے بعد کہیں لذیذ غذا دیکھی اور پھر تمہاری رال بہنے لگی اور دوبارہ کھانے میں مشغول ہو گئے اپنے معدہ پر رحم کرو ایسا نہ ہو کہ اس قدر پیٹ پُر ہو جائے کہ یہی غذا جو تمہارے لئے باعث صحت تھی یہی سبب زحمت بن جائے اور تم مریض ہو جاؤ زبردستی اپنے شکم کو پُر نہ کرو۔ پروردگار فرما رہا ہے۔

وکلوا واشربوا ولا تسرفوا انه لایحب المسرفین

ترجمہ: اور کھاؤ اور پیو اور فضول خرچی نہ کرو (کیونکہ) خدا فضول خرچی کرنے والوں کو دوست نہیں رکھتا۔

کھانے میں اور سونے میں اپنے آپ پر ظلم نہ کریں

کمیت اور کیفیت کے لحاظ سے اپنے خوراک اور اس کی مقدار میں اپنے ساتھ ظلم نہ کریں روایت میں ہے کہ دو مختلف چیزیں ایک وقت میں آگے پیچھے نہ کھائیں مثلاً: ایک گرم ہے ایک ٹھنڈی ہے اس سے آدمی بیمار پڑ جاتا ہے حد سے زیادہ تجاوز کرنا ظلم ہے۔ کھانے سے یا مختلف تاثیر کی چیزیں کھانے سے آدمی بیمار پڑ جاتا ہے۔

نہ اسراف اور نہ بالکل کم بلکہ جتنا آپ کے لئے ہے اس پر قناعت کر لیں کھانے کو دوبارہ نہ دیکھیں جب دسترخوان سے ہاتھ اٹھا لیں اپنی حد سے

زیادہ تجاوز نہ کریں ایک تاجر دن بھر میں سو تومان کماتا ہے اور ایک کاسب بیس تومان دونوں کی حدیں مقرر ہیں اپنی حد سے وہ تجاوز نہیں کرتے کیوں آپ لوگوں سے قرض لیتے ہیں اپنی حیثیت کے مطابق قناعت سے کام لیں۔ چاہے مرغی ہو یا جو کی روٹی پیٹ میں جا کر سب برابر ہو جاتا ہے۔

حد سے زیادہ سونا بھی صحت کے لئے مضر ہے اور نہ سونا بھی نقصان دہ ہے وہ اپنے آپ پر ظلم ہے مکان اور لباس میں بھی میانہ روی اختیار کرنا چاہئے مولا علیؑ نہج البلاغہ میں متقین کی صفات بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"ملبسهم الاقتصاد" (ان کے لباس ان کے معاشی حالات کے مطابق ہوتے ہیں) یعنی نہ پیوند والا لباس ہو کہ لوگ انگلیاں اٹھائیں اور نہ ہر نئے فیشن کا انتظار ہو کہ نیا لباس سلوانا پڑے۔ اگر مکان لوگوں کو دکھانے کے لئے تعمیر کیا ہے تو یہ اسراف اور فضول خرچی ہے۔ کل روز قیامت وہ سات منزلہ آگ میں ڈال دیا جائے گا اور ایک طوق گراں بار اس کی گردن میں ڈال دیا جائے گا وہ ایک بھاری بوجھ اور وبال سے دوچار ہو جائے گا۔

(مرآت الکمال مقانی صفحہ ۲۱)

گناہ کرنا اپنے نفس پر ظلم کرنے کے مترادف ہے

معنوی اور اخروی لحاظ سے دیکھا جائے تو جو گناہ آپ کر رہے ہیں وہ اپنے نفس پر ظلم کے برابر ہے قرآن و احادیث اس مفہوم سے بھری پڑی ہیں

اپنے جس اعضاء و جوارح سے گناہ کے مرتکب ہوئے گویا اپنے آپ پر ظلم ڈھایا اور خود کو جہنم کی آگ میں دھکیل دیا۔

ایک قتل کے بدلے ستر بار قتل ہونا

حجاج نے جب سعید بن جبیر کے قتل کا ارادہ کیا ان کے ساتھ تفصیلی گفتگو کے بعد ان سے پوچھا تمہارا سر کہاں سے کاٹا جائے جناب سعید عالم وقت تھے آپ نے فرمایا جہاں سے تم اپنا سر قلم کرنا چاہو۔

یعنی درحقیقت کسی کا سر قلم کرنا خود اپنا سر قلم کرنے کے مترادف ہے دمیری نے "حیواۃ الحیوان" میں لکھا ہے کہ حجاج بن یوسف کے واصل جہنم ہونے کے بعد اس زمانے کے ایک نیک شخص نے اس کو عالم برزخ میں دیکھا تو اس کا حال پوچھا کہ مرنے کے بعد تمہارا کیا حال ہے وہ کہنے لگا کہ ہر قتل کے بدلے ایک قتل لکھا ہے لیکن سعید بن جبیر کے قتل کا عوض ستر بار قتل ہونا ہے۔

کون ایسا ہے جس نے اپنے نفس پر ظلم نہ کیا ہو؟

آپ خیال کرتے ہیں کہ آپ نے کسی مظلوم کے تھپڑ مارا درحقیقت یہ طمانچہ آپ نے اپنے منہ پر رسید کیا ہے آپ سمجھتے ہیں کہ ہم نے کسی کی عیب جوئی اور غیبت کی ہے دراصل آپ نے اپنے عیوب کو لوگوں کے سامنے آشکار کیا ہے اپنے آپ کو مردے کا گوشت خور بنایا ہے بہرحال یہ باتیں آپ

ابھی نہیں سمجھیں گے یہ باتیں مرنے کے بعد آپ کی سمجھ میں اچھی طرح آجائیں گی پھر سمجھ میں آجائے گا کہ مردہ کا گوشت کیسے کھایا جاسکتا ہے جب وہاں مجبوراً مردہ کا گوشت کھلایا جائے گا لو یہ کھاؤ تم دنیا میں لوگوں کی غیبت کرتے تھے، عیب جوئی کرتے تھے، ان کے راز فاش کرتے تھے، اور مزے لیتے تھے اب اس عذاب کا مزہ چکھو۔

کسی نے ایک درہم بھی کسی کا چوری کیا ہے دوسرے کا مال ظلم کے ساتھ حاصل کیا ہے خرید و فروخت میں کمی کی ہے دراصل اس نے اپنے آپ کو لوٹا ہے اپنے مال میں سے کمی کی ہے۔ کل روز قیامت تمہاری نیکیوں میں سے کم کرلیا جائے گا حساب برابر کر دیا جائے گا اور جن کا مال بھی تم نے غصب کیا ہے تمہاری نیکیاں ان کے حساب میں چلی جائیں گی۔ وہ عورت جو اپنے شوہر کی اجازت کے بغیر اس کا مال صرف کرتی ہے تو وہ کل دیکھ لے گی کہ اس کی نیکیاں اس کے شوہر کے نامہ اعمال میں درج ہیں! یہ وہی چوری ہے جس کو دنیا میں وہ فائدہ قرار دیتا ہے آخرت میں وہ نقصان ثابت ہوتا ہے۔

ہر گناہ جو کسی سے سرزد ہوتا ہے دراصل وہ اپنے آپ پر ظلم کرتا ہے یہ سچ ہے جو دعائے کمیل میں کہتے ہیں "ظلمت نفسی" میں نے اپنے نفس پر ظلم کیا **ومن لم یتب فاؤلئک هم الظالمون**

(سورۂ حجرات: آیت ۳۹)

"جو کوئی گناہ کا ارتکاب کرتا ہے اور توبہ نہیں کرتا وہ ظالم ہے۔"

خدا سے دعا کریں پروردگارا تجھے تیری عزت اور جلات کی قسم، ہمیں توبہ کرنے کی توفیق عطا فرما میں ظالم ہوں میرا ظلم یقینی ہے تو توبہ کے سلسلے میں میری مدد فرما جس طرح امام زین العابدینؑ دعا کرتے تھے۔

آپ فرماتے ہیں خدایا اپنے آپ پر مظالم ڈھانے پر مجھے توبہ کی توفیق عطا فرما آئندہ تیرے حدود سے تجاوز کا خیال رکھوں گا۔ ایسا نہ ہو ان مظالم کی وجہ سے مجھے جہنم میں ڈال دیا جائے۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ ماہ رمضان تمام ہو جائے اور وہ اپنے آپ کو گناہوں سے پاک نہ کرے گڑ گڑا کر خدا کے سامنے یہ پڑھیے۔

یا اللہ العفو العفو۔ ابوالبشر حضرت آدمؑ اور تمام انبیاء سمیت یہ پڑھتے تھے:

ربنا ظلمنا انفسنا و ان لم تغفرلنا و ترحمنا لنکونن من الخاسرین

ترجمہ: بارالٰہا ہم نے اپنے نفوس پر ظلم روا رکھا اور اگر تو نے ہماری مغفرت نہ کی اور ہم پر رحم نہیں فرمایا تو ہم خسارہ اٹھانے والوں میں سے قرار پائیں گے۔

ہمارے پاس ایک ہی راستہ ہے کہ توبہ کے نور سے ان گناہوں کی ظلمت کو برطرف کردیں ایک لمحہ آہ و زاری میں گزار دیں تو پہاڑ کے برابر گناہ کم ہو جائیں ہمارا ایک لمحہ کا نالہ و فریاد ہمارے پُر ہجوم گناہوں سے ہمیں پاک

کر دے گا۔

یزید (لعین) نے بھی اپنے آپ پر ظلم کیا

میں یہ عرض کر چکا ہوں کہ جس نے کسی دوسرے پر ظلم کیا دراصل اس نے اپنے آپ پر ظلم کیا دوسرے کو مارا ہے درحقیقت اپنے آپ کو مارا ہے۔

یہی الفاظ جناب زینبؑ نے یزید سے کہے تھا لیکن یزید مغرور اور جاہل تھا جو جناب زینبؑ کی باتوں کو نہ سمجھ سکا کہ زینبؑ نے کیا کہہ دیا زینبؑ کوئی معمولی ہستی نہیں تھیں معدن وحی الٰہی کی امین تھیں عالمہ غیر معلمہ تھیں فرماتی ہیں۔

وما فريتَ الّا جلدکَ و ما قطعتَ الّا راسکَ مع سعيک وکدکيدک فانّ الله لا يمحو ذکرنا (بحار الانوار)

اے یزید (لعین)! قسم بخدا تو نے کسی کی کھال نہیں نوچی مگر یہ کہ خود اپنی کھال اتاری ہے کسی کا گوشت نہیں کاٹا سوائے اپنے گوشت کے تو نے (ذریت پیغمبرؐ کو قتل کر کے) ایسا بارگراں اپنے سر پر لاد لیا ہے جو قیامت تک تیرا پیچھا نہیں چھوڑے گا بے شک خدا ہمارے ذکر کو باقی رکھے گا۔

(دربار یزید (لعین) میں خطبہ زینبؑ بحار جلد ۱۰)

واقعاً آپ نے دربار یزید میں ولایت کی قدرت کا مظاہرہ کرتے ہوئے اس حقیقت کو عجیب وغریب انداز میں بیان فرمایا ہے کہ اے یزید تو یہ گمان نہ کر کہ تو نے سر حسینؑ کو کاٹا ہے تو نے (حسینؑ کے سر کو) نہیں کاٹا مگر خود

اپنے سر کو، کسی اور کی کھال کو نہیں نوچا مگر یہ کہ اپنی کھال کو نوچ ڈالا ہے تو جو چاہے کر خدا آل محمدؐ کے نام کو لوگوں کے دلوں سے محو نہیں کرے گا۔

ایک روز آئے گا جب لوگ بیدار ہوں گے اور ظالموں پر لعنت کریں گے تو آج کے دن کو نہ دیکھ وہ دن دور نہیں جب تیرا نام داخل دشنام ہو جائے گا جب جناب زینب علیہا السلام یہ جملے کہہ رہی تھیں وہ ملعون بے حیا چھڑی لئے حسینؑ کے کٹے ہوئے سر کے پاس کھڑا تھا اور حسینؑ کے ہونٹوں اور دندانِ مبارک کے ساتھ بے ادبی کر رہا تھا۔

لاحول ولاقوۃ الا باللّٰہ العلی العظیم
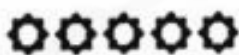
تقریر ۲۰

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

ان اللّٰہ یا مر بالعدل والاحسان و ایتاء ذی القربیٰ و ینھی عن الفحشا والمنکر والبغی، یعظکم لعلکم تتقون

والعدل علی اربع شعب غامض الفہم

حسن عدل فطرت اور عقل کے مطابق ہے

ہماری بحث کا موضوع مولا علی ابن ابی طالبؑ کے فرمودات کی روشنی میں ہماری ایمان کی دعا کے باب میں جاری ہے کہ جس میں مولاؑ کا فرمان ہے ایمان کامل کے چار ستون ہیں ان میں سے ایک نہ ہو تو ایمان میں لنگ پیدا ہو جائے گا اس کا ایمان صحیح نہیں ہے۔ صبر و یقین اور تیسرا عدل ہے یعنی مومن جب ایمان حاصل کرلے تو اس کو عدل سے کام لینا ہوگا ورنہ جب تک صفت ظلم اس کے اندر موجود ہے تو اس کے ایمان کا کچھ پتہ نہیں وہ مومن ہے یا نہیں بحث عدل کو ہم نے موضوع قرار دیا ہے تا کہ ہم جان لیں کہ عدل ایمان کا ایک اہم ستون ہے اس کے بغیر ایمان کی عمارت بے ستون ہے۔ ہم اپنی منزل تک نہیں پہنچ سکتے ہمیں عدل کو بہت اہمیت دینی چاہئے کچھ دن ہم عدل کے موضوع پر گفتگو کریں گے وہ عدل جسے عقل واجب گردانتی ہے اور شریعت بھی اسے واجب جانتی ہے اور اہل علم کا بھی اس کے وجوب پر اتفاق و اجماع ہے حسن عدل اور

قبحِ ظلم (یعنی عدل کا اچھا ہونا اور ظلم کا برا ہونا) ہر فرد کے نزدیک فطری ہے۔ خداوند کریم قرآن میں عدل کے بارے میں تاکید کرتا ہے۔ خدا عدل کے بارے میں ارشاد فرماتا ہے کہ عدل تم پر واجب ہے ظالم ہونا حرام ہے عدل نور ہے اور ظلم، ظلمت ہے جو عدل سے کام لے گا وہ خود بھی منور ہوگا اور اس کی قبر بھی پُر نور ہوگی لیکن اگر اس نے ظلم کو اپنا شعار بنایا تو وہ گمراہی میں پڑ گیا وہ یہ جان لے کہ عدل سعادت ہے اور ظلم شقاوت ہے۔ موجودہ دور ظلمات کو پیش نظر رکھیں اور آج سے یہ عہد کریں کہ ہم عادل بنیں گے عدل کے راستے کو اختیار کریں گے اور ظلم سے دوری اختیار کریں گے۔

عدل کے معنی اور اس کے مقامات

محققین عدل کے معنی یوں کرتے ہیں (اعطاء کل ذی حق حقه) ہر صاحب حق کا حق ادا کرنا عدل ہے اور اس کے مقابلے میں کسی کا حق نہ دینا ظلم کے مترادف ہے خدا کے حدود سے تجاوز کرنا ہے۔ اور عدل یہ بھی ہے کہ کسی شی کو اس کے اصل مقام پر رکھنا۔ اگر ہم چاہیں کہ حقوق کو ایک ایک کر کے شمار کریں تو وہ بہت زیادہ ہیں۔ بندوں پر خدا کے حقوق بندوں پر بندوں کے حقوق ان حقوق کے متعدد مقامات ہیں۔ بندوں کے حقوق مختصراً نہیں، میاں بیوی، ہمسایہ، اولاد، رشتہ دار، دوستوں، غریبوں خلاصہ جمیع مسلمین کے حقوق زیادہ ہیں لیکن یہ تمام تین موضاعات میں ذکر کیے جائیں گے۔

خدا کا پہلا حق یہ ہے کہ انسان اپنے آپ کو خدا کا بندہ سمجھے

سب سے پہلا حق تم پر خدا کا یہ ہے مالک کا حق مملوک پر مولا کا حق عبد پر یہ ہے کہ جو حق وہ تم پر رکھتا ہے وہ تم ادا کر دو تو عادل ہو ورنہ ظالم سمجھے جاؤ گے خدا کا حق تم پر یہ ہے کہ خود کو خدا کا بندہ سمجھو اگر راہ بندگی سے ہٹ جاؤ گے تو تم ظالم ہو۔

مالک حقیقی خدا ہے اگر تم اپنے آپ کو بندۂ خدا اور ملکیت خدا اور اس کا خلق کیا ہوا تصور کرو اپنے ہر ایک اعضاء و جوارح پر غور کرو اپنی جسمانی عمارت پر نگاہ کرو۔ آنکھ، کان، ہاتھ پیر وغیرہ دیکھو یا دوسری اشیاء یہ سب خدا کی بنائی ہوئی ہیں۔ تمہاری بیوی بچے یہ سب خدا کی ملکیت ہیں (العبد و مافی یده کان لمولاه) خود انسان اور جو کچھ اس کے ہاتھ میں ہے وہ سب اس کے مولا کا ہے) اگر خدانخواستہ آپ نے آزادانہ طور پر یہ جملے کہے کہ میرا مال میری محنت کی کمائی میں نے یہ دولت بہت زحمت اور تکلیف اٹھا کر جمع کی ہے اس باغ کو میں نے سنوارا ہے ایسا کہنا خود ظلم کے مترادف ہے اس کے معنی یہ ہیں کہ آپ خدا کے مقابل کھڑے ہو گئے آپ نے اپنے آپ کو خدا کا شریک قرار دے دیا۔ تمام اشیاء کا مالک خدا ہے رہے گا۔

للہ ملک السموات والارض آسمان و زمین کی مملکت اللہ کے لئے ہے۔

لہ ملک السموات والارض آسمان و زمین کی بادشاہت اس کے لئے ہے۔

آپ کا اس دعویٰ سے کیا تعلق ہے ظالم کون ہے جو حدود خدا سے تجاوز کرے۔ آپ خالق و مالک نہیں ہیں آپ صانع نہیں ہیں کیوں جھوٹ سے کام لے رہے ہیں کہ میں نے ایسے کیا میں نے ویسے کیا آپ کی حیثیت کیا ہے یہ میں، میں، کہنا یہ سراسر ظلم ہے ہم سب اس خدا کے حضور کھڑے ہیں مالک حقیقی ایک ہی ہے ہم دھوکے میں ہیں جو یہ سمجھتے ہیں کہ اس عارضی نسبت کو جو خدا نے شرعی طور پر ہم کو دے دی ہے جب آپ کے والد کا (خدانخواستہ) انتقال ہو جائے تو ان کا مال خدا کے حکم سے ورثہ میں تقسیم ہوتا ہے اس مال کا مالک اصلی خدا ہی ہے جو رب العالمین ہے جس نے یہ تقسیم وراثت کا حکم دیا ہے نہ کہ آپ یہ گمان کریں اس مال کے آپ مالک ہیں یہ نسبی وقتی اختیار ہے جو آپ کو دیا گیا ہے اگر اس ملکیت کو جس کا بندہ دعوے دار ہے آگ لگ جائے تو اس کو اچھی طرح معلوم ہو جائے گا کہ اس مال کی مدت سے زیادہ نہیں تھی۔

اگر یہ سچ ہے تو اس مال کو تباہ ہونے سے بچالیں اگر یہ مال قیمتی ہے تو اس کو آپ اپنی قبر میں ساتھ کیوں نہیں لے جاتے! معلوم ہوا کہ مال اور ہے ہم اور ہیں مال ہم سے جدا شے کا نام ہے اس کا مالک حقیقی کوئی اور ہے میں مجبور ہوں کہ یہاں ایک واقعہ نقل کروں تا کہ یہ موضوع اور واضح ہو جائے۔ اس لئے کہ مولاؑ فرماتے ہیں غامض افہم مومن کو دقت نظر ہونا چاہیئے غور وفکر کرنا چاہیئے مطالب کی گہرائی تک پہنچ کر علم و حکمت کے ابواب کو اور علم کے سمندر کی تہہ سے

اسواج علوم کو باہر لے آئے۔

بندے کا خودسری سے کیا واسطہ؟

کسی آقا کے پاس چند زرخرید غلام ہوں وہ آقا ان سب کو زندگی کے لوازمات فراہم کرے، لباس، زینت، گھر اور ضروریات زندگی کی دیگر چیزیں فراہم کرے اور اس کے باوجود غلام اپنے آقا کو بالکل فراموش کردیں اور یہ بھول جائیں کہ ہم غلام ہیں اور خودسری کا دعویٰ کرنے لگیں اور یہ کہنے لگیں میرا مال، میرا گھر دوسرے غلاموں پر فخر لگیں اصلاً یہ بھول جائیں کہ ہم کسی اور کی ملکیت ہیں دوسرے کا حکم ماننے کے بجائے اپنا حکم دوسرے غلاموں پر چلائیں نوابی دکھانے لگیں۔ قیمتی لباس پہن کر اپنی اوقات بھول جائیں یہ خودسری کتنی بری چیز ہے کہ غلام اپنے مولا کی مسند پر بیٹھ کر اترائے اور حکم چلائے !! کیا تمہیں سرداری کا بہت شوق ہے ان لوگوں کو خدا کا خوف کرنا چاہیے جو خدائی کا دعویٰ کرتے ہیں اپنے آپ سے گھمنڈ کرنے لگتے ہیں۔ قدرتِ خدا کو اپنی طاقت سمجھ بیٹھتے ہیں۔ اے وہ لوگو جو غرور میں مبتلا ہو تم ایک مٹھی بھر خاک کے علاوہ کچھ نہیں تمہارا انجام بدبودار مردار سے زیادہ نہیں تم ظالم ہو تم نے عدل کی راہ سے تجاوز کیا ہے اور خدا کے راستے سے روگردانی کی ہے۔

روایت میں ہے کہ مولا علیؑ ابن ابی طالبؑ اپنے اور قنبر کے لئے لباس خریدنے بازار گئے جب ایک دوکان میں پہنچے تو اس دکاندار نے آپ کو پہچان

لیا مولاؑ نے اس کی دکان سے لباس خریدنا مناسب نہ سمجھا کہ وہ امیر المومنینؑ سمجھ کر رعایت کرے گا کسی ایسے دکاندار کے پاس پہنچے جو آپ کو نہیں پہچانتا تھا کیونکہ بعض دکاندار خریدنے والے پر معمولی رعایت کرکے احسان جتاتے ہیں کہ آقا آپ سید ہیں آپ کے سر پر عمامہ ہے میں معمم افراد کا احترام کرتا ہوں اور احترام سیادت اور عمامہ میں قیمت میں تھوڑی بہت کمی کر دیتے ہیں لہٰذا مولا علیؑ پہنچے ایک دوکاندار کے پاس جو آپ کو نہیں جانتا تھا دو قمیصیں خریدیں اور گھر لائے اور قنبرؓ سے کہا ایک تم لے لو دوسری قمیص میرے لئے چھوڑ دو۔ قنبرؓ نے قیمتی قمیص مولا علیؑ کے لئے چھوڑ دی۔ مولاؑ نے قنبرؓ سے پوچھا تم نے ایسا کیوں کیا قنبرؓ نے عرض کی مولا آپؑ میرے آقا ہیں آپ امیر المومنینؑ خلیفۃ المسلمین ہیں میں آپ کا غلام ہوں۔ مولاؑ نے فرمایا نہیں تم مہنگی قمیص لے لو مجھے اپنے پروردگار سے شرم آتی ہے کہ میں اپنے آپ کو تم پر ترجیح دوں۔ یعنی علیؑ اور قنبرؓ اپنے پروردگار کے غلام ہیں دونوں خدا کی ملکیت ہیں علیؑ کیوں آقایت نہیں دکھاتے علیؑ اپنے آپ کو مولا کیوں نہیں سمجھتے اس لئے کہ آپؑ عادل ہیں (عیسائی محقق جارج جرداق نے سچ کہا کہ علیؑ کو اس کی عدالت نے قتل کروایا ہے)۔

غریبوں کے ساتھ تکبر سے پیش آنا بندگی پروردگار کے خلاف ہے

عالم وجود کی سب سے پہلی شخصیت سے لے کر آخری فرد بشر تک ایک

ہی طرح سے خلق کئے گئے ہیں سب خدا کی ملکیت ہیں جیسا کہ پروردگار کا ارشاد ہے:

ان کل من فی السموات والارض الا اتی الرحمن عبداً

(سورہ مریم ۱۹: آیت نمبر ۹۳)

ترجمہ: سارے آسمان اور زمین میں جتنی چیزیں ہیں سب کی سب خدا کے سامنے بندہ ہی بن کر آنے والی ہیں۔ تمام مخلوق اپنے مولا کی غلام ہے اس کے باوجود یہ آپس میں خدا بن جائیں یا ایک دوسرے پر اپنی بڑائی جتائیں کیا یہ ظلم نہیں ہے۔ اپنی چادر سے زیادہ پاؤں پھیلانا ظلم ہے۔ جو شخص خود مٹھی بھر خاک کے برابر ہو جس کا انجام ایک مردار کی طرح ہو وہ اپنی جیسی مخلوق جس کا مالک کوئی اور ہو اس پر فخر کر سکتا ہے بڑائی دکھا سکتا ہے اپنے کو حاکم اور مالک قرار دے سکتا ہے۔ بعض لوگ اپنے ملازم کو اپنی ملکیت تصور کرتے ہیں اور اپنے آپ کو اس نوکر کا مالک حقیقی سمجھنے لگتے ہیں۔ چاہے استاد و شاگرد ہوں یا آپ میں سے کوئی کاریگر یا مالک ہو بحیثیت بشر آپ میں کوئی فرق نہیں۔ کیا آپ کی کوئی قیمت ہے لوگ نسبت دیتے ہیں کہ فلاں لکھ پتی ہے آج خدا کی طرف سے پیغام آ گیا یہ ثروتمندی ختم اب کوئی نسبت نہیں دے گا آج رات یہ دولت آپ کے وارثوں کی ہو جائے گی آپ کے لئے تو کچھ بھی نہیں ہے آپ کی ذات کو تو اس دولت سے کچھ فائدہ نہیں ہوا۔

کہتے ہیں کہ اگر اہل جہنم کو دیکھنا ہے تو ان لوگوں کو دیکھ لیں جو کرسی پر بیٹھ کر اپنے آگے ہاتھ جوڑ کر کھڑے ہوئے لوگوں پر حکمرانی کرتے ہیں ان کو انسان نہیں سمجھتے (محجۃ البیضاء) ایسا شخص خود ظالم ہے جو کرسی اقتدار پر بیٹھا ہے اور خدا کا شخص خاص بنا بیٹھا ہے اور لوگوں کو غلام بنا کر فروخت کر رہا ہے۔

جو کوئی اپنے آپ کو آزاد سمجھے وہ ظالم ہے۔ حضرت علیؑ فرماتے ہیں عادل ہونے کے لئے فہم و فراست چاہئے کوئی نا سمجھ آدمی عادل نہیں بن سکتا۔

خلقت عدل پر مبنی ہے

حضرت امیرؑ نے اصول کافی میں عدل کو تیسرا ستون قرار دیا ہے یعنی ایمان کا لازمہ عدل ہے لہٰذا کفر و ظلم دونوں باہم مربوط ہیں۔ ایمان یعنی عدل۔ کفر یعنی ظلم۔ دوسرے الفاظ میں ہر مومن عادل ہوتا ہے اور ہر کافر ظالم ہوتا ہے۔ عدل ایک ایسا موضوع جس کو خدا نے اولیت دی ہے اس عالم تکوین کی خلقت میں جو نظم و ترتیب ہے یہ سب عدل پر مبنی ہے جیسا کہ ارشاد قدرت ہے:

بالعدل قامت السموات والارض:

ترجمہ: اور آسمان و زمین عدل کے ساتھ قائم ہیں۔

شهد الله انه لا اله الا هو والملائكة واولوا العلم قائماً بالقسط

(آل عمران ۳: آیت ۱۸)

ترجمہ: خدا اور فرشتوں اور صاحبان علم نے گواہی دی ہے کہ اس کے

علاوہ کوئی معبود نہیں ہے اور عدل یعنی عدل وانصاف کے ساتھ (کارخانہ عالم کا) سنبھالنے والا ہے۔

عدل یعنی میزان کون سا میزان وضع کل شی فی محلہ

ہر شے کو اس کے مقام اصل پر رکھنا۔ اعطاء کل ذی حق حقہ

حقدار کو اس کا حق دینا جو مخلوق جس مرتبے کی متقضی ہے اسے وہ مرتبہ دینا اور جو اس کے لئے نقصان دہ ہے وہ نہ دی جائے بلندی سے لے کر پستی تک جتنے کرات اس کائنات میں ہیں جن کی کوئی حد نہیں ہے یہ زمین اور اسی کے موجودات کے ذرہ ذرہ پر اگر غور کریں تو ہمیں ہر جگہ خدا کا عدل اور توازن نظر آئے گا۔ اگر کوئی اس عالم خلقت کے بارے میں عدلِ الٰہی کے مقامات کو بیان کرنا چاہے تو یہ مقامات نا قابل شمار ہیں۔ میں نمونے کے طور پر بلندی اور پستی کے بارے میں عرض کروں گا تا کہ عدل تکوینی واضح ہو جائے اور مقدمۂ بیان عدل قرار پائے۔

کرات آسمانی میں میزان عدل

پروردگار نے اس قدر کرات خلق کئے ہیں جن کا کوئی شمار نہیں ایک صدی پہلے کہا جاتا تھا کہ کائنات میں تین ارب ستارے موجود ہیں اور آج یہ کہا جاتا ہے ایک کھرب سے زیادہ کہکشائیں اور نظام اس کائنات میں موجود ہیں کہتے ہیں کہ ایک ایسا بھی بڑا کرہ ہے جس کی روشنی ابھی تک کرۂ زمین پر نہیں

پہنچ پائی ہے وہ نور جو ایک لاکھ کلومیٹر فی گھنٹہ کی رفتار سے حرکت کرتا ہے یہ کرہ جب سے وجود میں آیا ہے اس کا نور زمین پر نہیں پہنچا ہے۔ ان تمام کرات میں نظم اور عدل دیکھنے میں آتا ہے جیسا کہ ارشاد قدرت ہے۔

والسمآء رفعها ووضع المیزان

ترجمہ: اور اسی نے آسمان کو بلند کیا اور ترازو (انصاف) کو قائم کیا۔

آیا اوّل سے آخر تک کسی نے یہ دیکھا کہ یہ کرات جو مسلسل متحرک ہیں وہ کرات جن کا شمار ممکن نہیں کس طرح اپنے مدار میں گھوم رہے ہیں ایک معین راستے پر توازن اور آواز سے زیادہ تیز رفتاری سے حرکت کر رہے ہیں کیا یہ آپس میں کبھی ٹکراتے ہیں۔

اگر یہ کشش ثقل ختم ہو جائے تو کائنات کا توازن بگڑ جائے گا۔ ماہرین نے ان کی رفتار ایک ہزار کلومیٹر فی گھنٹہ بھی ریکارڈ کی ہے۔ آج کل خلابان ایسے برق رفتار راکٹ پر سوار ہوتے ہیں جو تین دن میں چاند پر پہنچا دیتا ہے حالانکہ چاند خود متحرک ہے اس کے باوجود ماہرین نے چاند کی حرکت کے تناسب سے راکٹ کی رفتار کو منظم کیا آج کل کے سائنسدان یہ حساب بھی رکھتے ہیں کہ تین دن بعد چاند کس مقام پر موجود ہے اگر مختصر دیر یا سویر ہو جائے تو راکٹ اپنے ہدف پر نہیں پہنچ سکتا اس حساب و کتاب کے لئے ضروری ہے کہ کرات کی حرکت منظم ہو۔

دیکھ بھال کرنے والا اچھی طرح نگہداشت کرتا ہے

کچھ عرصے پہلے یورپ کی ایک لیبارٹری نے یہ اعلان کیا تھا کہ کچھ کرات کے ٹکڑے جدا ہو کر تیزی سے کرۂ ارض کی طرف بڑھ رہے ہیں اور وہ فلاں راستے سے فلاں وقت زمین سے ٹکرائیں گے اور زمین کو پارہ پارہ کر دیں گے۔

لوگ اس خبر سے اتنے متاثر ہوئے کہ اس روز معین وقت میں اپنے شہروں کو چھوڑ کر صحراء میں نکل گئے بعض افراد نے خوف و ہراس کے مارے دریا میں چھلانگ لگا کر خودکشی کر لی لیکن جب وہ وقت آیا تو کوئی بھی حادثہ پیش نہیں آیا۔

تم نے یہ کیسے گمان کر لیا کہ ایسا ہو سکتا ہے بے شک تمہارا حساب و کتاب درست ہو لیکن کیا ان کرات کی حرکت بغیر کسی مدبر کے ہو سکتی ہے۔ یہ نظامِ عالمِ ہستی اس خالق کے ہاتھ میں ہے جس نے اس کائنات کو خلق کیا اس کا نظم و نسق بھی اس کے ہاتھ میں ہے اور اس کا میزان بھی کارخانہ قدرت کا بنایا ہوا ہے۔

سب کو عادل ہونا چاہئے

اس کرۂ زمین میں کون سی مخلوق کو عادل ہونا چاہئے جمادات،

نباتات، حیوان، انسان، دریا، صحرا، پہاڑ کون سی نوع کو خلقت عدل کی تلقین کرنی چاہئے۔ یقیناً اے انسان تجھے عادل ہونا چاہئے کیونکہ تجھے اشرف المخلوقات قرار دیا گیا، تجھے خدا نے قدرت فہم، شعور اور اختیار جیسی نعمتوں سے نوازا عقل اور آسمانی وحی کے ذریعے عدل کی طرف تیری رہنمائی کی اور تجھ پر عدل کو واجب قرار دیا کیونکہ یہ کارخانہ قدرت سے عدل پر مبنی ہے ہر انسان کی زندگی بھی عدل پر استوار ہونی چاہئے تب لوگ عادل کہیں گے۔

ہر شخص یہ جانتا ہے کہ امام جماعت عادل ہونا چاہئے حالانکہ ہر مومن کو عادل ہونا چاہئے چاہے۔ وہ مرد، عورت، جوان، بوڑھا، عالم، جاہل جو بھی ہو اسے عادل ہونا لازم ہے۔

اعدلوا ھو اقرب للتقویٰ

(سورۂ مائدہ ۵ آیت ۸)

ترجمہ: عدل سے کام لو (کیونکہ) عدل تقویٰ سے زیادہ قریب ہے۔

ہر مسلمان پر واجب ہے کہ وہ اپنی زندگی کو عدل کے ستون پر برقرار رکھے خدا کے ساتھ عدل کرے، خلق کے ساتھ اپنے ہمسایہ کے ساتھ تمام افراد بشر کے ساتھ عدل سے پیش آئے مجھے امید ہے کہ جو لوگ اب تک اپنے آپ کو ظالم سمجھ رہے ہوں گے آج سے یہ عہد کریں کہ عدل کے راستے کو اپنائیں گے وہی ایمان کا راستہ ہے۔ ہر ایک کے لئے مثال دے دوں۔

میاں بیوی، اولاد، مال اور اعضاء و جوارح یہ خدا کی مخلوق ہیں

خدا کے ساتھ عدل، اے انسان! ذرا یہ بتاؤ تم مولا ہو یا غلام؟ خالق ہو یا مخلوق؟ جو کوئی غلام ہے جس نے بندگی کے طور طریقے اپنائے یہ عدل ہے اگر اس کے برخلاف ہو آزاد ہو اپنے آپ کو خدا کے حکم کے تابع نہ سمجھے یہ ظلم ہے۔

بندۂ خدا کا ایک طور طریقہ ہوتا ہے اس کا راستہ ایک آزاد انسان سے منفرد ہوتا ہے۔ انسان تو کسی کی ملکیت ہے تیرے خدا نے تجھے رزق عطا کیا خدا ہی نے تجھے ایک نطفہ کے ذریعے دنیا میں بھیجا تجھے روزی دی یہ مال، عقل، حافظہ، فہم، اعضاء و جوارح جو شئی بھی تجھ سے متعلق ہے، گھر، زمین، پیسے، اولاد سب خدا کی ملکیت ہے۔

ومن آیٰته ان خلق لکم من انفسکم ازواجاً لتسکنوا الیها

ترجمہ: اور اسی (قدرت) کی نشانیوں میں ایک یہ (بھی) ہے کہ اس نے تمہارے واسطے تمہاری جنس میں سے بی بیاں پیدا کیں۔ (سورۂ روم ۳۰: آیت ۲۱)

عورت کو تمہارے لئے خلق کیا تاکہ تمہیں سکون پہنچائے مخلوقِ خدا تمہارے لئے ہے تمہاری اولاد خدا کی مخلوق اور اسی کی بنائی ہوئی ہے۔

فرعون اور قارون کے جیسے نہ بنو

اگر آپ کی زندگی کے طور طریقے ایک عبد کے بجائے آزاد لوگوں

جیسے ہوئے یعنی آپ نے اپنے آپ کو ملحد بنایا او. اپنے آپ کو خدا کا شریک قرار
دیا تو یہ بہت بڑا ظلم ہے آپ ظالم سمجھے جائیں گے۔

انّ الشرک لظلم عظیم

ترجمہ: بے شک شرک بہت بڑا ظلم ہے۔

(سورۂ لقمان ۳۱ آیت ۱۳)

شرک ایک عظیم ظلم ہے اگر تم نے یہ کہا کہ یہ سب میرا مال ہے میرے
خون پسینے کی کمائی ہے اس میں خدا کا کوئی کمال نہیں ہے تو آپ ظالم ہیں جو نعمت
خداوندی کو نہ پہنچانتا ہو وہ ظالم ہے وہ خدا کو کچھ نہ سمجھے بلکہ خدا کے بالمقابل
اپنے آپ کو سمجھے اے انسان یہ خدائی تجھے زیب نہیں دیتی یہ قبا تیرے ناپ کی
نہیں ہے خدا ہی اس خدائی کا سزاوار ہے ایسا نہ ہو کہ تم اپنی دولت پر مباہات
کرنے لگو مال خرچ کر کے قارون کی طرح بولو کہ یہ مال تو میں نے اپنی قابلیت
کی بنا پر حاصل کیا ہے۔

قال انما اتیته علی علم عندی

ترجمہ: قارون کہنے لگا کہ یہ (مال و دولت) تو مجھے اپنے علم (کیمیا) کی وجہ سے
حاصل ہوا ہے۔

(سورۂ قصص ۲۸ آیت ۷۸)

یہ سارا کاروبار میں نے اپنی عقلمندی سے ترتیب دیا ہے اگر تم کسی مقام

ومنصب یا حکومت تک پہنچ گئے تو فرعون کی طرح یہ نہ کہو یہ مصر میرا ملک ہے اگر ایسا گمان کیا تو تم بھی قارون اور فرعون کی طرح ظالم کہلاؤ گے اس وقت تم اپنا سر پیٹو گے لوگوں کے سامنے رسوا ہو جاؤ گے۔

قال یا قوم الیس لی ملک مصر

ترجمہ: فرعون نے لوگوں کو پکار کر کہا اے میری قوم (یہ) ملک مصر ہمارا نہیں۔

(سورۂ زخرف ۴۳: آیت ۵۱)

ایک پیشاب سے حکومت چلی گئی

تم نے یہ وہم وگمان کر لیا کہ تم ہمیشہ یہاں رہو گے خدا کو فراموش کر دیا میں میں کرتے ہو۔ سلطنت اسلامی خلافت ایک ملک پر مشتمل نہیں تھی بلکہ تمام اسلامی ممالک خلیفہ وقت کے زیر تسلط تھے مروان، بنی امیہ کا آخری حکمراں تھا جب سفاح نے اس کے خلاف لشکر کشی کی دونوں لشکر آمنے سامنے جنگ کے لئے آمادہ تھے مروان کا لشکر بھی جنگی ساز و سامان سے لیس تھا مروان بھی اس جنگ میں شرکت کرنے آیا تھا ایک لاکھ افراد اس کے ہمراہ تھے۔

عجیب بات یہ ہے کہ مروان اگلے محاذ پر تھا ابھی جنگ شروع بھی نہ ہوئی تھی کہ مروان کو پیشاب کی حاجت پیش آگئی نہ اپنے آپ کو وہ چھپا سکتا تھا اور نہ کوئی ایسا مقام بھی نہ تھا جہاں وہ پوشیدہ ہو کر اپنی حاجت پوری کرے وہ رفع حاجت کے لئے گھوڑے سے جیسے ہی اترا اس کا گھوڑا پیچھے بھاگ گیا گھوڑا

جب بغیر سوار کے لشکر میں پہنچا تو تمام فوجی یہ سمجھے کہ مروان مارا گیا اس خبر کا پھیلنا تھا کہ لشکر واپس پلٹنے لگا تو سفاح کے لشکر نے ان کا پیچھا کرنا شروع کیا ان میں سے بعض کو قتل کر دیا بعض کو زخمی اور کچھ لوگوں کو اسیر بنا لیا ان میں مروان بھی تھا ان لوگوں نے مروان کی زبان کاٹ کر دور پھینک دی جسے ایک بلی نے کھالیا "ذھبت الدولة ببولة" یوں ایک پیشاب کی خاطر بنی امیہ کی حکومت کا خاتمہ ہو گیا۔

یہ بات تو طے ہے کہ جس نے غرور کیا خدا کو فراموش کر دیا خدا کے مقابلے میں "میں میں" کہا وہ ظالم ہے چاہے کوئی بھی ہو کربلائی، حاجی، سید، عالم، جاہل، جو کوئی بھی خدا کو فراموش کرے گا آزادی کا دعویٰ کرے گا انانیت دکھائے گا وہ ظالم ہے۔

تمہارے لئے بندگی کا لباس مناسب ہے نہ کہ کبریائی کا بندے کو چاہیے وہ خدا کی بندگی کرے ورنہ وہ ظالم ہے اپنے پروردگار کے لئے اپنے اندر خضوع خشوع پیدا کرو کیوں تارک الصلوۃ بنے ہوئے ہو تارک الصلوۃ قطعاً کافر ہے اگر منکر صلوۃ ہے تو نجس بھی کہلائے گا یہ کیوں ہے اس لئے کہ یہ اپنے آپ کو خدا کا بندہ تصور نہیں کرتا ورنہ نماز کو کبھی ترک نہ کرتا اپنے پروردگار کے آگے اپنے سر کو زمین پر رکھ دیتا۔

امام موسیٰ بن جعفرؑ کی ایک آزاد آدمی کو نصیحت

مجالس المومنین میں نقل ہوا ہے کہ امام موسیٰ کاظمؑ کا ایک آدمی کے گھر

کے دروازے کے سامنے سے گذر ہوا وہ بلند آواز میں موسیقی سن رہا تھا اس کی کنیز کوڑا پھینکنے جب دروازے پر آئی تو امامؑ نے پوچھا یہ کس کا گھر ہے اس نے کہا بشر حافی کا ہے آپ نے پوچھا یہ آزاد ہے یا غلام وہ کہنے لگی آقا کے خود کئی غلام اور کنیزیں ہیں وہ کہاں سے غلام ہوسکتا ہے امامؑ نے فرمایا تم ٹھیک کہہ رہی ہو اگر یہ بندہ ہوتا تو ایسا نہ ہوتا یہ کہہ کر امامؑ گھر چلے گئے اس شخص نے کنیز سے پوچھا یہ دروازہ پر کس سے باتیں کر رہی تھیں اس نے پوری بات بتا دی بشر فوراً سمجھ گیا کہ کون تھا فوراً ننگے پیر امامؑ کی خدمت میں پہنچا حالانکہ یہ شہر کا مشہور مالدار محترم شخص سمجھا جاتا تھا آیا اور مولاؑ کے قدموں میں گر پڑا اور کہنے لگا آقا میں بندہ بننا چاہتا ہوں اس نے امامؑ کے سامنے توبہ کی۔

خدا کی بندگی ہی میں انسان کا عزّ و شرف ہے

آپ خدا کے اطاعت گزار بندے ہیں یا نہیں؟ یہ آپ کی دین سے لاتعلقی اور لا پرواہی گواہ ہے کہ آپ اپنے آپ کو خدا کا بندہ و غلام نہیں سمجھتے۔ مغرب ہوتے ہی آپ یہ دیکھیں کہ مساجد میں کتنے لوگ ہوتے ہیں اور سینما میں کتنے لوگ ہوتے ہیں جب آخرت میں جہنم کے لوگوں سے پوچھا جائے گا کہ تمہیں دوزخ میں کس وجہ سے ڈالا گیا ہے تو وہ جواب دیں گے ہم دنیا میں نماز نہیں پڑھتے تھے۔

قالوا لم نک من المصلین

اے کمزور اور ناچیز بندے تم کو یہی زیب دیتا ہے کہ تم تواضع، عجز و انکساری اور بندگی اپناؤ اور اپنے رب العالمین کے سامنے سر بہ سجود ہو جاؤ تمہارا عزّ و شرف یہی ہے۔ نہ کہ تمہارے مال، جاہ و جلال اور مقام مرتبے میں۔ مختصراً یہ کہ خدا کے ساتھ عدل کرو اپنے آپ کو ہمیشہ خدا کا اطاعت گزار بندہ شمار کرو۔ میں میں نہ کرو۔ میرا حکم، میرا مال، میری شان، میری حیثیت ان سب کو ایک طرف کرو ظالم نہ بنو اپنی چادر سے زیادہ پاؤں نہ پھیلاؤ۔ دیکھئے آپ کے پیغمبر کیا کہہ رہے ہیں جیسا کہ میں نے عرض کیا ہے۔

پیغمبرؐ فرماتے ہیں میں آخر عمر تک چند چیزیں ترک نہیں کروں گا دیکھے پیغمبرؐ اپنی بندگی کے پہلو اجاگر فرما رہے ہیں۔ ان میں ایک یہ ہے کہ خاک نشینی کو نہیں چھوڑوں گا۔ سلام میں ابتداء (یعنی کسی کو سلام کرنے میں پہل کرنا) ترک نہیں کروں گا۔ آپ کسی سے سلام کی توقع نہ رکھیں چاہے وہ چھوٹا ہو یا بڑا۔ اور جب میں سواری پر جا رہا ہوں تو راستے میں پیادہ کو اپنے ساتھ سوار ضرور کروں گا۔

کل میں نے عرض کیا تھا مولا علیؑ نے نئی قمیص قنبر کو دے کر یہی تو فرمایا تھا کہ مجھے اپنے پروردگار سے شرم آتی ہے کہ میں اپنے آپ کو تم پر ترجیح دوں۔ نیا لباس تم لے لو پرانا لباس میں لیتا ہوں۔ دونوں خدا کی مخلوق و مملوک ہیں۔

اپنی زوجہ کے ساتھ حسن سلوک کرو۔

خلق خدا کے ساتھ عدل سے پیش آنے میں بھی کئی مراتب ہیں اپنی

اولاد اور زوجہ کے ساتھ عدل، ہمسائے کے ساتھ عدل، اپنے دوست کے ساتھ، اپنے خریدار کے ساتھ، ہمسفر کے ساتھ اپنے شراکت دار کے ساتھ کوئی دن ایسا نہیں کہ ہم سینکڑوں ظلم کے مرتکب نہ ہوتے ہیں یعنی خلاف عدل نہ کرتے ہوں۔ ہمیں نہیں معلوم کہ مظالم ہماری قبر میں ظلمات کا باعث بنیں گے۔ اپنی زوجہ کے ساتھ عدل کرنا واقعاً ایک مشکل کام ہے لیکن اگر آپ نے انصاف سے کام نہ کیا تو آپ ظالم کہلائیں گے۔ عورت نازک پھول کی مانند نرم ولطیف ہوتی ہے۔ وہ تہمت کی متحمل نہیں ہوسکتی اپنی زوجہ سے بدگمانی ہرگز نہ کریں۔ زوجہ کے ساتھ غفلت برتنے سے رنجشیں پیدا ہوتی ہیں عورت کو تمہارے لئے سکون کا ذریعہ قرار دیا ہے کہ اس کے ساتھ پیار ومحبت کے ساتھ زندگی گذارو۔ یہ بات قابل افسوس ہے کہ اس سے جہیز کا مطالبہ کیا جائے۔ آپ نے شادی کو کاروبار سمجھ لیا ہے۔ اسی طرح مختلف بہانوں سے اس سے بے جا توقعات رکھنا درست نہیں آدمی کو چاہئے کہ وہ اپنی زوجہ کے ساتھ الفت اور انسیت سے پیش آئے۔ اگر اس کے ان حقوق کو ادا نہیں کیا تو یہ ظلم ہے۔ عورت کو اس کا جائز مقام نہ دینے کے مترادف ہے۔ ان حقوق کے بارے میں کئی روایات وارد ہوئی ہیں۔

شوہر داری اور بچوں کی دیکھ بھال میں عدل سے کام لینا

عورت کا اپنے شوہر کے ساتھ عدل۔ عورت کو اپنے شوہر کا احترام ملحوظ رکھنا چاہئے شوہر کی عزت کو محفوظ رکھنا چا۔۔۔ اس کی بزرگی کو برقرار رکھنا چاہئے

اس کی ماں سے اس کی شکایت نہیں کرنا چاہئے۔ "ے افسوس ہے اس عورت پر جو اپنے شوہر کے راز فاش کردیتی ہے عورت کو چاہئے کہ وہ اپنے شوہر کے مال، عزت وآبرو کی حفاظت کرے۔

حافظات للغیب بما حفظ اللّٰہ

ترجمہ: پس نیک بخت بی بیاں تو (شوہروں کی) تابعداری کرتی ہیں اور ان کے پیٹھ پیچھے جس طرح خدا نے حفاظت کی وہ بھی (ہر چیز کی) حفاظت کرتی ہیں۔

(سورۂ نساء: آیت ۳۴)

بچوں کے ساتھ عدل کے بھی کئی موارد ہیں۔ شیر خوار بچے سے لے کر بڑے بچے تک خدا نے فطرتاً عورت کو ماتا دی ہے کہ بچے کو جب بھی بھوک لگتی ہے ماں اس کو غذا فراہم کردیتی ہے البتہ یہ آسان ہے۔ لیکن گھر میں پلے ہوئے جانوروں کے ساتھ بھی عدالت کا حکم ہے۔ آپ نے انیس رمضان کے واقعات میں سنا ہوگا جب حضرت امیر المومنینؑ جناب ام کلثومؑ کے گھر سے رخصت ہورہے تھے تو گھر میں پلی ہوئی مرغابیوں نے آپؑ کو گھیر کر آہ وفغاں شروع کردی تھی حضرتؑ نے ان کے بارے میں فرمایا کہ اے بیٹی کلثوم یہ بے زبان جانور ہیں ان کے کام ودھن کا خیال رکھنا اگر تم ان کی غذا فراہم نہ کرسکو تو انہیں آزاد کردینا خدا کی زمین بڑی وسیع ہے یہ خود اپنی روزی تلاش کرلیں گی۔ یہ بھی

عدل کے خلاف ہے کہ انسان سواری کے جانور پر زیادہ بوجھ ڈالے۔ وہ لوگ جو دو جانوروں کو آپس میں لڑا کر محظوظ ہوتے ہیں ظلم ہے کیا آپ خود دو انسانوں کو آپس میں لڑانا پسند کریں گے۔

اولاد کی محبت میں لڑکی کو ترجیح دینا چاہیے

اولاد کے ساتھ عدل۔ اگر کسی کے چند بچے ہیں تو اسے یہ حق نہیں کہ اولاد میں کوئی تفریق کرے ہاں روایت میں ضرور ہے (مستدرک الوسائل کتاب نکاح صفحہ ۶۱۶) کہ مستحب ہے کہ اگر آپ کوئی چیز بازار سے لائیں تو پہلے بیٹی کو دیں۔ بیٹی سے محبت وشفقت زیادہ کرنے کی تاکید ہے۔ جب کہ ہمارے یہاں الٹا ہوتا ہے جو لوگ احکام اسلام سے بے خبر ہیں لڑکے کو لڑکی پر ترجیح دیتے ہیں اور لڑکی کو برا سمجھتے ہیں۔ مثال کے طور پر لڑکے کو پورا وارث قرار دے کر لڑکی کو وراثت سے محروم کردیا جاتا ہے۔ ایسی وصیت پر افسوس ہے۔

کیونکہ اس نے میری زیادہ خدمت کی ہے لہٰذا اس کو حصہ زیادہ ملے حقیقت میں بعض اولادیں غریب ہوتی ہیں اگر انہیں اپنے تیسرے حصہ کی وصیت کردیں تو یہ منع نہیں ہے تا کہ اس اولاد کی مالی حیثیت مستحکم ہوجائے۔ ہاں اگر اپنی خواہش کے مطابق اولاد میں فرق کریں تو یہ عدل کے خلاف ہے۔

اپنی مرضی سے اولاد کو سرزنش کرنا خلاف تربیت ہے

اپنی مرضی سے اولاد کو کیوں مارتے پیٹتے ہیں یہ کہہ کر کہ یہ میری اولاد ہے جیسے چاہوں سلوک کروں یہ اختیار آپ کو کس نے دیا کہ جو چاہیں اپنی اولاد کے ساتھ برتاؤ کریں اولاد پر اپنا غصہ اتارنا تربیت اولاد کے خلاف ہے اگر بچہ نے کوئی برتن توڑ دیا تو اسے مار دیا، کیوں؟ اس نے جان بوجھ کر تو نہیں توڑا اگر آپ نے اپنے بچے کو ایک تھپڑ مارا اور اس کا رخسار سرخ ہوگیا تو آپ کو دو مثقال سونا دیت کے طور پر دینا پڑے گا اگر نیل پڑ گیا تو چھ مثقال سونا دینا پڑے گا۔ اور یہ دیت امانت کے طور پر رکھنا پڑے گی کیونکہ یہ مال بچے کا حق ہے جب بالغ ہو جائے تو اس کو دینا پڑے گا۔ تربیت اولاد کے بارے میں آپ کو احتیاط سے کام لینا چاہئے یہاں تک روایت میں ہے کہ اگر کسی کی اولاد ہے تو اپنے بچوں کے سامنے اس کی ماں کو کبھی بھی ناراض نہ کریں کیونکہ چھوٹا بچہ اپنی ماں کے ساتھ زیادہ محبت کرتا ہے اگر اس نے دیکھا کہ میری ماں کو اذیت دی جارہی ہے تو وہ یہ بات اپنے دل میں نقش کرلے گا اور کسی بھی موقع پر وہ اپنے ردعمل کا اظہار کرسکتا ہے۔
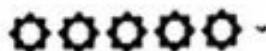
✿✿✿✿✿

تقریر۲۱

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

وعلی المولود لہ رزقھنّ و کسوتھنّ بالمعروف
لاتکلّف نفس اِلّا وسعھا

ترجمہ: اور جس کا وہ لڑکا ہے (باپ) اس پر ماؤں کا کھانا کپڑا دستور کے مطابق لازم ہے کسی شخص کو زحمت نہیں دی جاتی مگر اس کی گنجائش کے برابر۔

(سورۂ بقرہ: آیت نمبر ۲۳۳)

باپ پر ماں اور بچوں کو خوراک، لباس اور گھر فراہم کرنا واجب ہے

لڑکی جب تک اپنے شوہر کے گھر رخصت نہیں ہو جاتی اس کا نان نفقہ اس وقت تک باپ پر واجب رہے گا اور لڑکا جب تک برسر روزگار نہیں ہو جاتا کھانے کمانے کے قابل نہیں ہو جاتا اس کا بھی نان نفقہ باپ پر لازم رہے گا باپ کو اس ذمہ داری سے غفلت نہیں برتنا چاہئے۔

اولاد کی شادی کرنا باپ پر واجب ہے

لڑکی جب شادی کے قابل ہو جائے اور اس کا رشتہ آجائے تو آپ پر اس کی شادی کرنا واجب ہے اور مناسب رشتہ آنے کے بعد لڑکی کی شادی میں دیر نہ کریں۔ اگر آپ نے بے جا عیب نکالے اور رشتہ ہاتھ سے چلا گیا تو گویا

آپ نے اپنی بچی پر ظلم کیا۔ پیغمبر اسلامؐ نے فرمایا لڑکی درخت کے پھل کے مانند ہے۔ پھل جب پک جاتا ہے تو اسے توڑ لینا چاہئے۔ اگر پھل پکنے کے بعد نہ توڑا گیا تو خراب ہو جاتا ہے اور یہ سراسر ظلم ہے کہ ہم رشتے کے معاملے میں بے جا عیب اور خرابی نکالیں اور ہماری لڑکی گھر میں بیٹھی رہے۔

جناب امیرؑ اور جناب فاطمۃ الزہراؑ کی شادی ہمارے لئے مشعلِ راہ ہے ہمیں چاہئے کہ ان کی سنت پر عمل کریں۔

علیؑ و فاطمہؑ کی شادی مسلمانوں کے لئے نمونہ عمل ہے

حضرت زہراؑ کی شادی آج کل کی مروجہ شادی سے بالکل مختلف تھی۔ قریش کی چند خواتین نے حضرت علیؑ سے کہا تم نے جس لڑکی سے نکاح کیا ہے اس سے شادی کیوں نہیں کرتے۔ حضرت علیؑ شرم کی وجہ سے کچھ نہ بولے۔ جب حضرت پیغمبرؐ نے پوچھا اے علیؑ کیا شادی کا ارادہ ہے حضرت علیؑ نے رضامندی کا اظہار فرمایا تو رسول اکرمؐ نے پوچھا: تمہارے پاس شادی کے اخراجات کے لئے کچھ ہے حضرت علیؑ نے فرمایا یارسول اللہؐ! میرے پاس ایک زرہ، اونٹ اور ایک عدد تلوار ہے جو علیؑ کا کل سرمایہ ہے۔

حضورؐ نے فرمایا اونٹ آبیاری اور سواری کے لئے اور تلوار جہاد فی سبیل اللہ کے لئے لازم ہے لیکن زرہ فی الحال تمہارے لئے ضروری نہیں لہٰذا اسے بیچ دو چنانچہ زرہ کو مولاؑ نے بازار لے جا کر بیچ دیا۔ روایت میں ہے کہ

حضور اکرمؐ نے وہ پیسے حضرت سلمان، حضرت ابوبکر اور جناب جابر اور چند اور بزرگ حضرات کو دیئے اور فرمایا کہ جو بھی ضروریات زندگی کی چیزیں ہیں وہ خرید لاؤ۔ بہرحال اس زمانے میں جو بھی لوازمات زندگی تھے صراحی ، پیالے ، برتن اس قسم کی چیزیں فراہم کی گئیں۔ اور شادی کی رات کو حضور اکرمؐ نے اپنی دختر کا ہاتھ علیؑ کے ہاتھ میں دے کر رخصت فرمایا۔ (بحار الانوار جلد ۱۰)

عادل کو قیام عدل امام زمانہ (عج) کی آرزو کرنا چاہئے

صدق وصفا کی منزل کو ترک نہ کریں میں کوئی واقعہ بیان نہیں کرنا چاہتا تھا بلکہ نمونہ عمل پیش کرنا تھا آپ خدا کے لئے ازدواج کریں اپنی خواہشات نفسانی کے لئے نہیں زیادہ اسراف نہ کریں سادگی سے اس ذمہ داری کو پورا کریں۔ اگر مسلمان عادل ہوجائے تو اس کی زندگی باآسانی اور خوش وخرم گذر سکتی ہے۔ جو لوگ شان وشوکت کے ساتھ اپنی زندگی کو گذارتے ہیں وہ ظالم ہیں ہر شخص جو شان وشوکت کی زندگی پسند کرتا ہے تو وہ عدل کے راستے سے انحراف کررہا ہے کون ہے جو صراط مستقیم پر گامزن ہے اگر ہر شخص صراط مستقیم پہ قائم رہے تو پھر کوئی زحمت نہیں دعاء ندبہ میں جو ہم پڑھتے اور آنسو بہاتے ہیں وہ کہاں ہیں ہم یہی تو کہتے ہیں کہ امام جلد ظہور فرمائیں اور عدل کو قائم کریں اگر عدل آپ کی نظر میں اچھا ہے تو خود عدل کیوں نہیں کرتے۔ پکارتے ہیں اے امام زمانہؑ آیئے جب آپ صدق کے دل سے بولیں گے تو پھر خود بھی

عدل پر قائم رہیں گے پھر امام امانہ کی آرزو کریں کہ امام آئیں ساری دنیا میں عدل کو پھیلا دیں تمام لوگوں کو عادل بنادیں جہاں رخ کریں وہاں عدل نظر آئے۔

ظہور امام زمانہ (عج) کے بعد عدل کا نفاذ

علائم ظہور کے بارے میں متعدد روایات میں یہی ہے کہ فرزند امام حسن عسکریؑ یعنی امام مہدی (عج) کا ظہور رفتہ رفتہ شروع ہو جائے گا اور ظہور حجت پر تمام اسلامی فرقوں کا اتفاق اور اجماع ہے کہ مہدی موعود (عج) کا پہلا ظہور اوّل طلوع آفتاب کی مانند ہوگا جس طرح آفتاب کی روشنی رفتہ رفتہ زیادہ ہوتی رہتی ہے یہاں تک کہ پورے افق پر پھیل جاتی ہے اسی طرح نورِ عدل بھی مکہ سے طلوع ہوگا اور اقصیٰ تک تمام نقاط زمیں پر پھیل کر روئے زمین پر موجود تمام پیر و جوان کو اپنی لپیٹ میں لے لے گا اور یہ بات ذرہ برابر بھی خلاف حقیقت نہیں ہے۔

ہم اور آپ یہ مشاہدہ کر رہے ہیں اب سے ڈیڑھ سو سال پہلے سے لے کر اب تک ہر سال ظلم میں اضافہ ہوتا جا رہا عدل کہاں پھیلا بلکہ یہاں تو تمام ظلم پھیلا ہوا ہے گذشتہ سالوں میں دو جنگ عظیم ہو چکی ہیں کتنے لوگ مارے گئے کتنے زخمی ہوئے یہ سب ظلم ہی تو ہے دنیا کے مختلف خطوں میں جنگ لڑی گئی۔ ویتنام، فلسطین، لبنان، میں کتنے مظلوم انسانوں کا خون اس زمین پر بہایا

گیا امام زمانہ کی حکومت میں کوئی کسی پر ظلم نہیں کر سکے گا روایت میں یہاں تک کہا گیا ہے کہ آپؑ کے دور حکومت میں ایک خوبصورت جوان لڑکی زیور سے آراستہ بغداد سے شام تک سفر کرے گی تو کوئی اس پر خیانت کی نگاہ ڈالنے والا نہیں ہوگا اور اس کی طرف کوئی خیانت کا ہاتھ نہ بڑھائے گا۔

(بحار الانوار جلد ۱۳۔ کفایۃ الموحدین)

صحرا، دریا، شہر اور دیگر اشیاء پر عدل کا راج ہوگا۔ یہاں تک کہ حیوانات میں بھی عدل کا غلبہ ہوگا بھیڑیے کی شرارت بھی جنگل سے ختم ہو جائے گی بھیڑ بکریاں چین سے زندگی بسر کریں گی خدا کے حکم سے کرۂ ارض پر عدل قائم ہو جائے گا۔ جب حیوانات عدل سے تجاوز نہ کریں گے تو انسان تو دور کی بات ہے۔

آیا ہماری زندگی میں ایسا ممکن ہے کہ جہاں رخ کریں عدل نظر آئے۔ توحید کا دور دورہ ہو حقیقت اور معنویت پائی جائے اور یہ وحشت زدہ زندگی بدحالی، بیوی بچوں کی پریشانیاں دور ہوں اور ہماری زندگی میں بھی خوشحالی آئے۔ آیئے دعا کریں:

این جامع الکلمة علی التقوی.

کہاں ہے وہ کلمہ تقویٰ پر جمع و متحد کرنے والا؟

این المنصور علی من اعتدی علیه وافتری

کہاں ہے وہ ان پر نصرت و کامیابی حاصل کر لینے والا
جنہوں نے اس پر ظلم کیا اور تہمت لگائی؟

اینی المضطر الذی یجاب اذا دعا

کہاں ہے وہ مضطر و بے قرار کہ وہ جب بھی دعا کرے اس کی دعا مستجاب ہوگی۔

این صدر الخلائق ذوالبرّ والتقوی

کہاں ہے وہ نیک اور متقی انسانوں کا سردار؟

این ابن النبیّ المصطفیٰ

اور کہاں ہے وہ فرزند نبی مصطفیٰ؟

واین ابن علی المرتضیٰ

کہاں ہے وہ دل بند علی مرتضیٰ

واین فاطمة الکبریٰ

کہاں ہے وہ نور عین فاطمہ کبریٰ

(دعائے ندبہ)

تقریر ۲۲

بسم اللہ الرحمن الرحیم

والجهاد على اربع شعب:

على الامر بالمعروف والنهى عن المنكر

والصدق في المواطن و شناء ن الفاسقين

اس ماہ مبارک میں ہماری پوری بحث کا عنوان مولا علی ابن ابی طالبؑ کے فرامین پر مشتمل تھا ہم نے بیان کیا تھا کہ ایمان کے چار ستون ہیں:

صبر، یقین، عدل، جہاد

اگر ان چاروں میں سے ایک بھی نہ ہو تو اس کا ایمان رخصت ہو جاتا ہے اس مومن کا ایمان ناقص ہے وہ اپنی منزل تک نہیں پہنچ سکتا۔ چوتھا ستون جہاد ہے جس کی اقسام تشریح طلب ہیں جہاد کی بھی کئی قسمیں جہاد اکبر، جہاد اصغر وغیرہ جنگو بیان کرنے کے لئے کئی دن اور کئی مجالس درکار ہیں اس چوتھے ستون جہاد کو ترجمہ اور شرح کے ذریعے اجمالی طور پر بیان کیا جائے گا۔ اور اسی احادیث پر اکتفا کریں گے جو مولا امیر المومنینؑ نے جہاد کی چار شاخوں کے بارے میں بیان کیا ہے۔

جہاد کی اقسام کو سمجھنا، یاد رکھنا اور دوسروں کو بتانا

جہاد کی چار شاخیں ہیں اوّل امر بالمعروف دوّم نہی عن المنکر

سوم ہر مقام پر صدق چہارم اللہ کے لئے کسی سے بغض رکھنا۔

امر بالمعروف یعنی نیکی کا حکم دینا شارع مقدس نے ہر مسلمان پر واجب قرار دیا ہے یعنی سن بلوغت سے ذمہ داری شروع ہوجاتی ہے لڑکا اگر پندرہ سال کا ہے اور لڑکی نو سال کی ہوجائے ہر مرد اور عورت پر جب وہ بالغ ہوجائے تمام واجبات کا سیکھنا اس پر عمل کرنا واجب ہے تمام گناہان کبیرہ کو جان لے اور ان سے اجتناب کرے۔ پس ان احکام کے جاننے کے بعد اس پر واجب ہے کہ وہ سب سے پہلے اپنے گھر والوں کو ہدایت کرے کہ وہ ان احکامِ دین پر عمل کریں اپنی بیوی، اولاد، خادم جو بھی اس کے ماتحت ہوں آپ پر واجب ہے کہ اپنے اہلِ خاندان کو مسائل دینی سے آگاہ کریں اور ان پر عمل کرنے کی تلقین کریں یہ ہے امر بالمعروف یعنی اپنے آپ کو اپنے اہل خانہ کو آتش جہنم سے بچاؤ وہ ایسی آگ ہے جس کا ایندھن انسان اور پتھر ہوں گے۔

وامر اھلک بالصلوۃ واصطبر علیھا

ترجمہ: اور اپنے گھر والوں کو نماز کا حکم دو اور تم خود بھی اس کے پابند رہو۔

(سورۂ طٰہٰ ۲۰: آیت نمبر ۱۳۲)

یا ایھا الّذین امنوا قوا انفسکم اھلیکم ناراً وقودھا النّاس والحجارۃ

ترجمہ: اے ایمانداروں اپنے آپ کو اور اپنے گھر والوں کو (جہنم کی) آگ سے بچاؤ جس کے ایندھن آدمی اور پتھر ہوں گے۔ (سورۂ التحریم ۶۶: آیت ۶)

اگر آپ کی اولاد جہنمی ہوئی تو آپ قصوروار ہیں خدا کے نزدیک آپ جوابدہ ہیں ان کو جہنم کی آگ سے بچائیں آپ یہ نہیں کہہ سکتے کہ ہمیں کیا وہ اپنے عمل کے ذمہ دار ہیں ہم اپنے عمل کے یہ بالکل غلط خیال ہے۔

گناہوں کو جان کران سے اجتناب کریں

نہی عن المنکر یعنی برائی سے روکنا۔سب سے پہلے آپ کو چاہیے کہ گناہوں سے واقفیت حاصل کریں ان کو اچھی طرح جان کرترک کریں پھر اپنے اہلِ خانہ کوان کی شناخت کروائیں اوران سے بچنے کی تلقین کریں۔پس پہلے خود پھر گھر والے پھر دوسروں کو نہی کریں۔ ماؤں پر لازم ہے کہ وہ اپنی لڑکیوں کو مسائل حیض ونفاس واستحاضہ سکھائیں۔

کسی بزرگ نے پیغمبر خداؐ کے تعدادازدواج یعنی زیادہ شادیاں کرنے کی وجہ یہ بیان کی ہے کہ رسول خداؐ خواتین سے متعلق مسائل کواپنی ازواج کے سامنے بیان کردیتے اورآپ کی ازواج دوسری مسلمان عورتوں کووہ مسائل بیان کردیتیں۔روایت میں ہے کہ ایک عورت نے پیغمبرؐ سے زنانہ مسئلہ دریافت کیا تو شرم کے مارے آپؐ کی پیشانی سے پسینہ جاری ہوگیا۔اسی لئے آپ کی ازواج مطہرات احکام کے پہنچانے کا وسیلہ تھیں۔

تمام لوگوں پر گناہانِ کبیرہ سے آشنائی لازم ہے خدانخواستہ اگر آپ سے کوئی گناہ کبیرہ سرزد ہوگیا اور بعد میں آپ نے عذر پیش کیا کہ میں حرام سے

واقف نہ تھا اس کی کوئی ضمانت نہیں کہ آپ کا یہ عذر بارگاہ خداوندی میں قابل ہے یا نہیں وہاں یہ کہا جائے گا تم نے حرام وحلال کیوں نہیں سیکھے۔ ہر مسلمان کو گناہان کی فہرست سے آگاہ ہونا چاہئے اور اپنے اہل خانہ کو بھی ان گناہوں سے باخبر رکھنا چاہئے۔تم سے تمہارے ماتحت لوگوں کے بارے میں سوال کیا جائے گا۔

کلکم راع وکلکم مسئول عن رعیتہ

ترجمہ:تم سب نگہبان ہو اور تم سب سے تمہارے ماتحت لوگوں کے بارے میں سوال کیا جائے گا۔ (مستدرک سفینۃ البحار صفحہ ۱۸۸)

بوڑھی عورتوں پر پردہ واجب نہیں ہے

کبھی کبھار آپ نے دیکھا ہوگا گلیوں اور سڑکوں پر بوڑھی عورتیں پردے میں ہوتی ہیں جب کہ شرعاً ان پر پردہ واجب نہیں لیکن اس کے باوجود بہت سخت پردہ کرتی ہیں اور اپنی لڑکیوں کو نواسیوں کو پردہ نہیں کراتیں اور ایسے لباس میں ہوتی ہیں کہ اللہ کی پناہ ان کی حالت ہی عجیب ہوتی ہے ایسی بوڑھی عورتوں پر قہر خداوندی نازل ہوتا ہے وہ عورتیں جو بہت زیادہ بوڑھی اور ضعیف ہوگئی ہیں یا شادی کی عمر گذر چکی شادی کے قابل نہ رہی ہوں ان کے لئے پردہ کرنا واجب نہیں ہے بشرطیکہ کوئی زینت نہ کریں اپنے آپ کو آراستہ نہ کریں (خضاب، سرخی، پاؤڈر وغیرہ کے ذریعے جو نامحرموں کے لئے پرکشش ہوتا

ہے) مردوں کے سامنے زینت نہ کریں تو ان پر سے پردہ ساقط ہے۔

والقواعد من النسآء التی لایرجون نکاحاً

فلیس علیھن جناحٌ ان یضعن ثیابھن غیر متبرّجٰت بزینۃٍ

وان یستعففن خیرٌ لھن واللّٰہ سمیع علیم

ترجمہ: اور بڑی بوڑھی عورتیں جو (بڑھاپے کی وجہ سے) نکاح کی خواہش نہیں رکھتیں وہ اپنے کپڑے (چادر، دوپٹہ، وغیرہ) اتار کر (سر ننگا کر) ڈالیں تو اس میں ان پر کوئی گناہ نہیں ہے بشرطیکہ ان کو اپنا بناؤ سنگھار دکھانا منظور نہیں اور اس سے بھی) بچیں تو ان کے لئے اور بہتر ہے اور خدا تو سب کچھ سنتا اور جانتا ہے۔ (سورۂ نور: آیت ۶۰)

اے محترم خاتون آپ اپنے پردہ کے بجائے اپنی جوان لڑکیوں پوتیوں اور نواسیوں کو بے پردگی سے منع کریں ان کو پردہ کرانا خدا نے نہی عن المنکر کے ذریعے آپ پر واجب قرار دیا ہے آپ کو چاہئے کہ اپنی بچیوں کو اس گناہ سے بچائیں۔

اپنی لڑکی کو بالغ ہونے سے پہلے یہ باور کرادیں کہ قرآن مجید میں پروردگار نے نامحرم مردوں کے سامنے اپنے بدن کو آشکار کرنے سے منع فرمایا ہے۔ افسوس یہ ہے کہ ہمارے معاشرے سے امر بالمعروف یعنی نیکی کا حکم دینا نہی عن المنکر یعنی برائی سے روکنا اٹھتا جارہا ہے۔ محرم و نامحرم کی اب کوئی تمیز

باقی نہیں رہ گئی ہے۔ آپ اپنے لڑکوں کو بھی یہ بات بتائیں اور سمجھائیں کہ مومن پر واجب ہے کہ وہ اپنی نگاہوں کی حفاظت کرے نامحرم عورت کے بدن پر نگاہ ڈالنا حرام ہے چہ جائے کہ اس کے بدن کو چھونا، ہاتھ لگانا، اپنے جوان بچوں کو بتائیں کہ کسی اجنبی عورت کو مس کرنا حرام ہے۔

پیغمبر اکرمؐ اور حضرت علیؑ کا عورتوں سے بیعت لینا

خواتین کا پیغمبرؐ کے ساتھ بیعت کرنے کا جو طریقہ روایت میں نقل ہوا ہے وہ یہ ہے کہ رسول خداؐ ایک پانی کے برتن میں اپنا ہاتھ ڈال دیتے اسی طرح خواتین ایک ایک کر کے اس پانی میں اپنا ہاتھ ڈال دیتیں اور بیعت ہو جاتی جس طرح مرد کرتے تھے اس طرح تو ممکن نہیں تھا چنانچہ اس طرح بیعت کا مقصد حاصل ہو جاتا تھا اور یہی کیفیت مولا علیؑ کے لئے نقل ہوئی ہے کہ جب اعلان غدیر خم کے بعد پیغمبر اکرمؐ اپنے بعد حضرت علیؑ کو اپنا جانشین بنا چکے تو مردوں کے ساتھ ساتھ جو خواتین موجود تھیں ان کے لئے پانی کا برتن مہیا کیا گیا اور حضرت علیؑ نے اس میں ہاتھ ڈال دیا اور عورتیں جوق در جوق آ کر آپؑ کی بیعت کرنے لگیں۔

قل للمومنين يغضوا من ابصارهم ويحفظوا فروجهم

ترجمہ: اور اے رسولؐ ایمانداروں سے کہو کہ اپنی نظروں کو نیچی رکھیں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں۔ (سورۂ نور ۲۴ آیت ۳۰)

قل للمومنات یغضضن من ابصارھنّ و یحفظن فروجھنّ۔

ترجمہ: اور (اے رسولؐ) ایماندار عورتوں سے بھی کہہ دو کہ وہ اپنی نظریں نیچی رکھیں۔ اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں۔ (سورۂ نور ۲۴: آیت ۳۱)

ان احکام مقدس اسلام بیان کرنے کا مقصد یہ ہے کہ یہ احکام آج کل بالکل ترک کردیئے گئے ہیں بیان نہیں کئے جاتے اور نہ ہی ان اہم مسائل پر توجہ دی جاتی ہے۔ شہوت اور لذت کی نگاہ سے کسی نامحرم کی طرف دیکھنا بغیر کسی شک کے حرام ہے اور اس کے بارے میں نص قرآن موجود ہے اور اس طرح ایک لڑکی اور عورت پر بھی کسی نامحرم مرد یا لڑکے کو لذت کی نگاہ سے دیکھنا حرام ہے۔ مرد اور عورت کے حکم میں کوئی فرق نہیں ہے (سفینۃ البحار جلد ا صفحہ ۱۱۸) عورتوں کو کہو، وہ بھی اپنی نگاہوں کی حفاظت کریں اور بدنظری سے اجتناب کریں۔

بہر حال حکم ہے وامر اھلک اپنے اہل و عیال کو ہر واجب ادا کرنے کا حکم کرو اور حرام کے فعل سے روکو۔ اگر آپ کا کوئی بچہ اپنے اسکول کے کسی بچے کی روشنائی لے آیا ہے تو آپ پر واجب ہے کہ وہ روشنائی اس بچے کو واپس کروائیں اور اپنی اولاد کو سمجھائیں کہ دوسرے کا مال بغیر مالک کی اجازت حرام ہے اور اسی طرح کسی کا مال ضائع کرنا بھی حرام ہے۔ افسوس ہے ان والدین پر جو روز قیامت اپنی اولاد سے دور بھاگیں گے۔ کیونکہ وہ شکایت اور احتجاج کریں گے کہ آپ نے ہمیں حرام وحلال کیوں نہ سکھائے اور ہمیں حرام

سے کیوں نہ روکا لیکن اس وقت فرار کا کوئی فائدہ نہ ہوگا بہت دیر ہو چکی ہوگی۔

یوم یفر المرء من اخیہO وامہ وابیہO وصاحبۃ وبنیہO

ترجمہ: اس (قیامت کے) دن آدمی اپنے بھائی اور اپنی ماں اور اپنے باپ اور اپنے لڑکے بالوں سے بھاگے گا۔

(سورۂ عبس ۸۰: آیت ۳۴ تا ۳۶)

نرمی اور پیسوں کی لالچ کے ذریعے برائیوں سے رکیئے

امر بالمعروف ونہی عن المنکر کے چند درجات ہیں جو آپ کو طے کرنا ہوں گے سب سے اول درجہ تو یہ ہے کہ انسان خود اس پر عمل پیرا ہو اور اس کے بعد اپنے اہل وعیال کو اس راستے پر گامزن کرے۔ دوسرے مرحلے میں چند شرائط کے ساتھ آپ دوسروں کو ہدایت کر سکتے ہیں۔ امر بالمعروف ونہی عن المنکر کا طریقہ یہ ہے کہ جب اپنی اولاد کو امر ونہی کرتا ہے تو نرمی اور اخلاق کے ساتھ کریں محبت کے ساتھ پیش آئیں نہ یہ کہ اس کے ساتھ تیز وتند لہجہ اختیار کریں یا اس کو لٹھ ماریں یا تھپڑ رسید کریں ہاں اگر جب پیار ومحبت سے کام نہ چلے تو آپ سختی کر سکتے ہیں۔ اگر آپ کو بچہ کو راہ راست پر لانے کے لئے پیسے بھی خرچ کرنا پڑیں تو وہ بھی کریں واجب ہے کہ اس کو پیسے دے کر واجبات کا شوق دلائیں اگر آپ کا بچہ تارک الصلوۃ ہے تو یہ نہ کریں کہ اس کو گھر سے باہر نکال دیں۔ جانتے ہیں آپ کے اس عمل سے کیا ہوگا۔ وہ اور بگڑ جائے گا

بے راہ روی کی طرف مائل ہو جائے گا۔ بدمعاش اور دغا باز لوگوں کے ہاتھ لگ گیا تو وہ اسے فریب دے کر کہاں سے کہاں لے جائیں گے۔

آیئے پروردگار سے دعا کریں بار الہٰا! ہماری اولاد کو نیک اور صالح قرار دے:

وقرة العین فی الاهل والمال و الولد

پروردگار میری اولاد گھر والوں اور مال کو میرے لئے آنکھوں کی ٹھنڈک قرار دے۔ خاص طور پر میری اولاد دنیا اور آخرت میں میری نور چشم قرار پائے۔ بعض اوقات انسان سے اس قدر واجبات چھوٹ جاتے ہیں کہ وہ خود کیا نیکی کرنے کا حکم دے گا اور برائی سے روکے گا بلکہ وہ اتنے منکرات کا مرتکب ہو جاتا ہے کہ خود اسے نہی عن المنکر کرنے کی ضرورت ہے۔

رشد و ہدایت میں اور امر و نہی میں فرق ہے ارشاد یعنی ہدایت کرنا اور امر و نہی یعنی نیکی کرنے کی ترغیب دلانا اور برائی سے روکنا۔

اگر کسی جاہل کو راہ راست پر لانا ہے تو اس کو ہدایت کرنا پڑے گی۔ بعض علماء کہتے ہیں کہ جو عورتیں بے پردہ ہیں علماء و مساجد سے دور ہیں ان کو پردے کے بارے میں معلوم ہی نہیں ضروریات دین کے بارے میں بالکل نہیں جانتی ان کو سکھانا اور ہدایت کرنی چاہئے۔ اے محترم خواتین! قرآن کا حکم یہ ہے کہ ولا یبدین زینتهن الا لبعولتهن اپنی زینت اپنے شوہروں کے علاوہ

آشکار نہ کرو صرف اپنے محرم اور شوہر کے سامنے اپنی آرائش کو ظاہر کر سکتی ہے۔

شادی بیاہ کی محافل میں جہاں نامحرم ہوں وہاں زینت اور سنگھار کر کے ان کے سامنے جانا حرام ہے۔ اس آرائش کے ساتھ اپنے شوہر کے سامنے یا خواتین کے سامنے جا سکتیں ہیں اس عورت پر خدا کی لعنت ہوتی ہے جو عطر یا پرفیوم لگا کر گھر سے باہر نکلتی ہے۔

انّ المرئة اذا تطیبت وخرجت من منزلها کانت فی لعنة اللّٰه

الی ان ترجع الی منزلها

ترجمہ: جو عورت خوشبو لگا کر اپنے گھر سے باہر نکلتی ہے تو اس پر اس وقت تک خدا کی لعنت پڑتی رہتی ہے جب تک وہ گھر واپس نہیں لوٹ جاتی۔

(مرآت الکمال ممقانی صفحہ ۱۱۲)

جب وہ ان احکامات سے واقف ہو جائے تو اسے نہی کرنا چاہئے۔ عمل کی طرف راغب کرنا چاہئے اگر نرمی سے نہ سنے تو سختی کرنی چاہئے اگر پھر بھی نہ مانے تو دل سے اس کو برا سمجھے۔ اگر آپ کسی محفل میں شریک ہیں اور کوئی کسی کی غیبت کر رہا ہو تو بجائے سننے کے کرنے والے کی مذمت کریں اور جس کی غیبت کی جارہی ہے اس کا دفاع کریں اگر ایسا نہیں کریں گے تو آپ کا شمار بھی غیبت کرنے والوں میں سے ہوگا۔

روایت میں ہے کہ ایک عابد و زاہد شخص کے سامنے ایک مرغ کے

بچے کو دو بچے پکڑے ہوئے اس کے پر نوچ رہے تھے اور وہ مرغ فریاد کر رہا تھا لیکن اس بے مروّت عابد کو اس پر ترس نہیں آیا اور نماز کے لئے کھڑا ہو گیا اس کی نماز بھی کافی طولانی ہو گئی اور وہ مرغ چیختا رہا بالاخر اس بے زبان پرندے نے غیض کے عالم میں دیکھا اور وہ عابد زمین میں دھنس گیا۔ وائے ہے اس پر جو کسی مظلوم کی دادرسی پر مقدور ہو اور اس مظلوم کی دادرسی نہ کرے۔

معانی الاخبار صدوق میں ہے کہ گذشتہ زمانے میں ایک عالم عابد اور قاضی تھے جب ان کا انتقال ہو گیا تو قبر میں فرشتے عذاب الٰہی کے لئے آ۔ ئے جب تازیانہ عذاب مارنے کے لئے تیار ہوئے تو ان سے کہنے لگے ۔مررت **بمظلوم ولم تنصره.** فلاں دن فلاں جگہ سے تم گزر رہے تھے تم نے ایک مظلوم پر ستم ہوتے ہوئے دیکھا اور اس کی کوئی مدد نہ کی فرشتہ نے ایک تازیانہ لگایا جس سے اس کی قبر آگ سے بھر گئی اس کی قبر کی آگ کب بجھی یہ صرف خدا ہی جانتا ہے۔

لہٰذا امام زین العابدینؑ فرماتے ہیں:

"اعتذر الیک من مظلوم ظلم بحضرتی ولم انصره"

تم اگر کسی عورت کو دیکھو کہ اس کا شوہر اس پر ظلم کر رہا ہے تو اس عورت کی مدد کرو۔ اگر آپ ماہِ رمضان میں کسی کو سڑک پر سگریٹ پیتا ہوا دیکھیں یا کھاتا پیتا دیکھیں تو بڑے احترام اور خوش اخلاقی سے اس سے کہیں اگر آپ

مریض ہیں یا مسافر ہیں تو برائے مہربانی ایک گوشے میں جا کر کھا پی لیں۔ مسافر کے لئے یہ حکم ہے اگر علی الاعلان رمضان میں کھائے پیئے تو اسے کم از کم پانچ کوڑے مارے جائیں۔

فٹ پاتھ پر جگہ گھیر لینا بھی حرام ہے یہ جو پھل والے یا پرچون والے آدھے راستے کو گھیر لیتے ہیں یہ کھلم کھلا حرام ہے آپ کو کیا حق ہے کہ آپ لوگوں کا راستہ روکیں۔ راہ چلنے والوں کو کسی شہری انتظامیہ میونسپل کارپوریشن کے فرد کا انتظار نہیں کرنا چاہئے بلکہ آگے بڑھ کر اپنا دینی فریضہ (نہی عن المنکر) انجام دینا چاہئے۔

آپ کسی کو بھی کوئی گناہ کرتے ہوئے دیکھیں تو آپ پر اس کی ہدایت کرنا اور اس کو مسئلہ بتانا واجب ہے اگر وہ مسئلہ جانتا ہے تو اس کو فعل حرام سے روکیں البتہ اس کی بھی کچھ شرائط ہیں یہ آپ پر منحصر ہے۔

ایک برائی سے روکنا اور کئی برائیوں کا ارتکاب کرنا

ایک حاکم کے حالات میں لکھا ہے کہ ایک رات وہ مدینے کی گلیوں میں گشت کر رہے تھے ایک گھر کے دروازے سے گذر رہے تھے کہ اس گھر سے گانے بجانے کی آواز آ رہی تھی فوراً دیوار پر سیڑھی لگائی اس کی چھت پر چڑھ کے جھانکا اور اس گھر والوں کو ڈانٹ کر کہا: یا عدو اللہ اما تستحیی اللہ

"اے دشمن خدا تمہیں اللہ سے شرم نہیں آتی"۔

اس شخص نے چھت پر دیکھا تو حاکم وقت کو کھڑا ہوا پایا۔ وہ مجبور ہو گیا کہ اب کوئی چارہ کار نہیں ہے فوراً بولا اے حاکم! اگر میں نے ایک گناہ کیا ہے تو آپ تو تین گناہوں کے مرتکب ہوئے ہیں پہلا یہ کہ خداوند کریم قرآن میں ارشاد فرما رہا ہے:

فان لم تجدوا فیها احداً فلا تدخلوها حتی یؤذن لکم

اگر تم کسی کو گھر میں نہ پاؤ پس بغیر (صاحب خانہ) کی اجازت کے گھر میں داخل نہ ہو۔ (سورۂ نور ۲۴: آیت ۲۸)

رسول خداؐ جب خانہ سیدہؑ میں داخل ہوتے تھے تو اجازت لیتے تھے دروازے پر کھڑے ہو کر سلام کرتے تھے **السلام علیکم یا اهل البیت النبوة** اگر جناب فاطمہؑ فرماتیں تھیں تشریف لے آیئے تو داخل ہوتے تھے ورنہ واپس چلے جاتے تھے۔ روایت ہے کہ ایک روز حضرت جابر ساتھ آئے اور فرمایا بیٹی میں اکیلا نہیں ہوں میرے ساتھ جابر ہیں تو جناب فاطمہؑ نے ان کو بھی گھر میں داخل ہونے کی اجازت دے دی۔ (بحار الانوار جلد ۱۰)

دوسرے یہ کہ خداوند عالم قرآن مجید میں فرما رہا ہے:

وا توا البیوت من ابوابها

ترجمہ: لوگوں کے دروازے سے گھر میں داخل ہو، نہ یہ کہ چوروں کی طرح سیڑھی لگا کر چھت پر چڑھ کر گھر میں داخل ہو۔ (سورۂ بقرہ ۲: آیت ۱۸۹)

اور آپ کا تیسرا گناہ یہ ہے کہ جب بھی کسی کے گھر میں قدم رکھیں سلام کریں اگر کوئی گھر میں نہ ہو تو روایت میں ہے کہ کرام الکاتبین کو مخاطب کر کے سلام کرے یا یہ کہے کہ سلام علینا من ربنا یا یہ کہے سلام علی عباد اللہ الصالحین بہرحال سلام ترک نہ کریں۔(سورۂ نور: آیت ۶۱)

آپ چاہتے ہیں کہ ایک گناہ سے کسی کو روکیں اور تین گناہ خود کر بیٹھتے ہیں۔

آپ ایسا نہ کریں کہ اگر کوئی کھڑے ہو کر پیشاب کر رہا ہے تو اس سے بدتمیزی سے کہیں دیکھو کتے کی طرح کھڑا ہے۔ اگر آپ اس طرح روکیں گے تو کئی گناہ کے مرتکب ہو جائیں گے۔ اگر آپ کسی کو حرام یا مکروہ سے روکنا چاہتے ہیں تو عمدہ طریقے سے نہی عن المنکر کریں اپنی خواہشات نفسانی کو بیچ میں کم لائیں خلوص دل کے ساتھ یہ فریضہ انجام دیں۔ اگر آپ نے خلوص اور شوق کے ساتھ یہ فصل انجام دیا تو آپ کا خدا آپ سے راضی ہو جائے گا۔

پیغمبر اکرمؐ کی طرح تبلیغ کے دوران جب مکہ میں آپؐ کو پتھر مار کر لہولہان کر دیتے پاؤں تک آپؐ کے خون سے تر ہو جاتے اس کے باوجود آپؐ ان کے لئے دعا فرماتے:

اللّٰھم اھد قومی فانھم لایعلمون.

ترجمہ: پروردگار اس قوم کی ہدایت فرما یا یہ لوگ مجھے نہیں جانتے (یعنی

میری معرفت نہیں رکھتے)۔ (بحار جلد ۶)

حضور اکرمؐ نے ان کا عذر بھی بتا دیا کہ یہ لوگ مجھے نہیں پہنچانتے کیونکہ آپؐ رحمت للعالمین ہیں چاہتے ہیں کہ آپؐ کی امت کسی گناہ کی مرتکب نہ ہو۔ آپ بھی آج کے دن سے یہ عہد کرلیں کہ آج کے بعد کوئی گناہ نہ کریں گے کسی واجب کو ترک نہ کریں گے۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو اپنی ذات سے خوشنود کریں گے اور اپنے گذشتہ گناہوں پر پشیمانی کا اظہار کریں۔ خاص طور پر اس رات کو جو ماہ رمضان کی آخری شب ہے۔ خدایا ہم تیری پناہ چاہتے ہیں۔ ماہ مبارک رمضان ختم ہو رہا ہے آج کی رات اور صبح تک ہم اپنے گناہوں سے پاک نہیں ہو پائے ہیں بار الٰہا ہمیں تمام گناہوں سے پاک فرما۔

اعوذ بجلال وجھک الکریم ان ینقضی عنی شھر رمضان

او یطلع الفجر من لیلتی ھذہ و لک قبلی تبعه

او ذنب تعذبنی علیه یوم القاک

✿✿✿✿✿
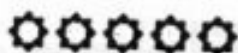
مکتبِ اہل البیتؑ کی دیگر مطبوعات